وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

آخری رسول

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن۔ اناجیل۔ تورات۔ وید۔ پران۔ بدھ دھرم

دساتیر پارسی۔ غیر مسلم لیڈران۔ مغربی محققین

کی روشنی میں

از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری

تالیفی معاونین

مولوی عبید الرحمٰن و مولوی عابد الرحمٰن، ابنائے مفتی عزیز الرحمٰن

ناشر: مکتبہ عبادیہ قصبہ نہٹور ضلع بجنور یوپی

ملنے کا پتہ

مدنی دار التالیف بجنور یوپی

نام کتاب :- ـــــــــــ مدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مؤلف :- ـــــــــــ مفتی عزیز الرحمٰن ۔
ناشر :- ـــــــــــ مکتبہ عبادیہ نہٹور ضلع بجنور یوپی
سن طباعت :- ـــــــــــ ۱۹۸۳ء
تعداد اشاعت :- ـــــــــــ ایک ہزار
صفحات :- ـــــــــــ ۲۲۴
قیمت مجلد :- ـــــــــــ
کتابت :- ـــــــــــ محمد سلیم قاسمی دیوبند

ملنے کے پتے

۱۔ مدنی دارالتالیف بجنور۔ یوپی

۲۔ کتب خانہ عزیزیہ جامع مسجد دہلی۔

۳۔ کتب خانہ انجمن ترقی اردو ،، ،، ،،

۴۔ مکتبہ اشاعت العلوم۔ محلہ مفتی ٹولہ سہارنپور۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیات

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

زیرِ نظر کتاب جس موضوع پر ہے یہ کوئی جدید موضوع نہیں ہے اور راقم الحروف بھی کوئی پہلا لکھنے والا نہیں ہے بلکہ اس موضوع پر بہت کتابیں اور بہت لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ آخر ان ہی قدماء کی علمی تحقیقات اور کاوشوں کا یہ مجموعہ بھی مرہونِ منت ہے۔ فجزاہم اللہ خیرًا واحسن الجزاء

ہندوستان میں اس موضوع پر (یعنی ہندوستانی مذاہب مثلاً آریہ ہندو عیسائی پر) بہت اہم اور صاحب علم محققین نے مجھ سے پہلے بہت کچھ لکھا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخرالزماں ہونے پر دوسرے مذاہب کی کتابوں میں جو بشارات اور پیشین گوئیاں موجود ہیں ان کو ہمارے علماء نے ظاہر کیا ہے لیکن یکجائی طور پر کسی ایک کتاب میں اتنا مواد (جتنا میں نے فراہم کیا ہے) اب تک میری نظر سے نہیں گذرا بعض نے صرف بائیبل سے لیکر کوئی کتاب لکھی، بعض نے صرف ہندو لٹریچر سے وعلیٰ ہذا القیاس۔ اس اعتبار سے میری یہ کوشش غالبًا پہلی ہے۔

راقم الحروف نے انجیل برنباس اور متعدد انجیل اور بائیبل کے بہت سے نسخوں کو اور قدیم مناظرانہ طرز کی بہت سی کتابوں کو پڑھ کر یہ مجموعہ جدید ترتیب کے ساتھ مدوّن کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب اپنے اندر بہت ذخیرہ دامنِ امانت میں محفوظ کئے ہوئے ہے اس کے باوجود اس موضوع پر لکھنے والے حضرات میں سے جو حضرات بقید حیات ہیں

ان کا شکر گذار ہوں اور جو حضرات اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اُنکے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مراتب کو بلند فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

رسالت اور نظریات

ہماری یہ گذارش صرف ان ہی لوگوں سے ہے جو دنیا میں کسی نہ کسی درجہ میں مذہب کے قائل ہیں اور انسانی صلاح و فلاح میں مذہب کو دخیل مانتے ہیں (اتفاق سے دنیا میں اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے) لیکن جو لوگ مذہب کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے وہ ہمارے مخاطب نہیں ہیں

خالقِ کائنات کا عام قانون ہے جو اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ابتدائے بنی آدم سے شروع کیا ہے اس وقت سے برابر جاری ہے کہ وہ ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں ہمیشہ ہادی بھیجتا رہا ہے

۱۔ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ	ہر قوم کے لئے ہادی ہے
۲۔ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ	کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو کسی ڈرانے والے ہادی سے خالی ہو

چنانچہ اسی نذیر اور ہادی کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے اپنی ہدایات کو عام کیا اور انسانوں کو سیدھے راستہ پر قائم رکھا ہے مگر دنیا بھر کے موجودہ مذاہب اپنے معتقدات کے اعتبار سے اپنے گذشتہ مقدسین پر اس سلسلہ کو ختم مان چکے ہیں۔

ہندؤوں کے نزدیک کل یگ (جس کی مدت چار لاکھ بتیس ہزار سال ہے) کے نظریہ کے تحت یہ سلسلہ ختم ہے (اس کا اعتراف ہمارے ایک مقالہ نگار (گرد تسنگھ) نے بھی کیا ہے اس نظریہ کے تحت ان ہی کے عقیدے کے مطابق سینکڑوں اور ہزاروں برسوں سے یہ سلسلہ ختم ہے کہ کوئی اوتار اور رشی اب انکی ہدایت کے لئے نہ پیدا ہوگا۔

پارسی حضرات جن بزرگوں کا نام لیتے ہیں ان کے بعد سے اس سلسلہ کو بند کر دیا ہے۔ اسی طرح یہود کے نزدیک عموماً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور خصوصاً حضرت یحییٰ علیہ السلام سے یہ سلسلہ منقطع ہے اور بند ہے اسی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درپے آزار ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا تھا۔

اور عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے بعد اب کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن اس باب میں اسلام کا نقطہ نظر وہ ہے جو اوپر آیات کے تحت مذکور ہے اور اسلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم الرسل قرار دیتا ہے اور آپؐ کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین علمائے ربانی کو، مثل انبیاء بنی اسرائیل قرار دیتا ہے اور ہدایت کے اس سلسلہ کو قیامت تک قائم اور باقی مانتا ہے۔ اسلام کے نزدیک خدا کی ہدایت بند نہیں ہوئی ہے بلکہ سلسلۂ وحی بند ہوا ہے اور عالم کی تکمیل پر بند ہوا ہے اب قیامت تک علمائے ربانی جو حاملین وحی الٰہی ہیں اسی ہدایت کی نشر و اشاعت کرتے رہیں گے۔

اس جگہ ایک اشکال ہے وہ یہ کہ اگر ان مذاہب کے (علاوہ اسلام کے) یہ نظریات درست ہیں تو وہ بشارات اور پیشین گوئیاں (جو اس کتاب میں مذکور ہیں) کس لئے ہیں؟ اور اگر پیشین گوئیاں درست ہیں تو یہ نظریات غلط ہیں۔ اس بارے میں ہمارا مطالعہ یہ ہے کہ یہ صرف ہر مذہب کے پیروؤں کی کرشمہ سازی ہے کہ انھوں نے ان عقائد اور نظریات کے تحت اپنا ہی غلام بنائے رکھا ہے اور عوام کے اذہان کو ہمیشہ ان پیشین گوئیوں کے وہ معنی پہنائے جو اُن کے مزاج کے مطابق اور ان کی اغراض کے موافق تھے اور اس کے ثبوت میں ہمارے پاس تاریخی شواہد موجود ہیں۔

شرک اور بت پرستی

ہم نے سطور بالا میں چاروں مذاہب (ہنود، عیسائی، پارسی، یہودی) کا جو عقیدہ ذکر کیا ہے اس کا لازمی نتیجہ بت پرستی ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے بارے میں مؤرخ فرشتہ لکھتا ہے:۔

چونکہ ہند بن حام بن نوح علیہ السلام نے خدا کی عبادت اور اس کی اطاعت گذاری کرتے ہوئے اسلاف کو دیکھا تھا اس لئے اس کی اولاد بھی نسلاً بعد نسل اسی طریقۂ عبادت کی پیروی کرتی رہی۔ راجہ سورج کے زمانے میں ایک شخص ایران سے ہندوستان آیا جس نے ہندیوں کو آفتاب پرستی کی تعلیم دی۔ اس کی تعلیم سے آفتاب پرستی کا اس قدر رواج ہوا کہ بعضے ستارہ پرست لوگ بھی آگ پوجنے لگے۔ لیکن اس کے بعد جب بت پرستی کا آغاز ہوا تو یہ سب سے زیادہ رائج ہو گئی۔

بت پرستی کی رسم کے زیادہ رواج پکڑنے کا سبب یہ ہوا کہ برہمن مذکور نے راجہ سورج کو اس بات کا یقین دلایا کہ جو شخص اپنے بزرگوں کی تصویر سونے چاندی یا پتھر کی بنا کر اس کی پرستش کرے گا وہ راہِ راست پر رہیگا اس عقیدے میں لوگ اس قدر پختہ ہو گئے کہ ہر چھوٹے اور بڑے نے اپنے مردہ اسلاف کی تصویریں بنائیں اور ان کی پرستش شروع کر دی [1]

بالکل اسی طرح عربوں کا معاملہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً نوسو برس پہلے عمرو بن لحی نے عربوں کو بت پرستی پر لگا دیا،

---

[1] تاریخ فرشتہ ص ۲۹ ج ۱

پارسیوں نے زرتشت کو خدا تسلیم کر لیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدائی کا درجہ دیدیا۔ اسی طرح یہودیوں نے حضرت عُزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا لیا۔ اب خیال فرمائیے جہاں خدا کو معطل تسلیم کر لیا جائے اور دوسروں کو خدا بنا لیا جائے تو ان کے نزدیک ہدایت لانے والے پیغمبروں کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اور ان کے متعلق بشارتوں کی کیا درگت بن جاتی ہے اس لئے ان مذاہب نے اولاً تو ان بشارات اور پیشین گوئیوں کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ یا پھر وہ معنی پہنائے جو اُن کے مزاج اور منشا کے عین مطابق تھے اگر یہ پروہت آسمانی بشارتوں کو وہی معنی پہناتے جو مقتضائے بشارت تھے تو پھر ان پروہتوں کی روٹیوں میں رخنہ پڑجاتا اسی نفسانیت نے پروہتوں کو دین میں تبدیلی اور ترمیم و تنسیخ اور تحریف پر آمادہ کیا۔

اس جگہ میرا مطالعہ یہ ہے کہ ابتداءً کسی مذہب نے بھی (خواہ وہ آسمانی ہے یا زمینی) بت پرستی اور شرک کی تعلیم نہیں دی۔ بت پرستی ان مذاہب کے بانیوں کے مرنے کے بعد ان سے عقیدت کے غلو کی وجہ سے داخل ہوئی خود مشرکین عرب کی ابتدائی تاریخ (ملتِ ابراہیمی) خدا پرستی اور توحیدِ الٰہی کا پتہ دیتی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان ہی مشرکین میں موحّد اور خدا پرست حنیف بھی تھے۔ کیا عبدالمطلب، سعید بن زید، ورقہ بن نوفل حنیف نہیں تھے۔؟

بشارات کی صداقت

اسلامی نقطۂ نظر سے جو پیشین گوئیاں یا بشارات نصوص سے ثابت ہیں ان کی تو ہم تصدیق کرتے ہیں کہ ایسا ہو گا مثلاً علامات قیامت وغیرہ اور ایسے ہی وہ پیشین گوئیاں یا بشارات جو آسمانی کتابوں کے ذریعہ ثابت ہیں اور ہماری شریعت کے مخالف نہیں ہیں اور ہماری مذہبی کتابوں سے ان کی تصدیق ہوتی ہے۔ ہم ان کو بھی سچا مانتے ہیں مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں توریت وانجیل سے بہت سی بشارات ثابت ہیں تو ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں کیونکہ ان سے نصوصِ شرعیہ کی تائید ہی ہوتی ہے تردید نہیں ہوتی۔ ایسے ہی بائبل اور اناجیل کے متعدد نسخوں میں علاماتِ قیامت کے بارے میں بہت سی چیزیں مرقوم ہیں اور احادیث سے ان کی تائید ہوتی ہے ہم ان کی بھی تصدیق کرتے ہیں لیکن ان کے علاوہ دیگر ادیان کی مذہبی کتابوں میں جو پیشین گوئیاں مرقوم ہیں وہ کتابیں چاہے آسمانی ہوں یا نہ ہوں. ان کے بارے میں بھی ہمارے لئے یہی معیار رہے جو عرض کیا جا چکا ہے۔

پیشین گوئیوں یا بشارات کے بارے میں دوسری یہ بات بھی ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ وہ صرف اسی پر موقوف نہیں ہیں کہ وہ کسی الہام کے ذریعہ ثابت ہوں۔ تب ہی وہ قابلِ تصدیق ہیں اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے وسیع تجربے اور وسیع مطالعہ کی بنیاد پر آئندہ حالات کے بارے میں کوئی بات کہتا ہے (جیسا کہ آج کل بھی ماہرینِ موسمیات اور ماہرینِ فلکیات اور ماہرینِ سیاسیات کہتے رہتے ہیں اور وہ صحیح ثابت ہوتی ہیں تو اُن کے صحیح ثابت ہونے کے بعد ہمارے لئے کوئی وجہ انکار نہیں لیکن قبل از وقوع ہم اُن کو کوئی شرعی اور قانونی درجہ نہیں دے سکتے۔

اس کتاب میں ویدوں، پرانوں اور مہاتما بدھ کی جو پیشین گوئیاں مذکور ہیں ان سے چونکہ مصداق متعین ہو گیا ہے اس وجہ سے ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ اب یہ بات کہ وہ آسمانی بشارات ہیں یا نہیں؟ اس کا تعین دراصل اس پر موقوف ہے کہ ان کتابوں کو آسمانی کتاب تسلیم کیا جائے

یا ان بزرگوں کو پیغمبر مانا جائے۔ تو اس کے لئے ہم نے اوپر دو آیتیں ذکر کی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حضرات اور ان کی کتابیں اسی گروہ مقدس سے تعلق رکھتے ہوں اور دوسرا احتمال بھی موجود ہے لیکن بات چونکہ وہ حق کہہ رہے ہیں اور اس کی شرح بھی اسی مذہب کے ماننے والے کر رہے ہیں تو اس سے یقین کر لینا چاہیئے کہ جس چیز کی نشان دہی قرآن اور احادیث نے کی ہے ان کی باتیں قرآن اور احادیث اور ہمارے رسول کے لئے بمنزلہ شاہد کے ہیں ہم ان کی شہادت کو قبول کرتے ہیں۔ اب یہ بات ان لوگوں کی رہ جاتی ہے کہ گواہی دینے کے بعد ہمارے رسول پر وہ کیوں نہیں ایمان لاتے ہیں۔ ؟

یہ گذارشات تو ان لوگوں کے بارے میں ہیں جو ایمان نہیں لائے لیکن جو لوگ بات کی اصلیت کو پہونچ کر ایمان قبول کر چکے ہیں یہ دوسری شہادت ہے کہ قرآن پاک اور احادیث نبویہ سے جو اعلان ہو رہا ہے وہ حق ہے، ہماری ذمہ داری صرف اس قدر ہے کہ ہم ان باتوں کی طرف بار بار توجہ دلائیں۔ اسی کو ہم دعوت کہتے ہیں اور اسی غرض سے یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے اس کے بعد ہم اس بات کو صاف کرنا چاہیں گے کہ لوگوں نے حق واضح ہو جانے کے بعد خدا کی مخلوق کو کس طرح ہدایت سے روکا اور ایک پہاڑ بن کر سامنے آ گئے۔

اہل کتاب نے کیا کیا؟

خدائی اعلان! قرآن پاک نے اہل کتاب اور مشرکین کے بارے میں فرمایا ہے:-

لتجدن اشد الناس	آپ پائیں گے سب لوگوں سے
عداوۃً للذین اٰمنوا	زیادہ دشمن مومنین کا یہودیوں
الیھود والذین اشرکوا	اور مشرکین کو اور آپ
ولتجدن اقربھم مودۃً	پائیں گے سب سے نزدیک
للذین اٰمنوا الذین	محبت میں مسلمانوں سے جو
قالوا انا نصاریٰ ذٰلک	کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں
بان منھم قسیسین و	یہ اس وجہ سے ہے کہ انمیں
رھبانًا وانھم لایستکبرون	عالم ہیں اور درویش ہیں اور
(المائدہ)	اسواسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

قرآن پاک کے تاکیدی بیان سے ثابت ہے کہ اس پیشین گوئی کے کبھی خلاف نہیں ہوسکتا کیونکہ لتجدن کا صیغہ زمانہ مستقبل میں ہونے والی چیز کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تاکید کرتا ہے یعنی مشرکین اور یہودیوں کی مسلمانوں سے دشمنی سارے انسانوں کی دشمنیوں کے مقابلہ زیادہ شدید ہوگی اور ہمیشہ رہے گی۔ اس کے بعد اسی صیغہ کا دوبارہ اعادہ کیا ہے یعنی مسلمانوں سے محبت کے معاملہ میں نصاریٰ کی محبت یہود اور مشرکین سے زیادہ ہوگی۔ اس جملہ میں نصاریٰ کی دشمنی کا انکار نہیں ہے بلکہ لتجدن کو مکرر لانے کے بعد قرآن پاک نے اپنے سابقہ مضمون کی تاکید کردی ہے یعنی مودت اور محبت کے معاملہ میں یہود اور مشرکین بالکل خالی

ہوں گے۔ ان کا مسلمانوں سے کسی بھی درجے میں محبت کرنا ناممکنات میں سے ہے اور اگر وہ ظاہر کریں تو ان کی محبت قابل اعتماد نہیں ہے۔ بلکہ نصاریٰ اگر کسی قدر محبت کا اظہار کریں تو وہ ممکن ہے اگرچہ وہ بھی دشمن ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دشمنی اور عداوت کا انکار نہیں کیا ہے۔ قرآن پاک نے اس سے پہلے اسی مضمون کو بیان کیا ہے ارشاد ہے:

ترىٰ كثيرًا منهم يتولون	آپ دیکھتے ہیں کہ ان (اہل کتاب)
الذين كفروا لبئس ما	میں سے بہت سے لوگ دوستی کرتے
قدمت لهم انفسهم ان	ہیں کافروں سے کیا ہی بُرا سامان
سخط الله عليهم وفى	بھیجا ہے انھوں نے اپنے لئے
العذاب هم خالدون	یہ کہ غصہ ہوگا اللہ کا ان پر اگر
ولو كانوا يؤمنون بالله	وہ یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر
والنبى وما انزل اليه	اور جو کچھ اس پر اترا ہے تو وہ کافروں
ما اتخذوهم اولياءَ و	کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں
لكن كثيرًا منهم فاسقون	بہت سے نافرمان ہیں۔

(انعام)

قرآن پاک کی ان آیات میں سیرتِ پاک اور اسوقت کے تاریخی حالات کا کافی ذخیرہ مضمر ہے۔ بتلانا اس جگہ اس قدر ہے کہ مشرکین اور اہل کتاب خاص طور سے یہود سے خیر کی توقع نہ رکھنا چاہیئے۔ قرآن پاک کی یہ تنبیہ اور پیش گوئی زمانہ ماضی کی ایک کھلی ہوئی ثبوتی داستان رکھتی ہے اس کے اعادہ کی اس جگہ ضرورت نہیں ہے ہمارے نزدیک عالمِ اسلام اور تمام مسلمان جن سیاسی حالات سے گذر رہے ہیں وہ سب قرآنی پیشین گوئی کے مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مرحومین ضدی لیڈروں پر رحم فرمائے جنھوں نے قرآنی آگاہی سے صرف نظر کیا یا اس کی

غلط تاویل کی زمانہ ماضی میں وہ ریکارڈ ہو چکی ہے اس کو دبایا یا مٹایا نہیں جا سکتا۔

حکم خداوندی سے اعراض اہل کتاب (بنی اسرائیل) کا روز اول ہی سے اپنے انبیاء کے ساتھ معاندانہ طریقہ رہا ہے۔ تاریخ شاہد ہے اور قرآن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ان لوگوں نے دین حق قبول کرنے میں بہت آنا کانی کی ہے اور بہت سے انبیاء کا قتل کیا ہے۔ اور جنھوں نے حق کو قبول کیا انھوں نے بھی بعد میں بہت غلو کیا اور اپنے دین میں بہت کتر بیونت کر ڈالی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نہایت تفصیل سے ان کے حالات اور عادات ذکر فرمائے ہیں۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے :-

۱- لا تغلوا فی دینکم — اپنے دین میں غلو نہ کرو

موجودہ بائبل کو اگر اٹھا کر دیکھ لیا جائے تو باوجودیکہ اس میں بہت کافی تحریف ہو چکی ہے مگر قرآنی مضامین ان کی بہت سی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ قرآن پاک نے ارشاد فرمایا ہے :-

۲- أفکلما جاءکم رسول	کیا پھر جب پاس لایا تمہارے
بما لا تھویٰ انفسکم	کوئی رسول وہ حکم جو تمہیں
استکبرتم ففریقاً	ناپسند تھا تو تم نے تکبر کیا اور ایک
کذبتم وفریقاً تقتلون	جماعت کو جھٹلایا اور ایک کو قتل کیا

۳- ولما جاءھم کتابٌ	اور جب آئی ان کے پاس اللہ
من عند اللہ مصدق	کی کتاب جو ان کے پاس والی
لما معھم وکانوا من	کتاب کی تصدیق کرتی تھی اور
قبل یستفتحون علی الذین	وہ پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں
کفروا فلما جاءھم ما عرفوا	پر پس جب آیا ان کے پاس

کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی　　ان کا پہچانا ہوا تو اس کا انکار کر دیا
الکافرین۔　　پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ان کے درمیان غیر متوقع یا کسی اجنبی شخص کی آمد نہیں تھی ڈاکٹر فلپ کے　　نے اس بات کا اعتراف کیا ہے (جیسا کہ آئندہ آتا ہے) کہ مدینہ کے یہود دوہاں کے مشرکین کو نئے رسول کی آمد کے بارے میں ہموار کیا کرتے تھے لیکن یہ خدا کی حکمت کہ جب وہ مشرکین ایمان لے آئے اور نئے نبی کے مطیع اور فرماں بردار بن گئے تو یہ لوگ یہیں سے کٹ گئے اور اس وقت سے لے کر آج تک برابر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہی رہے اور ہمیشہ ان کو نقصان پہونچایا جانی اور مالی نقصان کے علاوہ دینی اعتبار سے بھی ان لوگوں نے وہی کوششیں کیں جو توریت اور انجیل کے بارے میں کی تھیں۔

اہل کتاب کی داستانِ بغاوت اور عداوت کو اگر صرف قرآن پاک ہی سے مرتب کیا جائے تو وہ ایک بڑی ضخیم کتاب بن جائے گی قرآن پاک کا قریبًا ایک ثلث حصہ ان کے مکروکید سے بھرا پڑا ہے اس لئے ان معلومات کے لئے تفسیر اور سیر کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے یہاں اس کی تکرار مناسب نہیں۔ اس جگہ ہم عہد رسالت کے بعد کی ایسی چند مثالیں دینگے جن سے ان کی دشمنی روز روشن کی طرح عیاں ہوگی مقصود اس سے قصہ گوئی نہیں بلکہ یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ آگاہ رہنا چاہیئے کہ وہ اغیار کی معاشرت اور سیاست اور پالیسی پر سوچ سمجھ کر عمل کریں اور سنہرے جالوں میں گرفتار نہ ہوں۔

یہ بنیادی بات یاد رکھنا چاہیئے جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر واضح دلائل کے باوجود ایمان نہ لا سکے اور ایسے ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثالی کردار اور سیرت سے متاثر ہو کر ایمان نہ قبول کر سکے۔ کیا

ان کا فکر وعمل ہماری ہمدردی میں ہو سکتا ہے؟ قرآن پاک کی واضح تنبیہات کے باوجود ہمارے بہت سے شخصوں نے ان کا اثر قبول کیا اور اغیار کے جھانسے میں آگئے اور بعد میں اعتراف کیا کہ ان کا خیال غلط تھا اور آج بھی اکثر یہی دیکھنے میں آتا ہے مگر یاد رہے رجوع کا مسئلہ علمی حدود تک تو بہتر ہے لیکن قومی معاملات میں بعد میں رجوع کرنا اس کا کوئی جواز نہیں ہے نہ تاریخ میں اس کو معاف کیا جائیگا اور امید یہ ہے کہ اس کی معافی خدا کے یہاں بھی نہ ہوگی۔

عبداللہ بن سبا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے زمانے میں عبداللہ بن سبا وہ بد باطن آدمی ہے کہ جس کی جعل سازی اور فتنہ پردازی نے اسلام میں ایسے فتنوں کو جنم دیا جو آج تک ختم نہیں ہو سکے یہ ایک یہودی تھا۔ قرآن، توریت انجیل اور بہت سے علوم سے واقف تھا حضرت عثمان غنی رضہ کے زمانہ میں صفا (یمن) سے آیا اور مسلمان ہو گیا یہ شخص حضرت عثمان غنی رضہ سے دلی عداوت رکھتا تھا پہلے حجاز آیا پھر مصر گیا اور مصر سے بصرہ آیا اور کوفہ گیا اور کوفہ سے شام گیا غرضکہ پوری اسلامی مملکت میں اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا رہا اور اس بھیس میں لوگوں کو دین سے گمراہ کرتا رہا۔

ملک شام میں حضرت معاویہ پر اس کا یہ باطل عقیدہ ظاہر ہو گیا اس لئے انھوں نے اس کو ملک شام سے نکال دیا وہاں سے وہ مصر پہونچا اور لوگوں کو بہکانا شروع کیا۔ اس نے کہا آپ لوگ حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ تو رکھتے ہی ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رجعت ثانیہ کا عقیدہ کیوں نہیں رکھتے؟ قرآن پاک میں تو یہ لکھا ہے:-

ان الذین فرض علیک	جس نے آپ پر قرآن اتارا ہے
القرآن لرادک الی معاد[1]	وہ آپ کو معاد کی طرف دوبارہ لائیگا۔

---

[1] معاد سے مراد مکہ معظمہ ہے تفصیل ملاحظ فرمائیں ہماری کتاب تاریخ الاحکام۔

اہل مصر میں سے کچھ لوگوں نے اس کا عقیدہ اختیار کر لیا۔ اس کے بعد اس نے دوسرا یہ عقیدہ پھیلانا شروع کیا کہ ہر نبی کا وصی اور قائم مقام ہوتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی علی ہیں حضرت عثمان رضؓ نے خلافت بلا استحقاق کے لی ہے چنانچہ اس نے حضرت عثمان رضؓ اور ان کے عمال پر اعتراضات شروع کر دیئے اور ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ حضرت عثمان رضؓ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے باشندگانِ مصر والی مصر حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح سے پہلے بیزار تھے اسلئے وہ ابن سبا سے متفق ہو گئے[۱] اس کے بعد اسی کی شرارتوں سے حضرت عثمان غنی رضؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا اور ان کی شہادت کے بعد جو فتنے اٹھے ان کو یہ برابر ہوا دیتا رہا اسی کی شرارتوں سے اسلام میں ۷۲ فرقے باطل پیدا ہو گئے جس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی پیشین گوئی فرما چکے تھے[۲] ان فرقوں کے فتنے برابر آج تک موجود ہیں۔ ایک امت جو مجتمع تھی وہ فرقوں میں تقسیم ہو گئی اور آپس میں دست و گریباں ہو گئے۔

اگر تاریخ کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو ابن سبا کی اسلام میں فرقہ بندی کی تاریخ اور سیاسی دنیا میں جغرافیائی قومیت کے ڈانڈے ایک جگہ جڑ جائینگے کیونکہ اسلام دشمن یہ سیاسی نقطۂ نظر یورپ نے خلافت اور تحریک خلافت کو ختم کرنے کے لئے شروع کیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فلسفۂ خلافت اگر مسلمانوں میں رہا تو دنیا میں ان کی اجتماعیت کو کوئی

---

[۱] روضۃ الاحباب تفصیل ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب سیرت اصحاب النبی م

[۲] ۷۲ فرقوں والی حدیث بخاری نے روایت کی ہے اور ملا علی قاری، ابن حجر وغیرہ نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے ہم نے اپنی کتاب حیات امام اعظم ابو حنیفہؒ میں نام بنام شمار کرایا ہے اور ان کے عقیدوں کی تفصیل لکھی ہے۔

ختم نہیں کرسکتا اس کا اعتراف ایک نصرانی مورخ نے اپنی کتاب "ہسٹری دی آف عرب" میں بھی کیا ہے۔

اسپین اور یورپ کے دوسرے حصوں میں اسلامی اقتدار کے زوال کے اسباب مجموعی حیثیت سے اسی قسم کے ہیں جن کے ہاتھوں مملکت کے مشرقی اور وسطی علاقوں میں خلافت کا خاتمہ ہوا فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں یہ کاری ضرب نصرانیوں نے لگائی اور وہاں یہ کام مغلوں نے کیا۔[1]

خطرناک سازش وفاء الوفا، حصہ اول ص۶۶۲ لغایۃ ص۶۶۷ پر عیسائیوں کی ایک خطرناک سازش کو ذکر کیا ہے سلطان نورالدین نے ۵۵۷ھ کی ایک شب میں خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو کیری آنکھوں والے آدمیوں کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ ان دونوں سے میری حفاظت کرو، سلطان کی گھبراکر آنکھ کھل گئی اور فوراً وضو کیا اور نوافل پڑھ کر دوبارہ لیٹ گیا تو پھر دوبارہ یہی خواب بعینہٖ دکھائی دیا اور پھر اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھ کر پھر لیٹ گئے۔ تیسری مرتبہ پھر وہی خواب دیکھا۔ تو اٹھ کر کہنے لگا "اب نیند کی کوئی گنجائش نہیں ہے اسی وقت رات کو اپنے وزیر جمال الدین کو طلب کیا اور سارا قصہ سنایا، وزیر نے کہا اب دیر کی گنجائش نہیں ہے فوراً مدینہ طیبہ چلیئے اور اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کیجئے! بادشاہ نے فوراً رات ہی کو تیاری کی اور بیس خدام ساتھ لے کر تیز رو اونٹنیوں پر بہت سا سامان اور مال لدواکر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ دن رات چل کر سولھویں دن مصر سے مدینہ منورہ پہونچے اور مدینہ منورہ سے باہر غسل کیا اور نہایت ادب

---

[1] عرب اور اسلام ص۱۸۵۔ مغلوں نے خاتمہ کیا اس میں ایک تاریخی تفصیل ہے۔

اور احترام سے مسجد شریف میں حاضر ہوئے اور دو رکعت پڑھ کر نہایت متفکر بیٹھ گئے اور سوچتے رہے کہ کیا کریں وزیر نے اعلان کر دیا کہ بادشاہ زیارت کے لئے تشریف لائے ہیں اور اہل مدینہ پر بخشش فرمائیں گے اور بہت بڑی دعوت کا انتظام کیا جس میں سارے اہل مدینہ کو بلایا۔ بادشاہ عطا کے وقت بہت گہری نگاہ سے دیکھتے رہے۔ سب اہل مدینہ عطائیں لیکر رخصت ہوئے مگر وہ شخص جو خواب میں دیکھے تھے نظر نہ آئے بادشاہ نے پوچھا کوئی اور باقی رہا ہے ؟ تو اس کو بھی بلا لیا جائے معلوم ہوا کہ کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ بار بار کہنے کے بعد لوگوں نے کہا دو نیک متقی پرہیزگار مغربی بزرگ ہیں وہ کسی کی کوئی چیز نہیں لیتے وہ خود اہل مدینہ پر بہت صدقات کرتے رہتے ہیں سب سے یکسو رہتے ہیں۔ بادشاہ نے ان کو بھی بلوایا اور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ دونوں ہیں جو خواب میں دکھلائے گئے ہیں بادشاہ نے اس سے پوچھا، تم کون لوگ ہو ؟ کہنے لگے مغرب کے رہنے والے ہیں حج کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اور فراغت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے لگے اور یہاں قیام کر لیا۔ بادشاہ نے کہا صحیح صحیح بتلاؤ۔ انھوں نے پھر وہی اعادہ کیا۔ بادشاہ نے ان کی قیامگاہ پوچھی معلوم ہوا کہ روضۂ اقدس کے قریب ایک رباط میں رہتے ہیں بادشاہ نے ان کو تو وہیں روکے رکھنے کا حکم دیا اور خود ان کی قیامگاہ پر گیا۔ وہاں تلاشی لی وہاں مال ومتاع تو بہت تھا، کتابیں بھی بہت تھیں بادشاہ بہت متفکر تھا۔ بہت اہلِ مدینہ سفارش کے لئے آرہے تھے بادشاہ متفکر تھے دیکھا تو ان کا مصلےٰ ایک بوریہ پر بچھا ہوا تھا اس کو اٹھا کر دیکھا تو اس کے نیچے ایک پتھر بچھا ہوا تھا اس کو اٹھایا تو اس کے نیچے ایک سرنگ تھی جو بہت گہری کھودی گئی تھی اور بہت دور تک چلی گئی تھی حتیٰ کہ قبر شریف کے قریب پہونچ گئی تھی یہ دیکھ کر سب دنگ رہ گئے بادشاہ

نے غصہ میں ان کو پیٹنا شروع کیا کہ صحیح صحیح واقعہ بتلاؤ، انھوں نے بتلایا کہ وہ دونوں نصرانی ہیں اور عیسائی بادشاہوں نے بہت سا مال ان کو دیا ہے اور بہت سا دینے کا وعدہ کیا ہے وہ حاجیوں کی سورت بنا کر آئے ہیں تاکہ قبر اطہر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو لے جائیں وہ رات کو اس جگہ کو کھودا کرتے تھے اور مٹی بقیع میں ڈال آیا کرتے تھے۔ بادشاہ یہ سنکر بہت روئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اس عظیم خدمت کے لئے مجھے منتخب فرمایا اور ان دونوں کو قتل کرادیا اور حجرۂ شریفہ کے گرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی تک پہونچ گئی اور اس میں رانگ اور سیسہ پگھلا کر بھروادیا۔ کہ جسد اطہر تک کسی کی رسائی نہ ہوسکے۔

ڈاکٹر فلپ کے حتی نے اپنی تاریخ عرب اور اسلام میں لکھا ہے کہ جن نصرانی فرنگیوں نے ان دو مقدس شہروں میں داخل ہونے کی کوشش کی اور زندہ واپس آگئے ان کی تعداد پندرہ ہے سب سے پہلا نصرانی بولگنا ہے جو اطالیہ کا رہنے والا تھا اور ۱۵۰۳ء میں اس نے مکہ اور مدینہ کی سیر کی اور سب سے آخری انگریز ایلڈن ریٹر تھا [اہ]

کچھ اسپین کے بارے میں

ڈاکٹر فلپ کے۔ حتی اسپین کے بارے میں اپنی اسی کتاب میں تحریر کرتا ہے

اس کا (ابن رشد کا) ہم عصر اور ہم وطن قرطبی یہودی ابن میمون ہے جو عیسیٰ بن میمون کے نام سے مشہور ہے یہ ۱۱۳۵ء میں پیدا ہوا لیکن اس کا خاندان مسلمانوں کی مذہبی تاب نہ لاسکا چنانچہ یہ قاہرہ آگیا اور یہیں بس گیا بعض سوانح نگاروں نے دعویٰ کیا ہے ابن میمون نے اسپین میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور درپردہ وہ دین موسوی پر قائم رہا [۵۲]

اندازہ لگائیے کہ جو آدمی اس کردار کا حامل ہو وہ مسلمانوں کے لئے کیسی

[اہ] عرب اور اسلام ص ۱۴۶
[۵۲] ایضاً ص ۱۸۳

کیسی سازشیں کر رہا ہوگا۔ اسپین کے مزید حالات لکھتے ہوئے مؤرخ مذکور نے لکھا ہے کہ اسپین کے کتب خانوں سے چار لاکھ کتابیں یورپ منتقل کردی گئیں اور لاکھوں کتابوں کو غرناطہ کے چوک میں پھونک دیا گیا۔ ایک جگہ لکھتا ہے

اسپین کی اسلامی سلطنت کی بربادی کے بعد فلپ ثانی اور اسکے جانشینوں نے جو باقی ماندہ کتابیں جو عربی کتب خانوں سے فراہم کیں ان کی مقدار کم و بیش بیس ہزار تھی [1] فاضل مورخ نے کافی تفصیل کے بعد پھر لکھا ہے :

تیرہویں صدی کے وسط کے بعد سے دو زبردست اقدام کئے گئے یعنی پورے اسپین کو نصرانی بنانا اور اس کو متحد کرنا مگر پورے ملک کو نصرانی بنانے کا کام اسپین کو نئے سرے سے فتح کرنے اور اُسے متحد کرنے سے بالکل ہی مختلف قسم کا تھا اور جزیرہ نما اسپین کے صرف ان ہی علاقوں میں اسلام کی جڑیں پھیل سکیں تھیں جہاں کسی زمانے میں سامی اور قرطاجنی تہذیبوں کو پروان چڑھنے کا موقعہ ملا تھا یہی صورت جزیرۂ صقلیہ میں پیش آئی تھی۔

یہ جو حقیقت ہم نے بیان کی ہے اس میں کافی معنویت پوشیدہ ہے مجموعی حیثیت سے اسلام اور نصرانیت کے درمیان اختلاف اور خصومت کا جو خط کھینچا جاتا ہے وہ اس خط کے عین مطابق تھا جو قدیم قرطاجنی اور یونانی رومی تہذیبوں کے درمیان پایا جاتا تھا تیرہویں صدی تک پورے اسپین میں بہت سے مسلمان یا تو زیر ہو کر یا معاہدے کی روسے نصرانیوں کی رعیت تو بن چکے تھے لیکن کسی نہ کسی طرح اپنے دین اور اپنی شریعت پر قائم تھے ایسے مسلمانوں کو مُدجنین کا لقب دیا گیا یہ ایک عربی لفظ سے مشتق ہے

---

[1] عرب اور اسلام ص ۱۴۶ ۔

اس کے معنی "ملکی حقوق یافتہ" کے ہیں لیکن اب بہت سے مدجنین عربی زبان بھول گئے اسپین کی رومانی بولی اختیار کرتے اور کم و بیش نصرانیوں میں ضم ہوتے چلے جا رہے[۱] تھے۔

۱۴۹۹ء میں ملکہ اسابیلہ کے خاص پادری کی قیادت میں جبراً مسلمانوں کا مذہب تبدیل کرنے کی ایک باقاعدہ مہم شروع کی گئی پہلے پہل تو اس پادری نے اسلام سے متعلق تمام عربی کتابوں کو مٹانے کے لئے انھیں جلانا شروع کیا غرناطہ میں عربی مخطوطے جمع کر کے جلائے گئے اس کے بعد مذہبی عدالتِ احتساب قائم کی گئی اور بے روک ٹوک اپنا کام کرنے لگی۔ تسخیرِ غرناطہ کے بعد جو مسلمان ملک میں باقی رہ گئے ان کو اب موریسکو کہا جانے لگا یہ ایک اسپینی لفظ ہے اس کے معنی چھوٹے مور کے ہیں مغربی افریقہ کو روحی ماوری ٹانیا اور اس کے باشندوں کو ماوری کہتے تھے جزائر فلپائن کے پچاس ہزار مسلمان آج بھی مور یا مورو ہیں

اسپین کے مسلمان ایک رومانی بولی بولتے تھے لیکن اس کے لئے بھی وہ عربی رسم خط استعمال کرتے تھے اکثر نہ سہی لیکن بہت سے موریسکو حقیقت میں ہسپانوی نسل سے تھے اب ان سب کو یاد دلایا جا رہا تھا کہ ان کے آباء و اجداد نصرانی تھے اس لئے انھیں بھی نصرانی مذہب قبول کر لینا چاہیئے یا پھر اسلام پر قائم رہنے کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے مدجنین بھی موریسکو کے زمرہ میں داخل کر لئے گئے تھے اور ان میں سے بہت

---

[۱] اگر زبان بدل جاتی ہے تو تہذیب اور معاشرت بدل جاتی ہے اور تہذیب و معاشرت اگر بدل جاتی ہے تو بہت بڑی حد تک مذہب بھی ختم ہو جاتا ہے آج بھی نام نہاد جمہوری ملکوں میں مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے فلسفۂ اسپین پر عمل کیا جا رہا ہے بلکہ اسپین جا کر اس فلسفہ کو سیکھ کر آئے ہیں کیا مسلمان اس پر غور کر سکتے ہیں۔

سے پوشیدہ طور پر مسلمان تھے یعنی ظاہر میں تو یہ لوگ اپنے کو نصرانی بتلاتے تھے لیکن اندرونی طور پر دین اسلام پر قائم تھے ان میں سے بعض لوگ اپنی شادیاں ظاہر میں نصرانی رسم ورواج کے مطابق کر لیا کرتے تھے مگر گھر آکر شادی کے اسلامی رسوم ادا کرتے تھے۔

۱۶۰۹ء میں بادشاہ فلپ سوم نے مسلمانوں کو اسپین سے خارج کرنے سے متعلق آخری حکم نامے پر اپنے دستخط کر دئے اس کے بعد تو یہ حالت ہوگئی کہ سرزمین اسپین سے پانچ لاکھ مسلمانوں کو اس انقلاب کا سامنا کرنا پڑا جو افریقہ کے ساحلی علاقوں میں جاکر آباد ہوئے اندازہ لگایا ہے کہ زوال غرناطہ سے لیکر سترھویں صدی کے پہلے دہے کی درمیانی مدت میں تقریباً ۳۰ لاکھ مسلمان یا تو جلاوطن کر دئے گئے یا انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا [1]

میں کہتا ہوں کہ صیہونیت اور عیسائیت کی وہ انتقامی آگ ابھی تک سرد نہیں ہو سکی اگر تاریخی تسلسل کو درست کر لیا جائے تو فلپائن میں گزشتہ برسوں میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان خونریز فساد اور وہاں کی حکومت کی سخت گیر پالیسی اور فوج کے ذریعہ مسلمانوں کو مٹا دینے کا عزم جس پر پوری عرب دنیا چیخ اٹھی تھی اور مسئلہ اقوام متحدہ کی میز پر آگیا تھا یہ سب کچھ وہی تاریخی عمل ہے جو اسپین سے شروع ہوا تھا ایسے ہی افریقی

---

[1] عرب اور اسلام متفرق ص ۱۹۰ تا ۱۹۲

موجودہ زمانے میں ہندوستان میں قومی یکجہتی یا متحدہ قومیت یا قومی پورہ جوں، یا متحدہ قومی کلچر یا متحدہ سول کوڈ کے نام سے جو چیزیں مختلف اوقات میں ابھرتی ہیں یہ دراصل ایک ہی مادہ سے مشتق دو صیغہ ہیں اور سیکولر طرز کے نام "یوسف دلیپ" "محمد کمار" "شاہدہ شرما" وغیرہ یہ اسی سبق کا اعادہ ہے جس کو ڈاکٹر فلپ کے حتی نے اوپر بیان کیا ہے۔

"پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے۔"

ملکوں میں عیسائی مشنری کا گشت اور وہاں کے مسلمانوں کو عیسائیت کی ترغیب یہ بھی وہی اسپینی تاریخی تسلسل کی ایک کڑی ہے اللہ تعالیٰ تبلیغی کام (مشہور تبلیغی جماعت) کی سعی و عمل کو قبول فرمائے کہ عیسائیت کو وہاں شکست کھانا پڑی۔

مشرقِ وسطیٰ اسپین کے بعد اہلِ کتاب نے مشرقِ وسطیٰ کو اپنی آماجگاہ بنایا کیونکہ نہر سویز پر قبضہ کرنے کے بعد یہی علاقہ ایسا تھا کہ اس پر قبضہ ہو جانے کے بعد پورے ایشیا پر ان کا قبضہ ہو سکتا تھا لیکن یہاں ان کے قدم جمنے میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی وجہ سے دشواری ہوئی ان کے ساتھ مسلسل کئی صلیبی جنگوں میں شکست کھانے کے بعد انگلستان کے بادشاہ رچرڈ نے سلطان سے صلح کر لی اور اپنی بہن کی شادی صلاح الدین کے بھائی ملک العادل کے ساتھ کر دی۔ یہ واقعہ ۱۱۹۲ء کا ہے۔

صلیب و ہلال کی آویزش کے سلسلوں کو اگر درست کر لیا جائے تو صلاح الدین ایوبی سے شکست کھانے کے بعد عیسائیوں نے طے کر لیا تھا کہ اس قوم سے آسانی کے ساتھ کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی جو میدانِ جنگ میں حصولِ جنت کے لئے اترتی ہے چنانچہ انھوں نے اسی وقت سے مسئلہ قومیت کو شروع کر دیا اور اس علاقہ کو جو پورے ایشیا اور نصف یورپ پر وحدتِ ملّت کے نظریہ کے تحت ایک خلیفہ کی اطاعت میں تھا اس کو سترہ ریاستوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ریاست کو ایک قوم قرار دیدیا اور دوسری جنگ عظیم کے ختم ہوتے ہی عربوں کے قلب میں اسرائیل نام کا ایک ناسور پیدا کر دیا جس کی تاریخ اور حالات سامنے ہیں۔

ہندوستان ہندوستان میں بھی کم و بیش ایک ہزار سال سے مسلمان حاکم تھے اہلِ کتاب مشرقِ وسطیٰ میں شکست کھانے کے بعد ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے اور یہاں مغل اقتدار کا خاتمہ کر دیا یہاں کی کثیر آبادی پر انھوں نے لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل کیا۔ اسی کی

ریشہ دوانیوں سے سدھی کا فتنہ پیدا ہوا اور ان ہی کی بدولت یہاں عیسائی مشنری نے جبر و لالچ سے غیر مسلموں کو عیسائیت کی دعوت دی انھوں نے ہی پنجاب کے علاقہ میں ایک جدید رسول مرزا غلام احمد قادیانی کو رسول بنا دیا۔ اور جب ان کے فرار کا وقت قریب آیا تو اتنے بڑے ملک کے جو کبھی کھمبات سے لیکر برہما تک اور کشمیر سے لیکر راس کماری تک ایک ہی بادشاہ کے تحت تھا اس کے پانچ ٹکڑے بنا دیئے لنکا، برہما، بھارت، بنگلہ دیش۔ پاکستان۔ چنانچہ ہندو پاک کی آپس کی آویزش اہل کتاب کے نظریاتی فلسفہ کی پیداوار ہیں۔

موجودہ شرارتیں عرب دنیا کی ہوشیاری اور بیداری سے مغرب کے اہل کتاب میں سخت بوکھلاہٹ ہے وہ برابر یہ کوشش کرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں کا شیرازہ ہمیشہ منتشر رہنا چاہیئے چنانچہ وہ اس کے لئے برابر چالیں چلتے رہتے ہیں۔

ا۔ حال ہی میں انھوں نے شوشہ چھوڑا تھا کہ سعودی حکومت گنبدِ خضرا کو منہدم کرنا چاہتی ہے۔ لیکن بر وقت تنبیہ پر ان کا یہ وار بھی بیکار ہوگیا

ب۔ سعودی حکومت نے حال ہی میں جرم زنا ثابت ہونے کی وجہ سے ایک شہزادی اور اس کے ساتھ ملوث کو پھانسی کی سزا دی تھی اس پر مغربی پریس نے بہت پروپیگنڈہ کیا لیکن سعودی حکومت نے اس پر بر وقت نوٹس لیا جس کی وجہ سے مغربی پریس کو معافی مانگنا پڑی۔

ج۔ پوری دنیا میں اور خاص طور سے ہندوستان میں عرب شیوخ کے بارے میں مشہور کیا جاتا ہے کہ وہ بہت عیاش ہیں چنانچہ اس کو ثابت کرنے کے لئے وہ غیر عربی کو عربی لباس میں کسی بھی عورت کے ساتھ دادِ عیش دیتے ہوئے فوٹو شائع کرتے ہیں۔

د۔ حال ہی میں لندن کے بازاروں میں ایسے جانگیہ پکڑے گئے ہیں جن پر

کلمہ طیبہ بناوٹ میں لکھا گیا ہے۔ میں نے خود اٹلی کے بنے ہوئے ایسے مصلّے بھی دیکھے ہیں کہ جن پر کھڑا ہونے کی جگہ کلمہ طیبہ بناوٹ میں لکھا ہے۔

س۔ حال ہی میں یہ خبر بھی شائع ہوئی ہے کہ اسرائیل کے وزیر جنگ نے اپنی خفیہ ملاقات میں صدر مصر انور سادات کو غازہ پٹی دینے کا وعدہ کیا تھا جس کے نتیجے میں وہ اسرائیل گئے اور ان کے جانے کی وجہ سے عربوں میں انتشار پیدا ہوا۔

ط۔ صدر جمال عبدالناصر کے زمانے میں اسرائیل نے یہ کوشش کی تھی کہ قرآن شریف کو تحریف کر کے شائع کیا جائے لیکن صدر ناصر بروقت اس پر متنبہ ہوئے اور مصر کے اعلیٰ درجہ کے قاریوں کے ذریعہ پورے قرآن شریف کو ریکارڈ کرا کر پوری دنیا میں تقسیم کیا۔ غرضکہ اہل کتاب کی ان ریشہ دوانیوں کو روز اول سے لے کر اب تک شمار کیا جائے تو ایک دو جلد نہیں سینکڑوں جلدیں بھر جائیں گی اس جگہ چند مثالیں دیکر ان کے مزاج کا صرف تعارف کرانا ضروری تھا اور بس۔

قرآنی ہدایات

اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے:۔

۱۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض (مائدہ)	اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ (وہ آپس میں) ایک دوسرے کے دوست ہیں۔
۲۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطاناً مبیناً (نساء)	۲۔ ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا صریح الزام قائم ہو جائے۔

اس قسم کی آیات قرآن پاک میں بہت ہیں۔ دوستی کس کو کہتے ہیں؟ دوستی کے اثرات ایک دوسرے پر کیا پڑتے ہیں؟ دوست سمجھے جانے کی کیا علامات ہیں؟ یہ ایک دوسرے کے تعلقات اور بودوباش اور رہن سہن سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ بھی ہے کہ مشابہت کا تعلق بھی دوستی سے اگر کوئی آدمی کسی کو پسند نہیں کرتا تو پھر وہ اس کی کسی چیز کو پسند نہیں کرتا ہے اور اس کا خلاف علامت ناپسندیدگی شمار ہوتا ہے۔ یہ بھی ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کے اغراض ومقاصد کو کامیاب بنانے میں دل وجان سے کوشش کرتا ہے اور عدم سعی یا بے توجہی بے تعلقی کو ظاہر کرتی ہے۔ ان دونوں چیزوں کی روشنی میں ہمیں اپنے حالات کا جائزہ لینا چاہیئے اس کو بیان کرنے میں میں زیادہ تفصیل میں تو نہ جاؤں گا صرف ایک واقعہ جس کو علامہ طنطاوی (مصر) نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں بیان کیا ہے ذکر کرتا ہوں۔ صرف اسی ایک واقعہ سے بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

> میری ملاقات ایک ہندی جوان سے ہوئی جو ٹوپی اور بدن کے کپڑے ہاتھ کے کتے ہوئے سوت کے پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اسی سے عرض کیا آپ مصر میں رہتے ہوئے بھی اپنا شہری لباس پہنتے ہیں اور آپ کو کوئی اوپرا پن محسوس نہیں ہوتا؟ اس نے کہا اگر میں ایسا نہ کروں تو اپنے عہد وپیمان سے خارج ہو جاؤں گا[1]

جائے نصیحت اور عبرت ہے اس ہندی نے کیا عمدہ نصیحت کی ہے کیا ہم اپنے شعار دینی پر غور کر سکتے ہیں۔ دوسری بات ڈاکٹر احمد زرقاء نے کہی ہے۔

> دین سے سودا بازی کرنے والوں کی تعداد معتدبہ ہے اور ان میں سے علم و تقریر اور تحریر کی قوت میں علمائے صالحین اور اتقیاء سے بڑھ کر ہیں جامع ازہر کے فضلاء نے ایسی کتابیں اور فتاوی شائع کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنا قلم دشمنان اسلام کے ہاتھوں

[1] تفسیر جواہر القرآن صفحہ ۱۸۲ ج ۳

گروی رکھدیا ہے وہ اسلام کی بنیاد اس طرح ڈھا دینا چاہتے ہیں کہ جس طرح دشمن بھی نہیں ڈھا سکتے۔[1]

موجودہ زمانہ میں اس قسم کی ہزاروں چیزیں مسلمانوں کیطرف سے ہوتی ہیں کہ جنکا فائدہ براہ راست اہل کتاب اور مستشرقین کو پہونچتا ہے اگر فریق مخالف اور دشمن کو ہمارے طریق کار اور عمل سے کوئی فائدہ پہونچ گیا اور اسلام کو نقصان پہونچا تو فیصلہ کرنا چاہیئے اور غور کرنا چاہیئے کہ ہمارا مقام کیا ہے؟۔

آخری بات

اس قسم کی مثالوں کو زیادہ بیان کرنے میں ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم اپنے موضوع سے ہٹ جائیں گے عرض مدعا صرف اس قدر ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین نے اہل حق (مسلمانوں) اور ان کے مذہب (اسلام) کو مٹانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا لیکن اس کے باوجود اسلام کی حقانیت ان ہی کے قلم سے ظاہر ہو جاتی ہے تو اسکو اسلام، قرآن اور پیغمبر آخر الزماں کا معجزہ سمجھنا چاہیئے اس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

أ۔ مسلمانوں کو اپنے مذہب پر اور زیادہ مستحکم ہو کر اسکی دعوت دینی چاہیئے اور اغیار کے چلن کو ہرگز نہ قبول کرنا چاہیئے۔

ب۔ اغیار کے لئے لازم ہے کہ اعتراف حق کے بعد قبول حق میں اب زیادہ پس و پیش نہ کیا جائے۔

اسلئے میرا یہ مختصر رسالہ ان ہی دو نتیجوں کو بنیاد بنا کر ایک دعوت اور پیغام ہے۔ اللہ تعالےٰ جس کو توفیق عطا فرمائے ۔ آخر میں، میں اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو حضرات اس کتاب کے پڑھنے کے بعد میرے سہو یا لغزشوں پر آگاہ ہوں وہ مجھے ضرور مطلع فرمائیں اور جن حضرات کے پاس اس موضوع پر مزید معلومات ہوں اس کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ اڈیشن میں ان کوتاہیوں کو دور کیا جا سکے اور ان معلومات کا اضافہ کیا جا سکے۔

والسلام عزیز الرحمٰن غفرلہ

مدنی دار الافتاء مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم بجنور

۷ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۷۸ء

---

[1] معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

کِتَابُ اللّٰہِ القرآن

اہم ماخذ

۱۔ قرآن پاک

۲۔ احادیث کتب مروجہ

۳۔ تفسیر ابن کثیر۔ از حافظ عماد الدین ابن کثیر

۴۔ تفسیر قرطبی۔ از علامہ قرطبی

۵۔ تفسیر در المنثور۔ از حافظ جلال الدین سیوطی

۶۔ تفسیر روح المعانی۔ از علامہ سید محمود آلوسی۔

۷۔ معانی الاخبار۔ از امام ابوبکر محمد بن اسحٰق الکلاباذی

۸۔ بلاغ المبین۔ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب

۹۔ بائیبل

۱۰۔ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

حضورؐ کی رسالت پر عہد و میثاق

سطور ذیل میں وہ آیات اور احادیث پیش کی جا رہی ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور رسالت سے مقدم ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں غائبانہ آپ کی رسالت پر ایمان لانے اور اسکی تبلیغ کرنے کی مکلف تھیں چنانچہ ہر ایک نبی نے اپنے زمانے میں اس فریضہ کو ادا کیا ہے۔ اس طرح یہ پورا باب ہمارے نزدیک بطور دعویٰ ہے اور اس کے بعد تمام ابواب اس دعویٰ کے ثبوت میں بمنزلۂ شہادت ہیں۔

۱۔ بندوں کا اللہ سے عہد

قرآن پاک میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے تین قسم کے عہد لئے ہیں پہلا عہد روزِ ازل میں لیا جو عہدِ الست کے نام سے مشہور ہے۔

واذ اخذ ربك من بنی	جب لیا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں
ادم من ظهورهم ذريتهم	سے ان کی اولاد کو اور گواہ بنایا ان
واشهدهم على انفسهم الست	کو ان کے نفسوں پر کیا میں تمہارا رب
بربكم قالوا بلى شهدنا ان	نہیں ہوں؟ بولے ہاں ہے۔ ہم اقرار
تقولوا يوم القيامة انا كنا	کرتے ہیں کبھی کہنے لگو قیامت کے دن
عن هذا غفلين او تقولوا انما	ہم اس سے غافل تھے یا کہنے لگو کہ شرک

اشرک آباءنا من قبل وکنا ذریۃ من بعدھم افتھلکنا بما فعل المبطلون (الاعراف)

بنا دیا ہمارے باپ دادوں نے پہلے اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے کیا آپ ہم کو باطل و گمراہ لوگوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کریں گے۔

یہ عہد اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پیدا ہونے والی تمام ارواح سے لیا اور اسکی یاد دہانی تمام انبیاء علیہم السلام کی معرفت کرائی گئی۔ اسی عہد کی وجہ سے ہر انسان خدا کی توحید پر ایمان لانے کا مکلف ہے خواہ اس کے پاس کسی نبی یا اس کے نائب کا پیغام پہونچے یا نہ پہونچے کیونکہ اس پر دلالت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات میں ہزارہا نشانات قائم کر دئے ہیں جنکی وجہ سے انسان کے لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ شرک کی گمراہی میں پھنس جائے اللہ تعالیٰ نے بندوں کی جانب سے پیش آمدہ عذر کو پہلے ہی بیان کر دیا ہے کہ توحید الٰہی اور ربوبیت خداوند عالم کے بارے میں انسان کا کوئی عذر نہ سنا جائے گا [1]

اس آیت کی تفسیر میں حضرت کعب احبارؓ نے فرمایا ہے :۔ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو علیحدہ علیحدہ گروہوں کی صورت میں جمع کیا اور ان کو انسانی صورت اور گویائی عطا فرمائی اور پھر ان سے یہ عہد و میثاق لیا تھا اور انھیں آپ اپنے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں انھوں نے کہا تھا "آپ ضرور ہمارے رب ہیں" تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں تم پر آسمان اور زمین اور تمھارے باپ آدم کو گواہ بناتا ہوں۔

---

[1] اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا اور اس پر یقین رکھنا موجودہ تبلیغی جماعت کی سب سے اہم اور بنیادی دعوت ہے جو نہایت ٹھوس دلائل کے ساتھ پیش کی جاتی ہے اور اتنی بڑی اہمیت کے ساتھ عالم اسلام میں کوئی دوسری جماعت یہ دعوت پیش نہیں کر رہی ہے۔

تاکہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں خبر نہ تھی اچھی طرح جان لو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میرے سوا کوئی رب نہیں ہے کسی کو میرا شریک نہ بنانا میں تمھارے پاس اپنے رسول بھیجوں گا جو تم کو یہ عہد و میثاق یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں بھی نازل کروں گا اس پر سب انسانوں نے کہا ہم گواہ ہیں[۱]

۲-۱ امتوں سے عہد

دوسرا عہد انسانوں سے انبیاء علیہم السلام کی معرفت ان کی رسالت پر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کے لئے لیا گیا ہے۔

واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا (آل عمران)	اور جب لیا اللہ نے عہد اہل کتاب سے کہ اسکو ضرور واضح طور پر بیان کروگے اور اسکو چھپاؤگے نہیں تو پھینکدیا اپنی پشت کے پیچھے اور خرید لیا انھوں نے بدلا تھوڑا۔

اس آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک اخذ میثاق (عہد مینا) سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر عہد[۱] ہے۔ یہ عہد اہل کتاب سے ان کے انبیاء کی معرفت ہر زمانہ میں لیا گیا ہے اور وہ لوگ اپنے انبیاء کی تعلیمات کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا بہت پہلے سے جانتے تھے تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے یہ تو ثابت ہے کہ ہر ایک نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کی خبر دی ہے اور اس کی تصدیق کرنے کی ہدایت کی ہے لیکن قرآن پاک کی کسی آیت یا کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حضور نے بھی کسی آنے والے نبی کی خبر دی اور اس کی تصدیق کے لئے حکم فرمایا بلکہ آپ نے جھوٹے نبیوں کے بارے میں تو فرمایا ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ۔ یہ چیز آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

لیکن جان بوجھ کر اہل کتاب آپ کا انکار کرتے تھے اور اس کو انھوں نے اپنی کتابوں سے بھی مٹانے اور بدلنے کی کوشش کی ہے (جس کی تفصیل آئے گی) قرآن پاک نے ان کی اس حرکت کے بارے میں بھی بیان فرمایا

۱۔ الذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریقاً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون۔

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو، اور ان میں سے ایک فریق جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔

۲۔ فلمّا جاءھم ما عرفوا کفروا بہٖ فلعنۃ اللہ علی الکافرین

جب آیا ان کے پاس ان کا جانا پہچانا تو اس کا انکار کر دیا انھوں نے پس اللہ کی لعنت ہو کافروں پر

قرآن پاک کی ان آیات کی شانِ نزول میں متعدد احادیث مروی ہیں کہ اہل کتاب باوجودیکہ دل سے جانتے تھے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں، اور قرآن پاک اللہ کی کتاب ہے لیکن اس کے باوجود وہ ہٹ جاتے تھے اور انکار کرتے ہیں۔ شاہ ہرقل کا اعتراف اور شاہ نجاشی کا اعتراف اور ایمان لانا۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت کعب احبار کا ایمان لانا اور ان کے ایمان کے تفصیلی واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اہل کتاب کے انبیاء علیہم السلام نے اپنے امتیوں کو حضورؐ کے بارے میں بتلایا اور ان کو تاکید کی کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کریں لیکن اس کے باوجود اہل کتاب نے ہٹ دھرمی کو اختیار کیا اور اپنی مذہبی کتابوں سے ان علامات کو محو کرنے کی ناکام کوشش کی۔

محدث ابن جوزی نے اپنی کتاب "سیرۃ عمر بن خطاب" میں حضرت دحیہ رضؓ کی سفارت کے سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا ہے حضرت دحیہؓ

فرماتے ہیں کہ جب قیصر نے اپنی قوم کے عمائدین کو دیکھا کہ وہ دعوتِ اسلام سے متنفر اور بے زار ہیں تو دوسرے روز مجھے ایک عالیشان مکان میں بلایا اس مکان کی چاروں دیواروں پر ۳۱۳ تصاویر لگی تھیں قیصر نے کہا یہ تمام تصاویر نبیوں اور رسولوں کی ہیں کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہارے صاحب کی تصویر کونسی ہے میں نے بغور دیکھ کر ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا بادشاہ نے کہا بیشک یہی نبی آخرالزماں ہیں۔ قیصر نے کہا اس تصویر کے داہنی طرف کس کی تصویر ہے؟ میں نے کہا یہ ہمارے حضور کے ایک رفیق ابوبکرؓ کی اور بائیں جانب دوسرے رفیق حضرت عمرؓ کی ہے۔ قیصر نے کہا توریت کی پیش گوئی کے مطابق یہی وہ دو شخص ہیں جن کے ہاتھوں اسلام کو ترقی حاصل ہوگی لہ

محدث ابن جوزی وہ شخصیت ہیں کہ قبولِ حدیث میں جنکی شرائط بہت سخت ہیں جو احادیث میں ادنیٰ درجہ کی کمزوری کو قبول نہیں کرتے ہیں یہ واقعہ اس آیت کی کتنی جیتی جاگتی تفسیر ہے۔

مثلھم فی التوراۃ و	ان کی مثال توریت میں بھی ہے
مثلھم فی الانجیل	اور انجیل میں بھی ہے۔

یہ واقعہ اس وجہ سے زیادہ اہم ہے کہ زمانہ قدیم میں فوٹو گرافی کا موجودہ ترقی یافتہ فن موجود نہ تھا محض ایک مرتبہ کسی چیز کو دیکھ کر اس کی تصویر کشی کرلی جاتی تھی۔ قدیم کتابوں میں کس قدر واضح علامات اور نشانات موجود تھے ان کو محض کتاب میں پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں صحابہ کی تصویر کشی کرلی گئی۔

فتح بیت المقدس محض اس بناء پر ہوا کہ عیسائیوں کی کتابوں میں حضرت عمرؓ کو فاتح بیت المقدس لکھا تھا جب عیسائیوں نے دیکھ لیا

لہ بلاغ مبین صفحہ ۱۲

کہ حضرت عمرؓ یہی ہیں تو بیت المقدس کے دروازے کھولدئے گئے [1]

۳۔ انبیاء سے عہد

تیسرا عہد اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں لیا تھا۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون (آل عمران)

اور جب لیا اللہ تعالیٰ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے کتاب اور علم پھر آوے تمھارے پاس کوئی رسول کہ تصدیق کرے تمھاری کتاب کی تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرور مدد کروگے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا؟ بولے اقرار کیا ہم نے فرمایا گواہ رہو اور میں تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔ پس جو پھر جائے اس کے بعد پس وہی ہے نا فرمان

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چند طرح کلام کیا ہے۔

ا۔ یہ عہد کہاں لیا گیا؟ عالم ارواح میں، یوم ازل میں، یا دنیا میں صحیح یہ ہے کہ یہ عہد ہر نبی سے وحی کے ذریعے دنیا میں لیا گیا[2]۔ اگرچہ بعض مفسرین نے اس عہد کو بھی عہد ذر سے تعبیر کیا ہے ممکن ہے عالم ذر (پیدائش ارواح کے دن) بھی عہد لیا ہو اور پھر دنیا میں بھی اس کا اعادہ اور تجدید کرائی ہو جیسا عہد الست کی تجدید تمام انبیاء علیہم السلام کی معرفت کرائی گئی۔

ب ۔ یہ عہد ہر نبی سے اس کے بعد آنے والے نبی کی تصدیقِ رسالت کے

---

[1] سیرت اصحاب النبی ماخوذ از روضۃ الاحباب [2] تفسیر ابن کثیر ص ۳۶۹ ج ۳

لئے تھا یا ہر نبی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر پیشگی تائید اور تصدیق کے لئے عہد تھا؟ اس باب میں مفسرین نے دونوں قسم کی روایات ذکر کی ہیں اور قرآنی آیات سے بھی دونوں قسم کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ صحیح بات بھی یہی ہے کہ اس عہد میں دونوں قسم کے عہد شامل ہیں یعنی ہر نبی اپنے بعد آنے والے نبی کی تصدیق کرے اور بشارت دے اور سب سے آخر میں آنے والے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بھی تصدیق اور تائید کرے[۱]۔ اور جب انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا گیا تو ان کی معرفت ان کی امتوں سے بھی یہ عہد لیا گیا اور حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت کے مطابق یہ عہد انبیاء علیہم السلام کی معرفت صرف اہل کتاب سے لیا گیا تھا۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے :۔

فاخذ اللہ میثاق النبیین اجمعین ان یومنوا بمحمد علیہ السلام وینصروہ ان ادرکوہ وامرھم ان یاخذوا بذلک المیثاق علی اممھم[۲]

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا اگر وہ محمد صلعم کو پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں اور یہی عہد وہ اپنی امتوں سے لیں

اسی قسم کی ایک روایت بلکہ بعینہٖ ان الفاظ میں علامہ ابن کثیر نے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے[۳]۔ علامہ قرطبی نے بیان فرمایا ہے :۔

اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام کو کتاب نہیں دی گئی تھی بلکہ بعض کو دی گئی تھی لیکن اس میں اکثریت اہل کتاب ہی کی ہے۔ ص۱۲۶ ج۴

علامہ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ آیت مبارکہ میں چونکہ "کتاب کا ذکر ہے

---

[۱] ابن کثیر ص۳۲۹ ج۱، ص۳۷۸ ج۱ تفسیر قرطبی ص۱۲۴ ج۴ ص۱۲۵ ج۴ تفسیر در منثور ص۴۷ ج۲ معارف القرآن ص۱۰۰ ج۲

[۲] قرطبی ص۱۲۵ ج۴ [۳] تفسیر ابن کثیر ص۳۷۸ ج۱۔

اس لئے ممکن ہے کہ اس عہد میں وہ حضرات داخل ہوں جنکو کتاب عطا ہوئی لیکن یہ شک صرف شک کے درجہ میں تو ہو سکتا ہے حقیقۃً اس شک کے لئے گنجائش نہیں ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے ابن جریر اور ابن ابی حاتم کے حوالہ سے روایت کیا ہے

لم یبعث اللہ نبیاً قط	حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر آخر
من لدن نوح الا اخذ	تک کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں ہوا
اللہ میثاقہ لیومنن	کہ جس سے یہ عہد نہ لیا گیا ہو اگر محمد صلعم
بمحمد وینصرنہ ان	مبعوث ہوئے اور وہ (نبی) اسوقت
خرج وھو حی	زندہ موجود ہوں تو ان پر ضرور ایمان
	لائیں اور اور ان کی ضرور مدد کرینگے

علامہ سبکی نے اپنے رسالہ "التعظیم والمنۃ" میں تحریر فرمایا ہے:۔

آیت میں رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کوئی نبی بھی ایسا نہیں گذرا جس سے اللہ تعالےٰ نے آپ کی ذات والا صفات کے بارے میں تائید و نصرت اور آپ پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا ہو۔ [1]

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث روایت کی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
قال اسمی فی التوراۃ احید	فرمایا میرا نام توریت میں احید ہے
لان احید امتی عن النار	اسلئے کہ میں اپنی امت کو دوزخ
واسمی فی الزبور الماحی	سے نجات دلاؤنگا اور میرا نام زبور میں
محی اللہ بی عبدۃ الاوثان	ماحی ہے اللہ تعالےٰ نے میرے
واسمی فی الانجیل احمد	ذریعے بتوں کے پجاریوں کو ختم کیا اور

[1] تفسیر ابن کثیر ایضاً

و اسمی فی القرآن محمد لانی محمود فی اھل السماء و الارض [1]	میرا نام انجیل میں احمد ہے اور میرا نام قرآن میں محمد ہے اسلئے کہ میں زمین اور آسمان والوں میں محمود ہوں

ان آیات اور احادیث سے بقدر مشترک یہ ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے جہاں اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دی گئی ہے۔ اور تصدیق رسالت کا عہد لیا گیا ہے اور ان کے امتیوں سے بعد والے نبی پر ایمان لانے کو فرمایا گیا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بھی عہد لیا گیا ہے اسمیں جو اسرار اور حکمتیں پوشیدہ ہیں ان کی حکمتوں سے خدائے تعالیٰ ہی خوب واقف ہے لیکن ظاہر اتنا ضرور ہے کہ آسمانی ہدایت کا سلسلہ قیامت تک اسی تصدیق اور الیقان کے ساتھ جاری رکھنا مقصود ہے اسی عہد و میثاق کی تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانے میں تجدید و تبلیغ فرمائی ہے چنانچہ باوجود تحریف و تبدیل کے اس آسمانی ہدایات کے آثار و نشانات کسی نہ کسی درجہ میں آج بھی موجود ہیں۔ (تفصیل آئندہ)

مولانا مودودی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں فائدہ ۱۴۲ کے تحت بائبل کی کتاب استثناء اور سلاطین کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اس جگہ احکاماتِ توریت کی اشاعت مراد ہے"۔ ہمارے نزدیک مفسرین کی ان تصریحات کے علاوہ مودودی صاحب کا یہ ارشاد بچند وجوہ غلط ہے

۱۔ اسی مضمون کی آیات اسی سورت میں اور بھی ہیں اور دوسری سورتوں میں بھی ہیں ان سب آیات کو ایک جگہ جمع کرکے پڑھا جائے تو تحریف شدہ تورات کی وجہ سے ان معنی کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۲۔ حضرت علی رضؓ، حضرت ابن عباس رضؓ اور ابن جریرؒ جیسے مفسرین کی روایات کو ترک کرنے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

---

[1] قرطبی ص ۴۴ ج ۱۷

۳۔ ہم نے جن مفسرین کی تصریحات کو ذکر کیا ہے وہ محض ہوائی گرہ نہیں ہیں بلکہ امت نے ان تصریحات کو قبول کیا ہے۔

بشارت حضرت عیسیٰ ؑ سورۂ صف میں اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کو اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

واذ قال عیسیٰ ابن مریم	اور جب فرمایا حضرت عیسیٰ بن مریم
یا بنی اسرائیل انی	نے اے بنی اسرائیل میں تمہاری
رسول اللہ الیکم مصدقاً	طرف اللہ کا رسول ہوں تصدیق کرتا
لما بین یدی من التوراۃ	ہوں جو تمہارے پاس تورات ہے
ومبشراً برسول یاتی من	اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول
بعدی اسمہ احمد	کی جو میرے بعد آئیگا اس کا نام
(الصف)	احمد ہے۔

ہم آئندہ چل کر انجیل سے صراحۃً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی احمد ثابت کریں گے اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کہ میرا نام انجیل میں احمد ہے اور قرآن پاک کی اس آیت کی نہایت واضح طور پر تصدیق ہوتی ہے جضرات صحابہ رض نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

۱۔ دعوۃ ابی ابراھیم و	میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا
بشری عیسیٰ ورأت امی	اور حضرت عیسیٰ کی اور اپنی ماں
انہ یخرج منہا نور واضاءت	کی بشارت ہوں میری ماں نے
لہ قصور الشام	دیکھا کہ ان سے ایک نور ظاہر ہوا
(احمد)	جس سے شام کے محلات منور ہوگئے

دوسری حدیث میں ہے کہ میری ماں نے یہ خواب حالت حمل میں دیکھا تھا اور اسی قسم کی خوابیں تمام انبیاء علیہم السلام کی ماؤں نے بھی دیکھی ہیں [۱] دوسری روایت میں یہ بھی ہے۔

میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم کا پتلا مٹی اور پانی ہی کے درمیان تھا [۲]

۲۔ کنت نبیاً وآدم بین الروح والجسد — میں نبی تھا اور آدم ابھی روح اور جسد ہی کے درمیان تھے۔

۳۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کرنی ضرور تھی۔

۴۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ بھی تمہارے نبی اور قرآن کے مطابق فیصلہ کریں گے [۳]

۵۔ قال موسیٰ اللّٰھم اجعلنی امۃ محمد — حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی مجھے امت محمد میں شمار کر [۴]

مذکورہ حدیث پاک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں وہ آیت پاک یہ ہے :۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً	الٰہی ان میں ان ہی میں کا ایک
منھم یتلوا علیھم آیاتک	رسول مبعوث فرما جو ان پر
ویزکیھم ویعلمھم الکتاب	تیری آیات تلاوت کرے اور
والحکمۃ انک انت	ان کا تزکیہ کرے اور ان کو کتاب

---

[۱] تفسیر ابن کثیر ص ۳۶۱ ج ۴ [۲] ۔ [۳] تفسیر ابن کثیر ص ۳۶۱ ج ۴ [۴] تفسیر قرطبی ص ۸۷ ج ۱۷ اس حدیث کی شرح امام محمد بن ابی بکر بن ابراہیم نے اپنی کتاب "معانی الاخبار" میں بہت تفصیل سے کی ہے اگر موضوع کے تبدیل ہونے کا اندیشہ نہ ہوا ہوتا تو ہم اسکو ضرور نقل کرتے ہم نے اس کتاب کا ترجمہ "مذہب مختار" کے نام سے کیا ہے۔

العزیز الحکیم	وحکمت سکھلائے بیشک تو غالب
(البقرہ ۵)	اور حکمت والا ہے

یہ دعا حضرت ابراہیم اور ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کو تعمیر کرتے وقت کی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور بنی اسماعیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے رسول پیدا ہوئے وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں ہوئے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدف اسماعیل کے وہ دُرِ یکتا ہیں جو خاندانِ اسماعیل میں تنہا مبعوث ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم جمیع المرسلین ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ہے:-

اذا کان یوم القیامۃ	جب قیامت ہوگی میں انبیاء کا
کنت امام النبیین و	امام اور ان کا خطیب اور
خطیبھم وصاحب	شفیع ہوں گا اور اس پر
شفاعتھم غیر فخر [۱]	فخر نہیں۔

لیلۃ المعراج میں آپ ہی نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کی ہے اور سب نے آپ کی اقتدار کی ہے [۲] آپ اور آپ کے صحابہ ہی وہ ہیں کہ جن کی مثال توریت اور انجیل میں پہلے ہی بیان کردی گئی ہے۔

مثلھم فی التورات و	ان کی مثال توریت اور
مثلھم فی الانجیل (فتح)	انجیل میں ہے

---

[۱] رواہ ترمذی [۲] تفسیر ابن کثیر ص۳۶ ج ۴

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

کنت اول النبیین فی	میں پیدائش میں انبیاء سے پہلے ہوں
الخلق وآخرھم فی البعث	اور مبعوث ہونے میں آخر میں اللہ تعالیٰ
فبدأ بی قبلھم [1]	نے ان سے پہلے میری ابتداء فرمائی۔

یہ حدیث اخذ میثاق والی آیات کی نہایت واضح تفسیر ہے اللہ تعالےٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے مقدم وجود گرامی عطا فرمایا اور سب سے اول رسالت سے سرفراز فرمایا اسی پر عالم بالا میں تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا گیا کہ وہ آپ کی تصدیق کریں اور آپ کی رسالت پر ایمان لائیں۔ دنیا میں اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بعد میں ہوئی ہے لیکن آپ ہر اعتبار سے مقدم ہیں۔ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو روز اول کے عہد الست کی تبلیغ و تجدید اور یاد دہانی اور دعوت کے لئے مبعوث فرمایا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق اور تبلیغ کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ ہی سے آسمانی ہدایت اور حکومت کی تکمیل ہوئی اور تکمیل کے بعد آپ ہی پر اختتام ہوا اسوجہ سے اس عظیم الشان امر کی تبلیغ و اشاعت کا ہر ایک کو مکلف قرار دیا گیا تھا۔

ختم نبوت اس جگہ ایک اشکال دنیا کے مروجہ مذاہب کے نزدیک یہ ہوسکتا ہے کہ یہ عہد اور میثاق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہیں ہوسکتا کیونکہ

۱۔ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہوسکتا۔

۲۔ بنی اسرائیل کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور زیادہ سے زیادہ حضرت یحییٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔

۳۔ ویدوں کے نزدیک "کل یگ" میں کوئی اوتار پیدا نہیں ہوسکتا

(جیسا کہ آئندہ بھی اس کی تفصیل ہے)

۴۔ پارسیوں کے نزدیک "زرتشت" کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا وغیرہ ذلک اس کے بارے میں اولاً تو ہم نے مقدمہ میں دلائل ذکر کر دیئے اور بقیہ دلائل اس جگہ ذکر کرتے ہیں سب سے پہلے قرآن اور حدیث کو بطور دعویٰ کے پیش کیا جاتا ہے (جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ یہ باب بطور دعوے کے اور مابعد جو کچھ مذکور ہے بطور ثبوتِ دعویٰ اور شواہد کے ہے۔ اللہ تعالے نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے :۔

۱۔ وما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیٔ علیماً (احزاب)	اور محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔
۲۔ واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ	اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ منصب رسالت کس کو دیا جائے۔

سورۂ احزاب کی آیت اگرچہ ایک واقعۂ مخصوص کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ مشرکین مکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی حضرت زید کو

لہ ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں سراجاً منیراً کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو "شبیہِ ابن احمد" قرار دیا تھا اور اس کے لئے انھوں نے ایک موضوع حدیث کا سہارا لیا تھا جب دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی سید مہدی حسن رح نے ان پر سخت نکیر کی تھی اور ہم نے بھی مدینہ اخبار میں ان کے خلاف لکھا تھا جس کی وجہ سے قاری صاحب ممدوح نے بعد میں رجوع کر لیا تھا۔ بہرحال اس نقطۂ نظر کی تردید اس نصِ قطعی سے ہوتی ہے۔

زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ لیکن آیت میں صرف شخص واحد کے باپ ہونے کی نفی نہیں ہے بلکہ نفی عام ہے کیونکہ سورۂ احزاب کے نزول (سنہ ۵ ھ) تک آپ کے کوئی فرزند حیات نہیں تھا جو فرزند پیدا ہوئے تھے وہ وفات پا چکے تھے۔ اور جب صاحبزادۂ محترم حضرت ابراہیم تولد ہوئے تو بعد میں وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے صرف آپ کی صاحبزادیاں حیات تھیں۔ اس بارے میں مفسرین کرام نے متعدد احادیث روایت کی ہیں حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا ہے۔

۱۔ یرید اللہ سبحانہ انہ	۱۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارادہ کیا
لولم یکن اختم بہ النبیینَ	اگر میں حضور کو خاتم الانبیاء نہ بناتا
لجعلت ابنہ بعدہ نبیًا	تو آپ کے بعد آپ کے بیٹے کو نبی بناتا

۲۔ ان اللہ تعالیٰ لما حکم ان	۲۔ اللہ تعالےٰ نے جب یہ حکم صادر
لا نبی بعدہٗ لم یعطہ	فرمایا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ
ولدًا ذکرًا	ہوگا تو آپکے فرزند کو زندہ نہ رکھا
۳۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ
قال فی ابراھیم حین توفی	ابراہیم کے بارے میں جب انکی وفات
لو عاش لکان نبیًا	ہوئی تو فرمایا اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا

وجہ غالباً اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولاد تین قسم کی ہوتی ہے نالائق، لائق، فائق۔ آپ کے صاحبزادے اگر خدانخواستہ نالائق ہوتے تو آپ کی نبوت پر ایک بدنما دھبہ ہوتا اور لائق ہوتے تو آپ کا مثل ہونا لازم آجاتا اور فائق ہوتا تو آپ سے اعلیٰ مرتبہ ثابت ہو جاتا۔ یہ تینوں مراتب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ مرتبہ کے یکسر خلاف تھے اسلئے مشیتِ الٰہی کا یہی فیصلہ ہوا کہ

رخِ مصطفٰے ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ دوکانِ آئینہ ساز میں نہ خیالِ آئینہ ساز میں

صاجزادوں کا معاملہ تو مشیتِ الٰہی کے تحت غالباً یہی تھا جو بیان کیا جا چکا ہے۔ دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

۴۔ لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ — اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے

کیونکہ صفات کے اعتبار سے حضرت عمرؓ میں وہ تمام اوصاف موجود تھے جو ایک نبی میں ہونا چاہئیں لیکن :۔

۵۔ لا نبوۃ بعدی الا	میرے بعد نبوت نہیں
المبشرات قیل وما	مگر مبشرات، عرض کیا گیا
المبشرات یا رسول اللہ	مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا
صلے اللہ علیہ وسلم قال	اچھے خواب۔
الرویاء الحسنۃ [1]	

امام ترمذی نے ایک حدیث روایت کی ہے :۔

۶۔ ان الرسالۃ والنبوۃ	رسالت اور نبوت ختم ہو چکی
انقطعت فلا رسول بعدی	ہے پس اب میرے بعد نہ کوئی
ولا نبی	رسول ہوگا اور نہ نبی ہوگا۔

اس عنوان کے تحت اگر تمام احادیث کو جمع کیا جائے تو مستقل ایک کتاب تالیف ہو جائے گی۔ اس جگہ یہ ذہن میں رہنا چاہیئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت فرمائی ہے اسی طرح رسالت کی بھی حفاظت فرمائی ہے تاکہ کوئی جھوٹا آدمی دعوئ نبوت نہ کر سکے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چند لوگوں نے دعوئ نبوت کیا مثلاً مسیلمہ کذّاب،

---

[1] احادیث میں رویاء صالحہ یا اچھے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے مراد غالباً یہ ہے کہ زمانہ نبوت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اطلاعات بذریعہ وحی ہوتی تھیں (اُس درجہ کی تو نہیں لیکن اس کا پنجم حصہ) خوابوں کے ذریعہ ہو سکے گا اس میں بہت تفصیل ہے جسکو بیان کرنے میں موضوعِ کلام بدل جائیگا۔

اسود عنسی وغیرہ تو ان کی نبوت ذرا سے علاقے میں بھی اور تھوڑے وقت بھی نہ ٹھہر سکی۔ اسی طرح قیامت تک کے لئے تمام فتنوں کے بارے میں آپ نے پیشین گوئی فرمادی تھی :۔

جتنے فتنے اٹھیں گے وہ مشرق کی جانب سے اٹھیں گے۔

(مشکوٰۃ شریف) [۱]

اسی قبیل سے مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ہے۔ اس کی نبوت کی تردید خود اسی کے اقوال سے ہوتی ہے اور وہ تو انگریزوں کا بنایا ہوا ایک نبی تھا۔ اس کے بعد ہم ان چند امور کو ذکر کریں گے جن سے یہ ثابت ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نبی خاتم الانبیاء نہیں ہو سکتا اور وہ تمام بشارتیں صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آتی ہیں۔ ان کا مصداق نہ زمانۂ ماضی میں کوئی تھا اور زمانۂ مستقبل میں تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کی قیادت ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا تو دوسرا نبی ان کا جانشین ہو جاتا تھا۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ میرے خلفاء ہوں گے۔ (بخاری باب المناقب)

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمام انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی شخص نے کوئی حسین وجمیل عمارت بنائی مگر ایک گوشہ میں بقدر ایک اینٹ کے جگہ باقی رکھی، لوگ اس عمارت کے گرد چکر لگاتے اور اظہار پسندیدگی کرتے مگر کہتے کہ اس جگہ اینٹ

---

[۱] اس حدیث پر تفصیلی کلام ہم نے اپنی کتاب "مذہب مختار" میں کیا ہے اسمیں ہم نے تمام فتنوں کی تاریخ اور نشان دہی کی ہے کہ وہ مشرق سے اٹھے تھے۔

کیوں نہ رکھی گئی۔ تو میں وہی اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں[1]
(بخاری باب خاتم النبیین)

۹۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مجھے چھ چیزوں میں انبیاء پر فوقیت دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے۔ مجھے رعب عطا کیا گیا اور اس کے ذریعے میری نصرت کی گئی۔ میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔ میرے لئے پوری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور میرے لئے زمین کو ذریعۂ پاکی (تیمم) بنایا گیا۔ مجھے تمام دنیا کے لئے رسول بنایا گیا ہے، میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا
(مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

اسی مضمون کو قرآن شریف میں اس طرح بیان فرمایا

قل یا ایھا الناس	فرما دیجئے! لوگو! میں
انی رسول اللہ الیکم	تم سب کی طرف اللہ کا رسول
جمیعًا	بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

۱۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالٰی نے جس نبی کو بھی بھیجا ہے۔ اس نے خروج دجّال سے ڈرایا ہے مگر وہ ان کے زمانے میں نہ آیا۔ مگر میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو اب اس کو بہرحال تمہارے اندر ہی سے نکلنا ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر رضؓ نے فرمایا:۔ ایک دن حضور صلی اللہ

---

[1] اسی قسم کی چار احادیث امام مسلم نے بھی روایت کی ان کے آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں "فجئت وختمت الانبیاء" میں آیا اور میں نے انبیاء کے سلسلہ کو ختم کر دیا۔ رواہ مسلم

علیہ وسلم نے ہمارے درمیان تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ میں محمد نبی امی ہوں۔ پھر فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (احمد)

۱۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا:۔ میرے ساتھ تیری نسبت ویسی ہی ہے جیسا کہ موسیٰ ؑ کے ساتھ ہارون کی تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (شیخین)

۱۳۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے اور ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابوداؤد)

۱۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں محدّث (وہ لوگ جو الہام الٰہی کے ذریعہ بات کرتے ہوں۔ یہ الہام وحی کے علاوہ ایک چیز ہے) ہوا کرتے تھے، میری امت کا محدّث عمر ہیں۔ (مسلم)

۱۵۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا :۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں۔
(بیہقی، طبرانی، جمع الفوائد)

تعلیمات کی روشنی میں ختم نبوت

حق تعالےٰ شانہ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم	آج میں نے تمھارے لئے تمھارا
واتممت علیکم نعمتی	دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی
ورضیت لکم الاسلام دیناً	نعمت تمھارے اوپر پوری
	کر دی ہے اور تمھارے لئے
(الآیۃ)	دین اسلام کو پسند کیا ہے

چنانچہ جو چیز کامل ترین ہوتی ہے وہ ہر قسم کی خامی سے پاک اور صاف ہوتی ہے اس میں کسی قسم کی تنقید کی گنجائش نہیں ہوتی اور جب ایسا ہوتا ہے تو مزید کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ اور یہی ختم نبوت کی علامت ہے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ کسی نے کوئی عمارت بنائی اور ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اور میں وہی آخری اینٹ ہوں۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وارسلت الی الخلق	مجھے تمام مخلوق کی طرف
کافۃ وختم بی النبیون	بھیجا گیا ہے اور مجھ پر نبیوں
	کی آمد کا اختتام ہو گیا ہے۔

اس لئے عقل اس کی متقاضی ہے کہ تکمیل دین ہونے کے بعد اب کسی ترمیم وتنسیخ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسلامی تعلیمات کو اکٹھا کر دیکھنے کے بعد اس کی کھلی ہوئی شہادت ملتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ کی تعلیمات

مکمل ترین تعلیمات ہیں اس جگہ چند ایسے فارمولے درج کئے جاتے ہیں جن کے جواب میں کوئی دوسرا فارمولا لایا نہیں جا سکتا

۱- افادیت

تعلیمات سے مراد کیا ہے؟ شاید یہ خیال ہوتا ہو کہ ایجادات سے متعلق تعلیمات ہوں گی تو یہ خیال غلط ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض و غایت اشیاء کی ایجاد نہیں ہے بلکہ انسانیت نوازی اور اخلاقی تربیت ہے تاکہ انسان کائنات کی موجودات اور ایجادات کا صحیح استعمال کر سکے۔ اتفاق سے موجودہ زمانہ کے موجدین اس بارے میں ناکام ہو چکے ہیں اور دنیا کے سائنس داں اور حکمراں عاجز آ چکے ہیں کیونکہ ان کی ایجادات نے جو مسائل پیدا کر دئے ہیں وہ ان کے غلط استعمال کی وجہ سے ایک عظیم خطرہ بن گئے ہیں اور ایک ایسا مسئلہ لاینحل پیدا ہو گیا ہے کہ باوجود دعوؤں کے کوئی حل نہیں کر پایا ہے اور اگر مسائل کو حل کرنے کے لئے چند فارمولے پیش بھی کئے ہیں تو وہ اس قدر ناقص ہیں کہ ان سے اور مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور دعوت میں یہ بات نہیں ہوتی ہے اور خاص طور سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں۔ چنانچہ آپ نے نہایت مختصر الفاظ میں ان تمام مسائل کو حل کر دیا ہے۔

ان الدنیا خلقت لکم — دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے

وانکم خلقتم للاخرۃ — اور تم آخرت کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔

جو لوگ عربی ادب سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ "خُلِقَتْ لَکُمْ" میں واضح طور پر تعلیم ہے کہ دنیا کی موجودات اور ایجادات انسانی فائدے کے لئے ہیں اور اس کی خادم ہیں، انسان ان کا مخدوم ہے۔

خلق لکم مافی الارض — زمین میں جو کچھ مخلوق ہے

جمیعًا — اور ودیعت ہے تمہارے لئے ہے

یعنی اشیاءِ عالم انسان کی خدمت اور اس کے فائدے کے لئے ہیں نہ کہ انسان ان کے لئے ۔ لیکن اس وقت عملاً اس کے برعکس ہے جس کی وجہ سے فطری طور پر نظامِ عالم میں خلل واقع ہوتا ہے اور بے چینی اور بے اعتمادی، خود غرضی پیدا ہوتی ہے اس کی وجہ سے جتنی الجھنیں اور فسادات و بگاڑ عالم میں پیدا ہوئے ہیں ان کا تسلسل ختم نہیں ہو رہا ہے ۔ افادیت کے معاملہ میں ان لوگوں کی ذمہ داریاں زیادہ بڑھ جاتی ہیں جو اس فطری اور خدائی قانون کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی افادیت کا مکلف قرار دیا ہے ۔

کنتم خیر امۃ اخرجت	تم بہترین امت (جماعت) ہو جو
للناس تامرون بالمعروف	انسانوں کے فائدے کے لئے پیدا
و تنھون عن المنکر و	کئے گئے ہو کہ ان کو اچھائیوں کا امر
تومنون باللہ	کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو
(الآیۃ)	اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو ۔

اس آیت میں بھی اسی اصول کو بیان کیا ہے ۔ یہ ہماری تشریحات ہیں ان کا اعتراف آئندہ سطور میں دنیا کے بڑے لوگوں نے کیا ہے ۔ اور بشارات اور پیشین گوئیوں میں بھی بھرپور اشارے اسی طرف ہیں ۔

۲۔ مساوات

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔

کل بنی	تمام انسان بھائی
آدم اخوۃ	بھائی ہیں ۔

کہنے کو سب یہی کہتے ہیں لیکن اس اصول کلی پر عمل کس نے کیا ؟ اور کس نے اس کے نمونے پیش کئے ؟ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اب تک اتنے عمدہ نمونے اور مظاہرے کسی مذہب میں نہیں ملتے ہیں دوسروں کے یہاں امتیازات کی بھرمار ہے ۔ دنیا کے دانشمندوں نے

اب تک کیا کیا ہے ؟ انسانوں کو جغرافیائی خطوں میں بانٹ کر ان میں تفریق پیدا کر دی ہے ۔ کیا یہ مغربی فلسفہ "قومیں اوطان سے بنتی ہیں" (جسکو آج دانشمندانِ عالم نے بین الاقوامی اصول کے طور پر تسلیم کر لیا ہے ۔ اسلامی کے پیش کردہ اصول کے موافق ہے یا مخالف ؟ کیا دنیا کے کسی مذہب نے ایسا کوئی جامع فارمولہ پیش کیا ہے ؟ یہ ہماری نشاندہی ہے اور اس کا اعتراف آئندہ سطور میں ہے ۔ اگر یہ صحیح ہے تو یقین کر لینا چاہیئے کہ آئندہ بشارات اور پیشین گوئیوں کا مرجع صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہی خاتم الانبیاء ہیں ۔

۳ ۔ ملکیت افادیت اور مساوات کے اصول کے بعد اشیائے عالم پر ملکیت کا سوال پیدا ہوتا ہے ۔ موجودہ نظریات (کمیونزم وغیرہ) نے لوگوں کو ملکیت سے محروم کرنے میں ہی کوئی بہت بڑا فائدہ محسوس کیا ہے ۔ لیکن ملکیت کی حد بندی اور اس کی تقسیم میں دانشمندان عالم عاجز نظر آتے ہیں ۔ کسی مذہب اور کسی لیڈر اور کسی دانشمند نے آج تک مالداری کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد بندی کر دی ہے اور فرمایا ہے جو شخص مالک نصاب (بقدر دو سو درہم چاندی کا) ہے وہ غنی اور مالدار ہے اس کو دوسروں کے صدقات لینے کا کوئی حق نہیں ہے نہ اس کو کسی سے مانگنے کا کوئی حق ہے بلکہ اس کو خود اپنی دولت کا چالیسواں دینا پڑے گا لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا ہے بلکہ ۔

۱ ۔ الذین یکنزون الذھب	جو لوگ گاڑتے ہیں سونا اور چاندی
والفضۃ ولا ینفقونھا فی	اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ
سبیل اللہ فبشرھم	کے راستہ میں ان کو بشارت
بعذاب الیم ۔ یوم	دیدیجئے دردناک عذاب کی جس
یحمی علیھا فتکوی بھا	دن تپایا جائیگا اس کو اور

جباھھم وجنوبھم و ظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون	داغ دیا جائیگا اس سے انکی پیشانی اور پہلو اور پشت کو (اور کہا جائیگا) یہ تمہارا گاڑا ہوا مال ہے پس چکھو جو تم گاڑتے تھے۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کس حد تک انفاق کا قائل ہے اور کس حد تک ملکیت کا قائل ہے دنیا کا کوئی مذہب اس حدبندی کو پیش نہیں کر سکتا۔ بلکہ دنیا کا کوئی آدمی اپنے ہادی کی تعلیم میں یہ بات نہیں دکھلا سکتا کہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں اعلان کیا ہے

ما ترکناہ صدقۃ	جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

اپنے خاندان والوں پر قیامت تک کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کو حرام کر دیا ہے یہ وہی افادیت اور ملکیت کا فلسفہ ہے یہ ہمارا اشارہ ہے اور اس کی تائید بشارات اور پیشین گوئیوں اور دنیا کے دانشمندوں کے اعتراف (جو آئندہ سطور میں ہیں) سے ہو رہی ہے اگر یہ درست ہے تو یقین کر لینا چاہیئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان بشارات اور پیشینگوئیوں کا مرجع ہیں اور آپ ہی خاتم الانبیاء ہیں۔ دنیا کے دانشمند اور ماہرین اقتصادیات آج تک سود کی لعنت کو ختم نہیں کر سکے۔

سود کیا چیز ہے اور اس کا انجام کیا ہے وہ سراسر اس فلسفہ اور نظریہ کے خلاف ہے جس کو دانشمندانِ عالم پیش کرتے ہیں۔ اس انتہا سرمایہ داری اور شہنشاہیت اور سرمایہ پرستی ہے دولت کی تقسیم نہیں ہے۔ قرآن پاک نے اس ذہن پر جتنی ضرب کاری لگائی ہے کسی مذہب نے نہیں لگائی ہے۔ قرآن پاک میں جتنی زیادہ اور سخت وعیدات سود کے بارے میں ہیں اور کسی چیز کے بارے میں نہیں ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کے لئے اس کا لینا بھی حرام قرار دیا ہے اور دینا بھی اور یہ انسانی آبادی میں صرف مسلمانوں کا امتیازی شعار اور نشان ہے۔

۴۔ اطاعت اور شورائیت

دنیا کے انتظام کو صحیح طور پر چلانے کے لئے اسلام نے حکمرانی نہیں بلکہ انتظام عالم کے لئے ایک اصول دیا ہے جس کو اطاعتِ امیر کہا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لا اسلام الا بالامارۃ	اسلام بغیر امیر کے نہیں اور امیر
ولا امارۃ الا بالطاعۃ	بغیر طاعت کے نہیں۔

اسلامی امارت کا قیام آپس کے مشورے پر ہے اور پھر اس کا قیام اطاعت (ماننے) پر ہے اور موجودہ حق خوداختیاری (ووٹنگ) اس کے سراسر منافی ہے اس سے بے اعتمادی آتی ہے اور بے اعتمادی سے بگاڑ اور فساد پیدا ہوتا ہے اور اسلامی نظریۂ اطاعت سے اعتماد اور امن پیدا ہوتا ہے۔

اگر اس اصول کو مذکورہ اصولوں سے جوڑ لیا جائے تو ایک قدرتی ربط پیدا ہو جاتا ہے لیکن اگر حق خوداختیاری کو داخل کر لیا جائے تو پھر فلسفۂ مساوات افادیت، ملکیت سب ختم ہو جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں نماز سے لیکر مرنے تک جتنے بھی مسائل پیش آتے ہیں ان سب میں اطاعت کارفرما ہے اور اطاعت سے امیر کا وجود بنتا ہے اور امیر کا وجود شوریٰ سے بنتا ہے اور اس سے جو امت اور اجتماعیت پیدا ہوتی ہے وہی مساوات اور افادیت کی علمبردار ہوتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی چیز کو خلافت اور امامت سے تعبیر کیا ہے۔ یہی وہ فلسفہ ہے جس سے اسلام نے عرصہ دراز تک آدھی دنیا سے زیادہ پر حکومت کی ہے۔ یہ ہماری تشریح ہے اور مفکرین عالم کی تائید آئندہ سطور میں ہیں۔

میں اگر ترتیب وار اسلام کے تمام اصولوں اور ان کی تشریحات کو بیان کرتا چلا جاؤں تو کتاب کا موضوع بدل جائے گا۔ اس کے لئے ہماری کتاب ملاحظہ فرمائیں۔ "اسلامی دستور کے بنیادی اور رہنما اصول" اس کے پڑھنے کے بعد اس کی جامعیت نظر آجائے گی اور یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اسلام مکمل ترین دین ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ تنہا شخصیت ہیں جو دنیا کی اس عظیم الشان عمارت میں آخری اینٹ ہیں۔ اس کو ذہن میں رکھیئے اور پھر بشارات اور پیشین گوئیوں کا مرجع خود ہی متعین فرمائیے! مزید افادیت کے لئے اس جگہ قرآن پاک، توریت اور انجیل کا ایک تقابلی مطالعہ پیش کر رہا ہوں۔ ویدوں کو اس تقابلی مطالعہ سے اس وجہ سے خارج کر دیا ہے کہ ویدوں کے بارے میں خود ہندؤوں کے فرقوں میں اختلاف ہے وہ الہامی ہیں یا نہیں اس کے اقرار اور تردید کی ہمیں ضرورت نہیں ہے اس کے علاوہ ہم قرآن پاک کی طرح توریت اور انجیل کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔ لیکن محرّف شدہ توریت اور انجیل کو نہیں لیکن اس وقت جو بھی توریت اور انجیل ہے وہ کیسی ہے؟ اس کی ذمہ داری دوسروں پر ہے ہمارے اوپر نہیں ہمیں تو صرف جامعیت کو دکھلانا ہے کہ جامعیت کہاں ہے؟ ۔ ہمارے نزدیک توریت اور انجیل قرآن پاک کے مقابلہ میں منسوخ ہیں۔ اور اس کے بارے میں بھی قرآن پاک نے خود ہی اصول بیان کر دیا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ	جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی
اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ	آیت یا بھلاتے ہیں ہم اس
مِنْهَا اَوْ مِثْلِهَا	کو لاتے ہیں اس سے بہتر
(الآیة)	یا اس کے مثل

اسی اصول کے تحت قرآنی دستور اور توریت اور انجیل کا مطالعہ کرنا ہے۔ تقابلی مطالعہ کرانے میں ہمارے لئے سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ قرآن پاک نے انسانی زندگی سے متعلق تمام ہی عنوانات پر بہت کچھ ہدایات دی ہیں لیکن توریت و انجیل میں ایسا نہیں ہے مثلاً قانون فوجداری، قانون جنگ و اسیران کے بارے میں انجیل میں کچھ نہیں ہے۔ ایسے ہی جو باتیں انجیل میں ہیں توریت میں نہیں ہیں۔ صرف قانون معاشرت میں گھریلو زندگی اور تدبیر منزل کے بارے میں توریت اور انجیل دونوں میں ہدایتیں ہیں اس لئے اسی عنوان پر قرآن پاک، توریت، انجیل سے چند نمونے پیش ہیں۔ ہمارے اس اشارے سے سمجھ لینا چاہیئے کہ افضلیت کس طرف ہے؟ یعنی قرآن کو فوقیت حاصل ہے یا دوسری کتابوں کو؟۔

تقابلی مطالعہ میں

تدبیر منزل

قرآن پاک تیرے رب کا قطعی فیصلہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اگر وہ دونوں یا ایک تمہارے سامنے بوڑھے ہوجائیں تو ان کو اُف بھی نہ کرو (بلکہ برابر خدمت کرتے رہو) اور ان کو نہ جھڑکو! ان سے ادب کے ساتھ بات کرو اور نرمی سے ان کے سامنے جھکے رہو۔ اور تو ان کے لئے دعا کر۔ اے اللہ! جس طرح (بہزار مشقت بچپن میں) انھوں نے میری پرورش کی ہے اسی طرح ان پر رحم فرما۔ اللہ تعالےٰ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ اوّابین (اپنی طرف رجوع کرنے والوں) کو بخشنے والا ہے اور قرابت داروں اور مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرو، اور فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان خدا کا بڑا ناشکرا ہے۔ اگر تم ان (رشتہ داروں، مسافروں، مسکینوں) سے کسی امید آئندہ کے امیدوار ہو تو ان سے عزت اور نرمی کا برتاؤ کرو اور اپنے ہاتھ کو بالکل روک کر بخیل نہ ہوجاؤ اور نہ پورے طور پر کھلا ہی چھوڑ دو! تاکہ خود لاچار اور مجبور افسوس زدہ بیٹھے رہو۔ اللہ تعالےٰ جس کو چاہے فراخی کا رزق دیتا ہے اور جس سے چاہے روک لیتا ہے۔ وہ بندوں کے حال سے خوب واقف ہے اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے نہ مارو! ہم ہی ان کو اور تم کو رزق دیتے ہیں اور اولاد کا قتل کرنا یقیناً بڑا گناہ ہے۔

(سورۂ بنی اسرائیل)

توریت اپنے باپ کی برہنگی یا ماں کی برہنگی ظاہر نہ کر کہ وہ تیری ماں ہے تو اس کی برہنگی ظاہر نہ کرو، تو اپنے باپ کی جورُو کی برہنگی ظاہر نہ کر۔ کیونکہ وہ تیرے باپ کی برہنگی ہے۔ تو اپنی بہن کی برہنگی یا اپنے باپ کی برہنگی یا اپنے باپ کی بیٹی کی برہنگی، یا اپنی ماں کی بیٹی کی برہنگی، خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو خواہ اور کہیں، ظاہر مت کر۔ تو اپنے بیٹے، بیٹی، یا اپنی بیٹی کی بیٹی کی برہنگی ظاہر مت کر کیونکہ ان کی برہنگی میں تیری برہنگی ہے۔ تیرے باپ کی جورو کی بیٹی، جو تیرے باپ کے نطفے سے ہے تیری بہن ہے۔ تو اپنے باپ کی بہن کی برہنگی ظاہر مت کر کہ وہ تیرے باپ کی رشتہ دار ہے۔ اپنی ماں کی بہن کی برہنگی ظاہر مت کر کہ وہ تیری ماں کی رشتہ دار ہے۔ تو اپنے باپ کے بھائی کی برہنگی ظاہر مت کر اور اس کی اور اس کی جورو کے نزدیک مت جا وہ تیری چچی ہے تو اپنی بہو کی برہنگی ظاہر مت کر وہ تیرے بیٹے کی بیوی ہے تو اس کی برہنگی ظاہر مت کر۔ تو اپنے بھائی کی جورو کی برہنگی ظاہر مت کر وہ تیرے بھائی کی برہنگی ہے، تو کسی عورت کی اور اس کی بیٹی کی برہنگی ظاہر مت کر اور تو اس عورت کے بیٹے کی بیٹی یا اس کی بیٹی کی بیٹی مت لے تاکہ اس کی برہنگی ظاہر کرے کہ وہ اس کی رشتہ دار ہے یہ بڑی بے حیائی ہے اور تو کسی عورت کو اس کی بہن سمیت بیوی مت بنا تاکہ اس کی بھی برہنگی ظاہر کرے پہلی کے جیتے جی کہ یہ اس کا جلانا ہے اور وہ عورت جب تک اپنی نجاست کے باعث الگ رہے تو اس کی برہنگی ظاہر کرنے کو اس کے نزدیک مت جا۔ (احبار باب ۱۸۔ آیت ۷ تا ۱۹)

انجیل اپنے باپ کی عزت کر تب پطرس نے اس کے پاس آ کر کہا اے خداوند اگر میرا بھائی۔ میرا گناہ کرے تو میں کتنی مرتبہ معاف کروں۔ سات مرتبہ تک۔ یسوع نے اس سے کہا میں تجھے سات مرتبہ

تک نہیں کہتا بلکہ ستر کے سات مرتبہ تک۔ (متی ۔ ۲۱)

اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت۔ (متی ۱۹/۱۹) جو شخص اپنی جورو کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس عورت کو کہ چھوڑ دی گئی بیاہ کرے زنا کرتا ہے (لوقا ب۱۶ ۔آیت ۱۸)

تب فریسیوں نے اس کے پاس آکے امتحان کی راہ سے پوچھا کہ کیا روا ہے کہ مرد، جورو کو طلاق دے اس نے۔ انھیں جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تمھیں کیا حکم دیا وہ بولے موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر طلاق دینا تب یسوع نے جواب دیا اور انھیں کہا۔ اس نے تمھاری سخت دلی کے سبب یہ حکم لکھا ہے۔ لیکن خلقت کی ابتداء سے خدا نے تو انھیں ایک نر اور مادہ بنایا جو کوئی جورو کو چھوڑے (سوائے زنا کے) اور دوسری سے بیاہ کرے تو اس کی نسبت زنا کرتا ہے اور اگر جورو اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو وہ بھی زنا کرتی ہے۔

(مرقس باب ۱۰ آیت ۶۔ متی باب ۱۹ ۔ ۹)

قرآن شریف

۱ ــ یاایھا الذین امنوا	ایمان والو! تمھارے لئے عورتوں
لا یحل لکم ان ترثوا النساء	کا زبردستی وارث ہو جانا حلال
کرھا ولا تعضلوھن	نہیں۔ اور نہ لٹکائے رکھو ان کو
لتذھبوا ببعض ما	تاکہ چھین لو وہ جو تم نے ان کو دیا
اتیتموھن الا ان یاتین	ہے مگر یہ کہ وہ اعلانیہ زنا کا
بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن	ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ
بالمعروف فان کرھتموھن	دستور کے موافق زندگی گذارو!
فعسی ان تکرھوا شیئا و	پس اگر وہ تمھیں اچھی نہ لگیں (تو
یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا	ایسا ہوتا ہے) کہ تم کسی چیز کو برا
	جانو اور اللہ نے تمھارے لئے

وان اردتم استبدال زوج مكان زوج واتيتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا اتاخذونه بهتانا واثما مبينا وكيف تاخذونه وقد افضى بعضكم الى بعض واخذن منكم ميثاقا غليظا

اس میں خیر کثیر رکھدی ہو۔ اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری کرنا چاہو اور تم نے ان میں سے کسی کو خوب دولت دیدی ہے تو اس میں سے کچھ نہ لو۔ کیا بہتان اور کھلے ہوئے گناہ کے ذریعہ اسکو لینا چاہتے ہو؟ اور تم کیسے لے سکتے ہو؟ تم میں سے بعض بعض کے ساتھ وابستہ رہ چکے ہو اور تم سے پختہ عہد لیا جا چکا ہے

ولا تنكحوا ما نكح اباؤكم من النساء الا ما قد سلف انه كان فاحشة وساء سبيلا

جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہے ان سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو چکا۔ یہ بے حیائی ہے اور برا طریقہ ہے

واحل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم محصنين غير مسافحين فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة ولا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة ان الله كان عليما حكيما ۝

اس کے علاوہ تمہارے لئے حلال ہے کہ مال کے بدلے نکاح کرو نیک چلنی کے لئے نہ کہ بدمستی کے لئے پس جتنا تم نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے تم ان کے مہر کو ادا کر دو۔ اگر تم آپس کی رضامندی سے مہر مقرر ہونے کے بعد کسی چیز پر رضامند ہو تو اسمیں گناہ نہیں ہے اللہ تو علیم ہے اور حکیم ہے

یسئلونک عن المحیض	وہ آپ سے حیض کے بارے میں
قل ھو اذیً فاعتزلوا	معلوم کرتے ہیں فرما دیجئے وہ
النساء فی المحیض ولا	گندگی ہے۔ حیض کی حالت میں
تقربوھن حتی یطھرن	عورتوں سے الگ رہو۔ اور ان
فاذا تطھرن فاتوھن	کے قریب نہ جاؤ یہاں تک
من حیث امرکم اللہ	کہ وہ پاک ہو جائیں پس جب
ان اللہ یحب التوابین	وہ پاک ہو جائیں تو اس جگہ
ویحب المتطھرین نساؤکم	سے آؤ جہاں سے اللہ نے تم کو حکم
حرث لکم فاتوا حرثکم	دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے
انیٰ شئتم	والوں اور پاک رہنے والوں کو
(البقرہ)	دوست رکھتا ہے۔ تمہاری عورتیں تمہارے
	لئے کھیتی ہیں پس اپنی کھیتی میں جیسے
	چاہو، آؤ!

اجمالی تبصرہ مندرجہ بالا ہر سہ کتاب سے ایک ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کا ترجمہ ہمارا ہے اور توریت اور انجیل کے تراجم ان ہی لوگوں کے ہیں۔ اولاً تو طرزِ کلام اور اس کی جامعیت پر نظر کی جائے۔ جو لوگ ادب شناس ہیں وہ کلام کی جامعیت ہی سے جان لیں گے کہ قرآن پاک کو فوقیت حاصل ہے۔

سب سے پہلے سورۂ بنی اسرائیل کی آیات ہیں، قرآن پاک نے جتنی جامعیت کے ساتھ ماں باپ اور تمام رشتہ داروں اور تمام انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس سے انسانوں کے طبقات میں سے کوئی طبقہ خارج نہیں ہے۔ اس حسنِ سلوک میں کافر اور مسلمان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا۔ ہر طبقہ کو عام رکھا ہے یتیم، مسکین، مسافر

قرابت داری میں مسلم اور غیر مسلم کی قید نہیں ہے۔

عورتوں سے متعلق احکامات پر غور کرنا چاہیئے کہ اولاً تو قرآن پاک نے عورتوں سے متعلق (طلاق۔ نکاح۔ خلع۔ رضاعت۔ عدت۔ پاکی ناپاکی۔ زنا۔ پردہ۔ وراثت وغیرہ) امور پر جس تفصیل سے کلام کیا ہے توریت اور انجیل میں اس کی مثال نہیں ہے اور اگر ہے تو قرآنی احکامات کی جامعیت کو سامنے رکھتے ہوئے غور کیا جائے۔ دراصل قرآنی قوانین میں جو خوبی اور جامعیت ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔ اس کا اعتراف غیر مسلم علماء (جیسا کہ آئندہ سطور میں ہے) نے بھی اعتراف کیا ہے اور یہی وجہ اسلام کی اشاعت کی ہے۔

انجیل کے مندرجہ اقتباس میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توریت کے حکم کو منسوخ کر دیا۔ اس میں اسی دلیل کے تحت واضح ہے کہ بالکل اسی طرح قرآن کی موجودگی میں توریت اور انجیل دونوں منسوخ ہیں۔ ان ہی امور کا اشارہ آنے والی پیشین گوئیوں اور بشارات میں ملے گا۔ جس سے صاف عیاں ہے کہ ان کا مرجع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور وہی آخری نبی ہیں۔

توریت اور انجیل میں انسانی زندگی اور انسانی ضروریات کے بارے میں اولاً تو مکمل ہدایات موجود نہیں ہیں اور اگر ہیں تو بہت مجمل۔ ایسے ہی بعض ادنی ادنیٰ درجہ کی لغزشوں کے اوپر سخت سزائیں ہیں۔

قرآن پاک میں زندگی گذارنے سے متعلق اتنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی تعلیم ہے کہ جن کو عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی آیات کی تفسیر میں جن جزوی امور کی طرف رہنمائی کی ہے وہ اگرچہ بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن انجام کار انسانی حیات کے لئے ان میں بڑی زبردست رہنمائی ہے۔

پاکی اور ناپاکی کے جزئیات ۔ آدابِ طعام میں۔ کھانے سے
متعلق ان تمام امور کو بیان فرمادیا ہے کہ جنکی رعایت رکھنے میں
انسانی صحت موقوف ہے ، امورِ معاشرت میں ، مساوات ، نرمی ، اکرام
پردہ کا اہتمام ، بے حیائی کا خاتمہ ۔ ایسے ہی تعلقات کو
مضبوط بنانے کے طریقے ، غیبت ، جھوٹ ، سوءظنی کی مذمت کس
کس چیز کو بیان کیا جائے ۔

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کیلئے
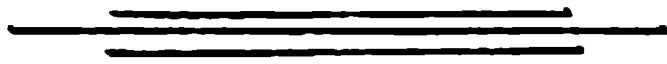
بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرا باب

وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ۝ بیشک آپ کا ذکر اگلوں کے صحیفوں میں ہے

اَناجیلِ مُقدس

حقائق اور بشارات

اہم مآخذ

۱ ـــــ انجیل برنباس۔ اس کا مکمل تعارف اندر ہے۔

۲ ـــــ بائیبل۔ مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی انارکلی لاہور سنہ ۱۹۴۶ء۔ اس کا قدرے تعارف اندر ہے۔

۳ ـــــ بشریٰ۔ از مولانا عنایت رسول صاحب مرحوم چریاکوٹی۔ یہ کتاب اصل انجیل سے ترجمہ ہے ۱۸۷۴ء لغایتہ سنہ ۱۸۹۴ء۔ ۲۰ سال میں تحقیق و تجسّس کے بعد اس کتاب کو لکھا گیا تھا۔

۴ ـــــ بائیبل سے قرآن تک۔ یہ کتاب "اظہار الحق" از مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کا ترجمہ اور اسکی تحقیق ہے۔ مذہب عیسائیت کی تحقیق میں اس سے بہتر اور جامع کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔ مطبوعہ پاکستان

دوسرا باب
انجیلوں کا تعارف

انجیل کیا ہے اس کے بارے میں علامہ طنطاوی نے بیان فرمایا ہے۔

وما الاناجیل الا مجموع	انجیل اصل میں رسولوں سے
روایات منقولة فی	منقول روایات کے مجموعہ کا
الاصل عن الرسل	نام ہے۔

مروجہ بائیبل کے نسخوں میں دو قسم کے عہد نامے ہیں۔ عہدنامۂ قدیم اور عہد نامۂ جدید۔ عہد نامۂ قدیم میں جو ابواب اور انجیل ہیں وہ عہد نامۂ جدید میں نہیں۔ ذیل میں عہد قدیم اور جدید دونوں کی فہرست دی جاتی ہے۔

عہد قدیم

۱	پیدائش	۹	سموئیل۔ ۱
۲	خروج	۱۰	" ۔ ۲
۳	احبار	۱۱	سلاطین۔ ۱
۴	گنتی	۱۲	" ۔ ۲
۵	استثنار	۱۳	تواریخ۔ ۱
۶	یسوع	۱۴	" ۔ ۲
۷	قضاۃ	۱۵	عذرا۔
۸	روت	۱۶	نحمیاہ

١٧	آستر	٢٨	یوایل
١٨	ایوب	٢٩	عاموس
١٩	زبور	٣٠	عبدیاہ
٢٠	امثال	٣١	یوناہ
٢١	واعظ	٣٢	میکاہ
٢٢	غزل الغزلات	٣٣	ناجوم
٢٣	یسعیاہ	٣٤	جسقوم
٢٤	نوحہ	٣٥	صفنیاہ
٢٥	یرمیاہ	٣٦	حجی
٢٦	حزقی ایل	٣٧	زکریاہ
٢٧	ہوسیع	٣٨	ملاکی

عہد جدید

١	انجیل متی	١١	فلپیوں کے نام کا خط
٢	انجیل مرقس	١٢	کلسیوں کے نام کا خط
٣	انجیل لوقا	١٣	تھسلینکیوں کے نام کا پہلا خط
٤	انجیل یوحنا	١٤	" " " " دوسرا "
٥	رسولوں کے اعمال	١٥	تیمتھیس کے نام کا پہلا خط
٦	رومیوں کے نام خط	١٦	" " " " دوسرا "
٧	کرنتھیوں کے نام پہلا عام خط۔	١٧	ططس کے نام کا خط
٨	" " " دوسرا " "	١٨	فلیمون کے نام کا خط
٩	گلتیوں کے نام کا خط	١٩	یعقوب کا عام خط
١٠	افسیوں کے نام کا خط	٢٠	پطرس کا پہلا عام خط۔

۲۱	پطرس کا دوسرا عام خط	۲۴	یوحنا کا تیسرا عام خط
۲۲	یوحنا کا پہلا عام خط	۲۵	یہوداہ کا عام خط
۲۳	" " دوسرا " "	۲۶	یوحنا عارف کا مکاشفہ

عہد قدیم میں شروع کے پانچ عنوانات کے مجموعہ کا نام توریت ہے۔ اور عہد جدید میں شروع کے چار عنوانات کو اناجیلِ اربعہ کہا جاتا ہے۔ عہد قدیم اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے انبیاء کے حالات اور ان کے صحیفے ہیں۔ اور عہد جدید، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے حواریوں یا حواریوں کے شاگردوں کی تالیفات اور خطوط ہیں خطوط سے مراد پطرس اور پولس اور دیگر حضرات کے خطوط ہیں۔ جن سے عیسائیت کے بارے میں اس زمانہ کی تاریخی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں۔ غرضکہ دونوں قسم کے مجموعہ کا نام بائبل ہے پوری بائبل اور اس کے مختلف اجزاء کی تفسیرات عیسائی علماء نے کی ہیں۔ یہ سب کتابیں انگریزی میں اور کچھ اردو میں دستیاب ہیں۔

علامہ جوہری نے اپنی تفسیر میں اناجیل کے بارے میں جو تاریخی تفصیل دی ہے وہ یہ ہے، فرماتے ہیں :-

" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قرنِ اول اور قرنِ ثانی میں اناجیل کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ تحقیق کرنے سے ۲۵ انجیلوں کا سراغ لگا ہے مثلاً انجیل مار پطرس ۔ انجیل مصریین انجیل حیات عیسیٰ ۔ انجیل مار توما ۔ انجیل اندراوس ۔ انجیل مار برتادوس انجیل قرنتیہ ۔ انجیل فاسنیوس ۔ انجیل سیمونین ۔ انجیل یہودا (انجیل برنابا ۔ جو موجودہ زمانہ میں ظاہر ہوئی ہے) ان انجیلوں کے آج صرف نام باقی رہ گئے ہیں اور بس ۔ لیکن علمائے نصاریٰ

آج صرف ان چار انجیلوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں یعنی انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل یوحنا۔ انجیل لوقا۔ یہ انجیلیں قرن ثانی کے نصف کے بعد ظاہر ہوئی ہیں اور یہ ۳۸۴ء کا واقعہ ہے [1]

موجودہ زمانہ میں بائیبل میں جو چار انجیل مذکور ہیں اور جن ابواب کی فہرست ہم نے اوپر درج کی ہے ان کے لکھنے والے نے یہ نہیں کہا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی ہے یا اس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے کسی صحابی سے سنکر ان کو لکھا ہے۔ یعنی ان میں مذکور روایات کا کوئی مستند حوالہ موجود نہیں ہے جیسا کہ ہم مسلمانوں کی کتابوں میں ہر بات سند کے ساتھ کہی جاتی ہے صرف انجیل برنابا یا برنباس تنہا وہ انجیل ہے کہ جس کا مصنف کہتا ہے کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے ایک ہوں۔ وہ انجیل کی فصل ۲۲۲ (کے ختم) پر لکھتے ہیں:-

اور یسوع کے چلے جانے کے بعد شاگرد۔ اسرائیل دنیا کے مختلف گوشوں میں پراگندہ ہو گئے۔ رہ گیا حق جو شیطان کو پسند نہ آیا اس کو باطل نے دبا لیا جیسا کہ یہ ہمیشہ کا حال ہے۔ پس تحقیق شریروں کے ایک فرقہ نے جو دعوے کیا کرتے ہیں کہ وہ یسوع کے شاگرد ہیں یہ بشارت دی کہ یسوع مرگیا۔ اور وہ جی نہیں اٹھا اور دوسروں نے یہ تعلیم پھیلائی کہ وہ درحقیقت مرگیا، پھر جی اٹھا۔ اور۔ اوروں نے منادی کی اور برابر کر رہے ہیں کہ یسوع ہی اللہ کا بیٹا ہے اور

---

[1] جواہر القرآن ص۱۱۹ ج ۳

ان ہی لوگوں کے شمار میں بولص (پولس) نے بھی دھوکہ دیا[1] اب رہے ہم تو ہم محض اسی کی منادی کرتے ہیں کہ جو میں نے ان لوگوں کے لئے لکھا ہے کہ وہ ! اللہ سے ڈرتے ہیں تاکہ اخیر دن میں جو اللہ کی عدالت کا دن ہوگا چھٹکارا پائیں آمین۔

انجیلوں کی زبان کیا تھی اس کے بارے میں اس قدر معلوم ہونا چاہیئے کہ جب سنہ ۷۰ء میں بیت المقدس میں رومی طیطس نے حملہ کیا اور فتح کے بعد وہاں کے باشندوں سے خطاب کیا تو اس کی یونانی زبان کا ترجمہ سُریانی زبان میں کرنا پڑا[2] اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اصل انجیل سریانی زبان میں تھی اور یونانی عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذہب کے پیروؤں سے سُریانی زبان میں سُنا اور ان روایات کو یونانی زبان میں ترجمہ کرکے اپنی انجیلوں میں داخل کردیا اسلئے یہ کہنا مشکل ہے کہ تین صدیوں میں ان انجیلوں میں کس قدر تغیرات ہوئے ہوں گے کیونکہ عیسائی حضرات اپنی انجیلوں میں اپنی پسند کے مضامین داخل کرنے کو کوئی عیب کی بات نہیں جانتے۔ چنانچہ ہمارے پاس موجود بائیبل مطبوعہ سنہ ۱۹۴۶ء میں لکھا ہے۔

---

[1] بولص یا پولس۔ ان کا اصل نام ساؤل تھا نسلاً یہودی تھے قبیلہ بن یامین سے ان کا تعلق تھا۔ شروع میں حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والوں کے جانی دشمن تھے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کے حواری قرار پائے جناب برنابا کے شروع میں گہرے دوست رہے بعد میں ان سے سخت اختلاف ہوگیا۔ انھوں نے دین عیسوی میں بہت بدعات رائج کیں اسی وجہ سے اختلاف ہوا۔ اسی بنا پر برنابا نے ان کے اوپر یہ تنقید کی ہے تفصیل ملاحظہ فرمائیں بائیبل سے قرآن تک ... ج ا۔

[2] تفسیر جواہر القرآن ص ج ۲

ان انجیلوں میں کچھ تغیرات ایسے کر دئے گئے ہیں مثلاً
بعض عبارات کو دوسری کتابوں سے لیکر کتاب میں شامل
کردیا گیا ہے اور یہ ان لوگوں نے کیا ہے جو اپنے آپ کو
اس کا مجاز سمجھتے ہیں۔

اس لئے یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ موجودہ بائیبل میں جو اناجیل شامل ہیں وہ ثابت شدہ حقیقت ہیں۔ ہمارے لئے بس اتنا راستہ تو ملتا ہے کہ جہاں "خداوند تمہارا خدا" جملہ ملتا ہے وہ غالباً خدائی کلام ہے لیکن محفوظ نہیں ہے اور اس کے علاوہ مؤلفین اور راویوں کا اضافہ ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مشرق وسطیٰ (ملک شام، فلسطین وغیرہ) یہ قدیم عیسائیوں کے رہنے کی جگہ تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہیں پیدا ہوئے ساتویں صدی ہجری تک یہاں کی زبان سریانی رہی اور اسلامی مورخ ابن اسحٰق نے ۷۶۸ء میں اور ابن ہشام نے ۸۲۸ء میں وفات پائی اس وقت تک عیسائی سریانی زبان بولتے تھے اور اس وقت لاکھوں عیسائی جو یونانی بولتے تھے وہ بھی اسلامی مملکت میں رہتے تھے بعد کو دیگر انجیلیں انھیں دو زبانوں سے منتقل ہوئیں

انجیل متی ۱ متی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے ایک ہیں آپ کفرناحوم (فلسطین کا ایک شہر) میں عشر وصول کرنے پر مامور تھے آپ کو شہید کیا گیا یہ نہیں معلوم کب اور کہاں شہید کیا گیا چاروں انجیلوں میں سے ایک انجیل آپ ہی کی طرف منسوب ہے اور اسے عیسائی حضرات قدیم ترین انجیل مانتے ہیں اگرچہ وہ درحقیقت ان کی ہرگز نہیں۔ مولانا رحمت اللہ صاحب کی اظہار الحق میں ہے۔

بے بیاس نے لکھا ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی
اور ہر شخص نے اس کا ترجمہ اپنی قابلیت کے مطابق کیا۔

جیروم نے مورخین کی فہرست میں لکھا ہے کہ متی نے اپنی انجیل ایماندار یہودیوں کے لئے یہودی سرزمین میں عبرانی زبان اور عبرانی حروف میں لکھی تھی اور یہ بات ثابت نہیں ہوسکی کہ اس کا ترجمہ یونانی میں ہوا۔ اور نہ یہ ثابت ہوا کہ اس کا مترجم کون ہے اس کے علاوہ یہ چیز بھی قابلِ لحاظ ہے اس کی عبرانی انجیل کا نسخہ سوریا کے اس کتب خانہ میں موجود ہے جس کو پمفلس شہید نے بڑی محنت سے جمع کیا تھا۔ اور میں نے اس کی نقل ان مددگاروں کی اجازت سے حاصل کی جو سریا کے ضلع بریا میں تھے اور ان کے استعمال میں بھی عبرانی نسخہ تھا۔

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کہتے ہیں ا۔

عبرانی نسخہ کے معدوم ہونے کا سبب یہ ہوا کہ فرقہ ابیونیہ نے جو مسیح کی الوہیت اور خدائی کا منکر تھا۔ اس نسخہ میں تحریف کی اور پھر وہ یروشلم کے فتنہ کے بعد ضائع ہوگیا۔

دلیو نے اپنی انجیل کی تاریخ میں لکھا ہے۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ متی نے اپنی انجیل یونانی میں لکھی تھی غلط کہتا ہے کیونکہ یوسی بیس نے اپنی تاریخ میں اور مذہب عیسوی کے بہت سے رہنماؤں نے تصریح کی ہے کہ متیٰ نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی نہ کہ یونانی میں[۱]

انجیل مرقس مرقس، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری پطرس کے شاگرد ہیں عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ اسکندریہ کا کلیسا انھوں نے ہی قائم کیا تھا۔ انھیں ۶۸ھ میں قتل کیا گیا۔ ان کی انجیل سابقہ

---

[۱] مولانا عنایت رسول نے اپنی کتاب بشریٰ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے [۲] بائبل سے قرآن تک ترجمہ اظہار الحق از ص ۱۲ ج ۲ تا ص ۱۵ ج ۲۔ مختصراً۔

انبیاء کی بشارتوں سے شروع ہوتی ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں دی گئیں تھی۔ اور حضرت عیسیٰ کے عروج آسمانی پر ختم ہو جاتی ہیں اس میں سولہ باب ہیں[1]۔

پطرس کا اصل نام سمعان تھا مچھلیوں کا شکار کیا کرتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے حضرت عیسیٰ نے ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھ کر ان کا نام پطرس رکھ دیا تھا جس کے معنیٰ چٹان کے ہیں شروع میں یہ انطاکیہ میں رہے پھر انہیں روما لے جایا گیا اور وہیں پھانسی دی گئی عہدنامہ جدید کے موجودہ مجموعہ میں ان کے دو خط شامل ہیں ان کی پیدائش سنہ ۱۰ ق م ہے اور وفات سنہ ۶۷ء میں ہوئی[2]۔

انجیل لوقا لوقا اپنے زمانے میں طبیب تھے پولس کے ساتھ اس کے سفروں میں رہے تقریباً سنہ ۷۰ء میں انتقال ہوا ان کی انجیل حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ سے شروع ہوتی ہے اور ۲۴ بابوں میں عروجِ آسمان تک کے واقعات اور احکام درج ہیں۔

انجیل یوحنا پطرس اور برناس کے بعد حواریوں میں سب سے بلند مقام یوحنا بن زبدی کا ہے اور ان کو کلیسا کے تین ستونوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے انجیل یوحنا اور وہ تین خطوط جو یوحنا کے نام عہدنامہ جدید میں موجود ہیں۔ ان کا مصنف عیسائی علماء متاخرین کے نزدیک یوحنا حواری نہیں بلکہ یوحنا بزرگ ہے۔ کیونکہ یوحنا حواری بالکل ان پڑھ اور ناواقف تھے (جیسا کہ اعمال ۴ : ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے نیز انجیل یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف کسی بڑے صاحب رسوخ اور اقتدار خاندان سے تعلق رکھتا ہے حالانکہ یوحنا حواری ماہی گیر اور دنیاوی اعتبار سے کم حیثیت تھے علاوہ ازیں یہ چوتھی انجیل مضامین کے اعتبار سے پہلی تینوں انجیلوں سے

---

[1] حاشیہ اظہار الحق بائیبل سے قرآن تک ص ۳۱۵ ج ۱ [2] ایضاً ص ۲۹۰ ج ۱

تضاد رکھتی ہے اور اس کا اسلوب بھی بالکل جداگانہ ہے۔ مشہور پادری آرچ ڈیکن برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ اب علماء اس نظریہ کو بے چون و چرا تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ انجیل چہارم کا مصنف مقدس یوحنا بن زبدی رسول تھا اور عام طور پر نقاد اس نظریہ کے خلاف نظر آتے ہیں [1]

غرضکہ ان چاروں انجیلوں کے مجموعہ کو انجیل کہا جاتا ہے اور عہد نامہ قدیم اور جدید پورے مجموعہ کا نام بائیبل ہے۔ ان کی اصلیت اور حقیقت کیا ہے اس سے ہماری بحث نہیں ہے یہ جو کچھ بھی ہیں ہمارا ماخذ یہی ہیں ہاں اتنی بات ضرور عرض کرنا ہے کہ اعتبار کی حیثیت سے انجیل برنابا یا ان سے کم درجہ کی کتاب نہیں ہے۔

---

[1] حاشیہ اظہار الحق بائیبل سے قرآن تک ص ۱۱۸ ج ۱۔

انجیل برنباس

آج ہم مسلمانوں اور دنیا کے تمام اہل علم کے سامنے ایک ایسی انجیل کا تعارف کرا رہے ہیں جس کا علم مسلمانوں کو جارج سیل کے ترجمہ قرآن پاک (انگریزی) کے مقدمہ سے ہوا اس سے قبل مسلمان اس کے نام سے نا واقف تھے چنانچہ عیسائیت کے بارے میں مشہور مسلم محققین۔ ابن الندیم اور ابن حزم وغیرہ کی کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ انجیل برنباس کا ایطالی زبان میں نسخہ آسٹریا کے دارالسلطنت وائنا کے شاہی کتب خانہ میں پایا گیا جس کے صفحات کی تعداد ۲۲۵ ہے۔ ایطالی زبان کا یہ نسخہ سب سے پہلے جرمنی کے بادشاہ کے مشیر مسمیٰ کریمر نے پایا تھا اور اس نے ۱۷۰۹ء میں ایک مشہور اور معزز آدمی کے پاس سے اس کو پایا اور چار سال بعد یعنی ۱۷۱۳ء میں اس نے پرنس ایوجین کی نذر کر دیا۔ یہ شہزادہ جنگجو ہونے کے باوجود علم کا شوقین تھا ۱۷۳۸ء میں یہ کتاب (انجیل برنباس) پرنس یوجین کے تمام کتب خانہ کے ساتھ وائنا کے شاہی دربار میں منتقل ہو گئی اور وہیں سے لوگوں کو اس کے بارے میں معلوم ہونا شروع ہوا۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اٹھارھویں صدی کے ابتدائی دور میں انجیل برنباس کا ایک نسخہ ہسپانی زبان میں پایا گیا جس میں ۲۲۱ فصلیں ۲۲ ابواب اور ۴۲۰ صفحات تھے یہ شہر ہڈلی میں تھا وہاں سے ڈاکٹر سیل اس کو اٹھا لایا تھا اور ڈاکٹر سیل سے یہ کتاب آکسفورڈ یونیورسٹی کے کالج کے ایک رکن ڈاکٹر منک ہوس کو ملی۔ اورانھوں نے اس کا ترجمہ انگریزی

زبان میں کیا اور اس نے ۱۷۳۴ء میں اصل اور ترجمہ کو ڈاکٹر ھیوٹ کی نذر کر دیا۔ یہ ہسپانی نسخہ اور وہ ایطالی نسخہ دونوں ایک ہی تھے ان میں تھوڑا سا فرق تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہسپانی زبان کا نسخہ ایطالی زبان سے ترجمہ کیا گیا تھا۔ اور اس ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہسپانی زبان کا مترجم کوئی مسلمان مصطفیٰ العرندی تھا۔

ہسپانی زبان کے مترجم نے اس کے دیباچہ میں ایطالی زبان کے نسخہ کی دریافت کا قصہ لکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ ایک لاطینی راہب جس کا نام فرامرنیو تھا۔ اس کے ہاتھ برنباس کے بہت سے رسائل آئے اور ان رسائل میں سے ایک رسالہ ایسا بھی تھا جو سینٹ پولس کی قلعی کھولتا تھا۔ فرامرنیو کو اسی وقت سے انجیل برنباس کا اشتیاق ہوا۔ اتفاق سے وہ پوپ سکٹس پنجم کا مقرب ہوگیا اور ایک دن اس کے ساتھ اس کے کتب خانہ میں گیا وہاں پوپ کو نیند آگئی اور فرامرنیو نے انجیل برنباس کو وہاں پایا اور اپنے کپڑوں میں چھپاکر باہر لے آیا اور اس کا مطالعہ کیا اور بعد میں مشرف باسلام ہوگیا۔

ہسپانی نسخہ کے دیباچہ میں یہ حکایت اسی طرح درج ہے اور اسی حکایت کو جارج سیل نے اپنے ترجمہ قرآن پاک کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد سے ہسپانی نسخہ کا پتہ نہیں وہ کیا ہوا البتہ ایطالی زبان کا نسخہ بدستور موجود ہے اور اسی کو پڑھ کر محققین نے بحث کا دروازہ کھولا ہے اور اس پر ایک مبسوط مقدمہ ڈاکٹر خلیل سعادت[1] نے اپنے ترجمہ انجیل برنباس میں بھی سپرد قلم کیا ہے۔

---

[1] مصر کے عیسائی عالم ہیں انھوں نے ہی یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ انجیل برنابا کا مصنف کوئی مسلمان معلوم ہوتا ہے جسکی تردید ڈاکٹر رشید رضا نے کی ہے۔

پوپ سکسٹس پنجم کا زمانہ سولھویں صدی کے خاتمہ کا زمانہ ہے اور اٹھارہویں صدی کے شروع میں انجیل برنباس کو انگلستان میں شہرت حاصل ہوئی اور اس پر بحث و مباحثہ کا دروازہ کھل گیا۔ لانسڈیل (پادری) اور اس کی بیوی لورا راگ کا خیال ہے یہ نسخہ (ایطالی) زبان والا ۱۵۷۵ء کا ہے ان دونوں نے انجیل برنباس کے انگریزی ترجمہ کو ڈاکٹر خلیل سعادت (قاہرہ) کے سپرد کیا اور انھوں نے مارچ ۱۹۰۸ء میں اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔

ڈاکٹر خلیل سعادت نے اپنے دیباچہ میں ذکر کیا ہے کہ بابا جلاسیوس نے ۴۹۲ء میں ایک فرمان کے ذریعہ ممنوع کتابوں کی ایک فہرست شائع کی اور اس فہرست میں ایک فتوے کے ذریعہ انجیل برنباس کا پڑھنا بھی ممنوع قرار دیا اور اسی کے ساتھ یہ بھی تحریر کر دیا کہ بعض عیسائی اسی فرمان کو جعلی قرار دیتے ہیں اور یہ زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۷۵ سال پہلا ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپنے محققانہ اور تاریخی انداز بیان میں ایطالی زبان کے نسخہ کو اور اس فرمان کو غیر تاریخی احتمالات نکال کر مشکوک بنا دیا مثلاً انھوں نے فرمایا:۔

ا۔ اگر یہ حقیقت ہے تو پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہ اس کا علم ہوا۔

ب۔ اور خلفاء راشدین اور حضرات صحابہ رض کو کیوں نہ اس کا علم ہوا۔

ج۔ ایسے مشہور مسلم مصنفین کو کیوں نہ اس کا علم ہوا۔

یہ غیر تاریخی احتمالات ہیں کیونکہ اگر احتمال کے اسی معیار کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر منطقی طور پر ہم یہ کہیں گے کہ عدم علم سے کسی چیز کا عدم وجود لازم نہیں آتا ہمارے لئے تو بس اتنا کافی ہے کہ انجیل برنباس میں جو کچھ

لکھا ہے اور جس کے بارے میں علامہ طنطاوی نے اپنی تفسیر جواہر قرآن میں بیان کیا ہے کہ :-

انا جیل میں سے انجیل برنباسؑ قرآن پاک سے زیادہ مطابق ہے۔

اور قرآن پاک نے فرما دیا ہے :-

یکتمون الحق وھم یعلمون	وہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں۔

کیا یہ بات بعید از قیاس ہے کہ قرآن پاک کی مذکورہ آیت نے جس حق کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے ایک حق پوشی۔ انجیل برنباس کے مطالعہ کو قانوناً ممنوع قرار دینا بھی ہو کیونکہ انجیل برنباس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت بشارتیں ہیں ان بشارتوں کی روشنی میں قرآن پاک کی آیت مبارکہ :-

۱- یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم (البقرہ)	وہ آپ کو ایسے ہی شناخت کرتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو

اور انجیل برنباس میں ایسا ہی ہے۔ اور قرآن پاک نے فرمایا ہے :-

مصدقا لما معکم۔ یہ قرآن تمھارے پاس والی کتاب کی تصدیق کرتا ہے

اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن پاک محرف شدہ اور اضافہ شدہ اناجیل اربعہ کی تصدیق نہیں بلکہ اسی انجیل کی تصدیق کرتا ہے اور اس کے اتنے حصہ کی تصدیق کرتا ہے جو قرآن پاک میں بھی موجود ہے اور جس کی طرف علامہ طنطاوی نے اشارہ کیا ہے۔

ایطالی زبان کے نسخے پر منجملہ اعتراضات کے ایک اعتراض اس کے اوپر عربی زبان کے حواشی کی وجہ سے بھی ہے جن کو عیسائی محققین نے اٹھایا ہے اور اتفاق سے ڈاکٹر خلیل سعادت

اس کی تردید کرتے ہوئے خود نشانہ بن گئے وہ یہ کہہ گئے کہ بہت ممکن ہے کہ اس کا محشی کوئی یہودی ہو جو بعد میں مسلمان ہو گیا ہو! یہ مضحکہ خیز بات ہے اور چونکہ ان تمام اعتراضات کا جواب جناب محمد رشید رضا الحسینی اڈیٹر "المنار" نے دیا ہے اس لئے ان کے مقالہ کا خلاصہ زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے۔

محمد رشید رضا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل صرف ایک ہے اور وہ آپ کی ہدایت آمیز تعلیم اور ایک ایسے نبی کی بشارت ہے جو اُن کے بعد دنیا میں ظہور فرما کر دین الٰہی کو کامل کرے گا۔ اور یہی دین ہے کہ جس کو خداوند پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اور نیز ان کے پہلے آنے والے بیشمار انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے بندوں کو تعلیم کیا۔

اناجیل کی کثرت ہونے کی وجہ صرف ایک ہے کہ جتنے مصنفین نے حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح عمریاں لکھیں ہر ایک نے ان کا نام انجیل ہی رکھا۔ کیونکہ یہ کتابیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان تعلیمات اور بشارات ہی کا مجموعہ ہیں جو آپ نے بنی نوع انسان کو بتائی تھیں۔ ان ہی اناجیل میں سے جس کو متروک کر دیا انجیل برنباس ہے۔ برنباس حضرت عیسیٰ ع کے ان حواریوں میں سے ہیں جن کو مقتدایان کلیسا رسول کے نام سے یاد کرتے ہیں[1] بولص (پولس) رسول (حواری) ایک زمانہ تک ان ہی کے ساتھ رہے تھے بلکہ ان ہی برنباس سے مسیح کے شاگردوں کو بولص کو ہدایت پانے اور یروشلم میں واپس آنے کے بعد دوبارہ اس سے

---

[1] بائبل عہد جدید کے باب "رسولوں کے اعمال" جو صفحہ ۱۰۱ سے شروع ہو کر ۱۴۱ پر ختم ہوتا ہے مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں (باقی حاشیہ ص۷۹ پر)

واقف کرایا ہے لہ

یہ انجیل برنباس اس کا مقدمہ (دیباچہ) صاف صاف بتا رہا ہے کہ پولس کی تعلیم ایک نئی قسم کی تعلیم تھی جو کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پائی تھی مگر یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ اسی پولس کی تعلیمات ہی آخرکار غالب آئیں۔

ہم کو تاریخی کتابوں سے انجیل برنباس کا ذکر اسی فرمان کے اندر ملتا ہے جس کو بابا جلاسیوس نے تحریر فرمایا تھا اور اس کا پڑھنا حرام قرار دیا تھا۔ اور جلاسیوس پانچویں صدی کے آخر میں پوپ کے مسند پر متمکن ہوا تھا۔ یعنی ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے (تقریباً) ۷۵ برس پہلے۔

پے درپے صدیاں گزر جانے کے بعد تقریباً دوسو سال

(حاشیہ متعلقہ ص۷۸) برنباس کا ذکر رسولوں (حواریوں) میں دس پانچ جگہ نہیں بلکہ بہت جگہ کیا گیا ہے مگر یہ بھی ستم ظریفی ہے کہ انجیل لوقا، انجیل متی، انجیل مرقس میں بارہ حواریوں میں سے برنباس کا نام نکال دیا گیا ہے حالانکہ وہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی بارہ حواریوں میں سے ہوں، انھوں نے شروع انجیل ہی میں اپنا تعارف کرادیا ہے۔ (عزیزالرحمٰن مترجم)

برنباس کون تھے؟ یہ ابتدا میں قبرص کے ایک یہودی خاندان سے تھے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے اور ان کے ابتدائی بارہ حواریوں میں سے سب سے بڑے حواری شمار کیے جاتے ہیں۔ لہ تاریخی تفصیلات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پولس کے ایمان لانے کے بعد کی طرف اشارہ ہے۔

پہلے لوگوں کو اس انجیل کا پتہ چلا اور ۱۹۰۷ء میں ایک فاضل انگریز نے اس کا ترجمہ اپنی زبان میں کر ڈالا اور اس کا ایک نسخہ ہدیۃً ہمیں بھی ارسال کیا۔

یورپ کے عالموں نے اس انجیل کے موجودہ اصل ایطالی نسخہ کے متعلق بہت طویل بحثیں لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض بحثیں اٹکل پچو ہیں جیسے کہ علماء یورپ کا یہ کہنا کہ اس انجیل کا پہلا مصنف فلاں تھا، یا یہ کتاب فلاں زمانہ میں تصنیف ہوئی۔ اس قسم کی بحث میں المقتطف اور الہلال کے ایڈیٹروں نے بھی یورپ کے علماء کی پیروی کی ہے۔ اس موقعہ پر ہمیں فلسفی بحث کا قاعدہ بتلا دینا ضروری ہے اور اس قسم کے عقلی اصول میں سے ایک اصل واضح کرنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ بحث کا کسی بنیاد پر اٹھانا ضروری ہے خواہ وہ بنیاد فرضی ہی کیوں نہ ہو اگر کوئی بحث میں فرضی قاعدہ کو اصول مسلمہ بنالے تو بعض دفعہ اس قاعدہ کا فرض ہونا غلط ہوتا ہے تو اس پر جس قدر بحث قائم ہوگی سب غلط ہوگی۔

انجیل برنباس پر بحث کرنے والوں نے ایسا ہی کیا ہے انھوں نے فرض کر لیا کہ یہ انجیل کسی مسلمان کی تصنیف کردہ ہے اس کے بعد وہ مصنف کو متعیّن کرنے میں حیران ہو گئے کہ کیا کہیں ؟ معلوم نہیں کہ وہ مغربی ہے یا مشرقی ہے، عربی ہے یا عجمی ہے، قدیم زمانہ کا آدمی ہے یا نئے زمانہ کی پیداوار ہے چنانچہ ڈاکٹر

سعادت اس الجھن میں مبتلا ہو گئے اور انھوں نے کہدیا کہ اس کا مصنف کوئی اندلسی یہودی ہے جو پہلے عیسائی تھا پھر مسلمان ہو گیا لیکن ڈاکٹر صاحب کو یہ خیال نہ رہا کہ انجیل برنباس کا مؤلف عہد قدیم و جدید کی کتابوں میں بعض ایسی باتوں کی موجودگی کا بھی حوالہ دے گیا ہے جس کا قرونِ وسطیٰ کی کتابوں میں نشان بھی نہیں ہے۔ اور ڈاکٹر سعادت نے اس پر توجہ نہیں فرمائی حالانکہ انجیل برنباس کا مصنف اگر وسطی زمانہ کا ہوتا تو اتنی کھلی ہوئی غلطی نہ کرتا۔

ڈاکٹر سعادت نے یہ دلیل بھی قائم کی ہے کہ انجیل برنباس کے بعض مباحث قرآن و حدیث کے موافق ہیں لیکن وہ اسکو بھول گئے کہ ہر وہ چیز جو کسی کے موافق ہو کچھ ضروری نہیں کہ وہ اسی سے ماخوذ ہو۔ ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ توریت شریف حمورابی کی شریعت سے ماخوذ ہے نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ... تعالیٰ کی فرستادہ وحی سے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کے اکثر و بیشتر ... کہ جن کو ایک مسلمان بھی نہیں جانتا اور اس کی عبارت کا ... مسلمانوں کی عبارت کے ڈھنگ سے جداگانہ ہے عموماً اہل عرب کے طرزِ بیان سے بہت دُور ہے۔

اب رہے وہ حاشیے جو ایطالی زبان کے نسخہ پر عربی میں پائے جاتے ہیں اس کے بارے میں احتمال ہے کہ راہب فرامرینو نے لکھے ہوں گے کیونکہ قبولِ اسلام نے اسکو عربی زبان سیکھنے کی طرف رغبت دلائی ہوگی اور اس نے اس قدر عربی حاصل کر لی ہوگی کہ ٹوٹی پھوٹی عبارت میں ترجمہ کر سکے جس پر عجمیت غالب ہو ان حواشی میں جو کمتر صحیح عبارات ہیں وہ ہمارے اس خیال کی تائید کرتی ہیں کیونکہ جو آدمی زیادہ عمر رسیدہ ہونے یا بڑھاپے کے زمانہ میں کوئی غیر زبان سیکھتا ہے وہ ایسی ہی عبارت لکھ سکتا ہے۔

اب ایک بات اور ایسی باقی رہتی ہے جس کو اس انجیل کے متعلق دینی

پہلو سے نہیں بلکہ علمی پہلو سے بحث کرنے والے حضرات سخت قابلِ انکار خیال کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اس انجیل میں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کھلم کھلا لیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کا ظہورِ اسلام سے پہلے لکھا جانا عقل قبول نہیں کرتی کیونکہ پیشین گوئیوں کی نسبت سب کو یہ معلوم ہے کہ وہ اشارہ اور کنایہ کے ذریعے ہوا کرتی ہیں۔ لیکن پکے دیندار اشخاص وحی کی خبر میں ایسی بات کو ذرا بھی بیجا خیال نہیں کرتے۔ کیونکہ یہاں مخبر خداوند عالم الغیب ہوتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

شیخ محمد بیرم (مصری عالم) نے ایک انگریز سے روایت کی ہے کہ اس نے مقام فاتیکان میں کے ما یا کے کتب خانہ میں ایک نسخہ انجیل کا حمیری خط میں بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل لکھا ہوا دیکھا ہے اور اس انجیل میں مسیح فرماتے ہیں۔

ومبشرًا برسولٍ یاتی	اور بشارت دینے والا ہوں اس رسول
من بعدی اسمهٗ احمد	کی جو میرے بعد ہے اور اس کا نام احمد ہے

چنانچہ یہ عبارت قرآن پاک کی عبارت کے حرف بحرف موافق ہے لیکن کسی مسلمان نے کبھی یہ روایت نہیں کی ہے کہ اس نے کہیں کوئی انجیل ایسی دیکھی ہے جس میں صریح بشارتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتب خانہ فاتیکان میں ان قدیم اناجیل اور کتب کا جو قرونِ اولیٰ میں ممنوع قرار دی گئی ہیں کچھ ایسا ذخیرہ باقی اور موجود ہے اگر کہیں وہ ظاہر ہو جائے تو انجیل برنباس وغیرہ کی نسبت سب شکوک اور شبہات دور ہو جائیں۔ (قاہرہ ۲۱ صفر ۱۳۲۶ھ)

ہم چونکہ مذہبی قسم کے لوگ ہیں۔ علم دین ہی ہمارا مشغلہ ہے اس لئے تاریخی اور غیر تاریخی حقائق کو ہم مذہبی اور دینی نقطہ نظر سے پرکھنے کے عادی ہیں کیونکہ

ہمارے علمی اور دینی اصول تاریخی روایات اور امور سے زیادہ مضبوط ہیں دوسرے مذاہب کی کتابوں میں ہمارے دین (قرآن پاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت اور تائید میں اگر کچھ لکھا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی مسلمان نے لکھ دیا ہوگا جبکہ اس قسم کے تاریخی قرائن بھی موجود نہ ہوں۔

تاریخی شہادتوں سے ثابت نہیں کہ قرون وسطیٰ میں مسلمان اسپین سے آگے بڑھے ہوں چہ جائیکہ آسٹریا کے کتب خانہ واکنا تک پہونچ جانا یا کتب خانہ ناتیکان تک جانا۔ البتہ اگر ہسپانی زبان کے نسخے پر اس قسم کے حواشی ہوتے تو اس کے لئے تاریخی قرائن تھے۔ اس کے لئے ڈاکٹر محمد رشید رضا صاحب کی دلیل ہی حقیقت سے زیادہ قریب ہے اور ان کی دلیل کو تاریخی تائید بھی حاصل ہے۔

اور بابا جلاسیوس کا فرمان۔ اس کے ذریعہ انجیل برنباس اور بعض دیگر کتابوں کو ۴۹۲ء (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۷۰ سال پہلے) ممنوع قرار دینا، یہ بھی عیسائیوں کا قلم ہے۔ کسی مسلمان نے ایسا نہیں لکھا اور اس کے اصل اور جعلی ہونے کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ ہم تو اس قدر جانتے ہیں قرآن پاک نے ان کی منفی اور مثبت حرکات کے بارے میں یہ فرمایا ہے۔

۱۔ ویکتمون الحق وھم یعلمون — وہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں

۲۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم — وہ مسلمان صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

واسمی فی الانجیل احمد — میرا نام انجیل میں احمد ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ حضور ؐ اُمّی تھے آپ نے کسی انجیل کو نہیں پڑھا تھا آپ نے جو یہ خبر دی اور اناجیل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ تو یہ بات حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے مخبر صادق ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

تقابلی مطالعہ سطورِ ذیل میں قرآن پاک اور انجیل برنابا کا تقابلی مطالعہ کرایا جاتا ہے۔

ولادتِ مسیح

انجیل برنابا

اللہ نے اس پچھلے زمانہ میں جبرئیل فرشتہ کو ایک کنواری کے پاس بھیجا جو مریم کہلاتی تھی اور داؤد کی نسل سے تھی جو یہودا کے سبط میں تھا جس وقت یہ کنواری پوری پاکیزگی کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھی بغیر کسی ذرا سے بھی گناہ کے وہ ملامت کی بات سے پاک تھی روزہ کے ساتھ نماز پر کمربستہ ایک دن اکیلی تھی ناگاہ وہ جبرئیل فرشتہ اس کی خوابگاہ میں داخل ہوا اور اسے یہ کہتے ہوئے سلام کیا کہ اے مریم خدا تیرے ساتھ رہے کنواری فرشتہ کے ظاہر ہونے سے ڈر گئی لیکن فرشتے نے اُسے یہ کہتے ہوئے تسلی دی کہ مریم تو ڈر نہیں کیونکہ تجھے خدا کے یہاں سے ایک

قرآن پاک

اور مذکور کر کتاب میں مریم کا جب کنارہ ہوئی اپنے لوگوں سے ایک مشرقی مکان میں پھر پکڑا ان سے ورے ایک پردہ۔ پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ۔ پھر بن آیا وہ اس کے آگے آدمی پورا۔ بولی مجھ کو رحمان کی پناہ تجھ سے اگر تو ڈر رکھتا ہے۔ بولا میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا تاکہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا ستھرا بولی کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے اور کبھی نہ تھی میں بدکار۔ بولا یونہی فرمایا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے، اور اس کو ہم کیا چاہتے ہیں لوگوں کے لئے نشانی اور مہربانی ہماری طرف سے ہے اور یہ

نعمت ملی ہے وہ اللہ کہ اس نے تجھے
ایک نبی کی ماں ہونے کے لئے پسند
کیا ہے خدا اسکو قوم بنی اسرائیل
کی طرف مبعوث کرے گا تاکہ وہ
اس خدا کی راہوں میں اخلاص کے
ساتھ چلیں۔ پس کنواری نے جواب
دیا اور بیٹا میں کیوں کر پیدا
کروں گی حالاں کہ میں مرد کو
جانتی تک نہیں تب فرشتہ نے
جواب دیا اے مریم بیشک وہ اللہ
جس نے انسان کو بغیر کسی اور
انسان کے بنایا البتہ وہ قدرت
رکھتا ہے کہ تجھ میں ایک انسان
بغیر کسی اور انسان کے پیدا کر دے
کیونکہ یہ بات کچھ اس کے نزدیک
محال نہیں۔ پھر مریم نے کہا ہاں
میں جانتی ہوں اللہ قدرت والا
ہے پس اس کی جو مرضی ہے وہ ہو
تب فرشتہ نے کہا کہ تو اس
نبی کے ساتھ حاملہ ہو جا جس کو
آئندہ یسوع کے نام سے پکاریگی
پھر اس کو شراب، نشہ لانے والی
چیز اور ہر ایک ناپاک گوشت سے

امر طے شدہ ہے پھر پیٹ میں لیا
اسکو، پھر کنارہ ہو کر لے آئی اس
کو پرلے مکان میں۔ پھر لے آیا اس
کو دردزہ کھجور کی جڑ میں۔ بولی
طرح میں مر چکی ہوتی اس سے پہلے
اور ہو جاتی بھولی بسری۔ پھر آواز
دی اسکو اس کے نیچے سے غم نہ کھ
کر دیا تیرے نیچے سے تیرے رب
ایک چشمہ جاری اور ہلا اپنی طرف
کھجور کی جڑ اس سے گریں گی تجھ پر
پکی کھجوریں۔ اب کھا اور پی اور آنکھ
ٹھنڈی رکھ۔ جب کبھی دیکھے تجھے کوئی آدمی
تو کہو کہ میں نے مانا ہے رحمان کا
روزہ سو بات نہ کرونگی آج کسی
آدمی سے۔ پھر لائی اسکو اپنے
لوگوں کے پاس گود میں۔ بولے اے
مریم! یہ چیز طوفان! اور اے
بہن ہارون کی نہ تھا تیرا باپ برا
آدمی اور نہیں تھی تیرا ماں بدکار
پھر ہاتھ سے بتایا اس لڑکے کو
بولے ہم کیوں کر بات کریں اس
سے جو گود میں ایک بچہ ہے وہ
بولا میں بندہ ہوں اللہ کا۔ مجھ کو

باز رکھ کیونکہ وہ بچہ اللہ کا قدوس ہے
تب مریم یہ کہتی ہوئی جھک گئی کہ لو
میں اللہ کی باندی ہوں۔ پس تیرے
کہنے کے موافق ہو۔ پھر فرشتہ واپس
چلا گیا۔ لیکن یہ کنواری یہ کہہ کر اللہ کی
بزرگی بیان کرنے لگی

فصل اول۔ آیت ۱ تا ۱۲

مریم کے دن پورے ہوئے
تاکہ وہ بچہ جنے پس کنواری کو ایک چمکنے
والے نور نے گھیر لیا۔ اور وہ اپنا بیٹا
بغیر کسی تکلیف کے جنے اور اس کو اپنے
دونوں بازوؤں پر لے لیا اور اس کے
بعد اس بچہ کے ہاتھ پاؤں رسی سے
باندھ کر اسے کھرلی میں رکھ لیا

(فصل ۲ آیت ۸ تا ۱۲)

اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس
نے نبی کیا ہے اور بنایا مجھ کو برکت
والا جس جگہ میں ہوں اور تاکید کی
مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک
رہوں میں جیتا اور سلوک والا اپنی
ماں سے اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست
بدبخت اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا
ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن
اٹھ کھڑا ہوں جی کر۔ (سورہ مریم۔ رکوع ۲)

معلوم رہے کہ جب سورۂ مریم شاہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ نے
تلاوت کی تو اس کی آنکھوں سے بے تحاشہ آنسو جاری ہو گئے تھے اور اس نے
تصدیق کی تھی کہ یہ حق ہے۔ شاہ نجاشی انجیل کا عالم تھا اور عیسائی تھا بعد میں
ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا۔

وفات عیسیٰ علیہ السلام

انجیل برنابا

اور جبکہ سپاہی یہودا کے ساتھ
اس جگہ کے نزدیک پہونچے جس میں

قرآن پاک

اور ان کا کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ
ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا حالانکہ

یسوع تھا۔ یسوع نے ایک بھاری جماعت
کا نزدیک آنا سنا تب اسی لئے وہ
ڈرکر گھر میں چلا گیا اور گیارہ شاگرد
سو رہے تھے۔ پس جبکہ اللہ نے اپنے
بندہ پر خطرہ کو دیکھا۔ اپنے سفیروں
جبرئیل اور میکائیل اور رفائیل
اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا
سے لے لیویں، تب پاک فرشتے آئے
اور یسوع کو دکھن کی طرف دکھائی دینے
والی کھڑکی سے لے لیا۔ پس وہ اسکو
اٹھالے گئے اور اسے تیسرے آسمان
میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ
دیا جو ابد تک اللہ کی تسبیح کرتے
رہینگے۔ (فصل ۲۱۵)

حالانکہ فی الواقع انھوں نے نہ ان کو قتل
کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا لیکن صورت
بن گئی ان کے آگے ویسے ہی اور جو
لوگ اس بارے میں مختلف ہیں وہ
شک میں ہیں۔ ان کو اٹکل کے سوا کچھ
معلوم نہیں انھوں نے اس کو قتل
نہیں کیا بلکہ اسکو اللہ نے اٹھالیا ہے
اپنی طرف اور اللہ تعالیٰ غالب
حکمت والا ہے۔
(نساء)

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے

اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی — جب فرمایا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ میں تجھے
متوفیک ورافعک الیّ — وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھالوں گا۔

قرآن پاک میں متوفی کے معنی نیند کے بھی آئے ہیں۔

ھو الذی یتوفکم باللیل — وہی ذات جو تمھیں رات کو وفات
دیدیتی ہے (سلاتی ہے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب وہ
بین الیقظ والنوم تھے۔ اسی کو ابن جریر رض نے حضرت انس رض سے روایت
کیا ہے۔ انجیل برنابا سے اس کی حرفاً حرفاً تائید ہو رہی ہے اور حال ہی میں

انجیل کا ایک نسخہ اور دریافت ہوا ہے جو پطرس حواری کی طرف منسوب ہے
اس میں بالکل صاف الفاظ میں یہ لکھا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دینے سے کچھ پہلے آسمان
پر اٹھا لیا گیا تھا۔

اناجیل اربعہ از میکملن مطبوعہ نیویارک ۱۹۶۱ء

(بائیبل سے قرآن تک ص۳ ج ۱)

بشاراتِ انجیل

فصل ۱۷ ت میں ہے۔

۱۔ تب یسوع نے جواب دیا تحقیق نبیوں کی کتابوں میں بہت سی ایسی مثالیں لکھی ہوئی ہیں کہ ہمیں ان کے لفظوں کا لینا واجب نہیں بلکہ ان کے معنی اخذ کرنا چاہئیں۔ کیونکہ تمام انبیاء جن کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تک پہنچتی ہے جن کو اللہ نے دنیا میں بھیجا ہے انھوں نے معموں میں تاریکی کے ساتھ باتیں کی ہیں لیکن عنقریب میرے بعد تمام نبیوں اور پاک آدمیوں کی روشنی آئیگا تب وہ تمام نبیوں کے اقوال کی تاریکی پر نور چمکائیگا، کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ ۲۰ تا ۲۴ ت لہ

۲۔ فصل ۴۲ ا میں ہے ا۔

کیونکہ کاہنوں کے سرداروں نے آپس میں مشورہ کیا تھا کہ اس (یسوع) کو اسی کی باتوں سے گرانا (ذلیل) کرنا چاہیئے اسی لئے انھوں نے لاویوں

لہ اس بشارت میں "اللہ کا رسول" سے واضح طور پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اطالوی زبان کے نسخہ میں اس پر عربی زبان کی عبارت یہ ہے قال عیسیٰ بن مریم سیجئی من بعدی نور الانبیاء والاولیاء حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا میرے بعد انبیاء اور اولیا کا نور آئیگا۔ حاشیہ ص۲۲۔

اور چند کاہنوں کو اس (یسوع) سے یہ کہہ کر سوال کرنے بھیجا کہ تو کون ہے؟
تب یسوع نے اعتراف کیا اور کہا سچ یہ ہے کہ میں مسیا (مسیح) نہیں ہوں. پس ان لوگوں نے کہا آیا تو ایلیا[1] ہے یا ارمیا[2] ہے یا قدیم نبیوں میں سے کوئی نبی ہے. یسوع نے جواب دیا ہرگز نہیں، تب انھوں نے کہا تو کون ہے؟ ہم سے بتا تاکہ ہم ان لوگوں سے جاکر بیان کریں جنھوں نے ہمیں بھیجا ہے اس وقت یسوع نے کہا میں ایک آواز شور مچانے والی ہوں تمام یہودیہ میں جو کہ چیختی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو جیسا کہ اشعیا[3]

---

[1] ایلیاہ غالباً حضرت الیاس علیہ السلام کو کہتے ہیں. بنی اسرائیل کو عیسیٰ مسیح کے علاوہ ان کا بھی انتظار تھا. یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کے فرمان کے بموجب بنی اسرائیل کو ان دونوں کے علاوہ ایک نبی کا اور انتظار تھا اور یہ نام "نبی" اتنا مشہور تھا کہ اس کے لئے مزید کسی وضاحت اور تعارف کی ضرورت نہ تھی محض نبی کہہ دینے ہی سے نبی موعود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذہن جاتا تھا عیسائی علماء تسلیم کرتے ہیں کہ یوحنا - ۱ : ۲ و ۲ میں جو لفظ "وہ نبی" استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد وہی نبی ہیں جن کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا انجیل یوحنا باب ۲ آیت ۴۰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے۔
پس بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سنکر کہا بیشک یہی وہ نبی ہے
اوروں نے کہا یہ مسیح ہے۔

[2] حضرت ارمیا علیہ السلام یہ حضرت شعیاہ (یسعیاہ) کے خلیفہ تھے اور یوسیاہ اور صدقیاہ کے زمانے میں بنی اسرائیل کی بداعمالیوں کو روکنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے جب بخت نصر نے حملہ کیا اور یروشلم نیست ونابود ہوگیا تو آپ مصر تشریف لے گئے قرآن کریم میں انکے بارے میں مذکور ہے اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ ۔ (تفسیر مظہری)

[3] اشعیاہ (یسعیاہ) کا تعارف گذر چکا ہے یہ آٹھویں صدی قبل مسیح میں ہوئے اور یہوداہ کے بادشاہ حزقیاہ کے خاص مشیر تھے (بائبل سے قرآن تک ج ۱ ص ۲۱۲)

میں لکھا ہوا ہے۔

انھوں نے کہا جبکہ تو نہ مسیح ہے اور نہ ایلیا اور نہ کوئی نبی تو پھر کیوں ایک نئی تعلیم کی بشارت دیتا ہے، اور اپنے کو مسیّا (مسیح) سے بہت بڑھ کر شاندار بناتا ہے۔ یسوع نے جواب دیا۔ تحقیق خدا کی نشانیاں جو اللہ میرے ہاتھ سے نمایاں کرتا ہے وہ ظاہر کرتی ہیں کہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا کا ارادہ ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو اس کا مانند نہیں شمار کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق نہیں ہوں اس رسول اللہ کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جسکو تم مسیّا (مسیح) کہتے ہو جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور اب میرے بعد آئے گا اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی [1] (۳ تا ۱۷)

۳۔ فصل ۴۳ ب میں ہے۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے تو وہ فقط ایک ہی قوم کے لیئے آتا ہے اللہ کی رحمت کی نشانی اٹھا کر لاتا ہے اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آگے نہیں بڑھا جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے۔ لیکن رسول اللہ جب آئیگا اللہ اس کو ہر وہ چیز عطا کرے گا

---

[1] لفظ مسیح کا اطلاق اگرچہ قرآنی زبان میں حضرت عیسیٰ پر ہوتا ہے مگر قدیم سریانی زبان میں رسول اللہ کو کہتے ہیں یہ بشارت بھی حرفاً حرفاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے اس پر عربی حاشیہ یہ ہے قال عیسیٰ لا ینبغی لی ان یخدم نعلین رسول اللہ لانہ خلق من قبلی و یجیئ من بعدی۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں کی خدمت کے لائق بھی نہیں ہوں کیونکہ وہ مجھ سے پہلے پیدا ہوئے اور اب عنقریب میرے بعد آئیں گے۔

جوکہ اس کی ہاتھ کی انگشتری کے مانند ہے پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لئے خلاص اور رحمت لائے گا جو اس کی تعلیم کو قبول کرینگی۔ اور عنقریب وہ ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی عبادت کو مٹا دے گا کہ شیطان ذلیل و خوار ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰے نے ابراہیم سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے اور کہا ہے تو دیکھ کہ میری تیری نسل سے تمام زمین کے قبیلوں کو برکت دوں گا اور جس طرح تو نے اے ابراہیم بتوں کو توڑ کر پارہ پارہ کیا ہے ویسے ہی تیری نسل کریگی۔ ۱۳ تا ۱۹

۴۔ تب اس وقت یسوع نے کہا اور جب رسول اللہ آئیگا تو وہ کس کی نسل سے ہوگا، شاگردوں نے جواب دیا داؤد کی نسل سے۔ تب یسوع نے جواب دیا تم اپنے آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالو! کیونکہ داؤد اس کو روح میں یہ کہتے ہوئے رب کے نام سے پکارتا ہے۔ اللہ نے میرے رب سے کہا تو میرے داہنی جانب بیٹھ تا کہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پامال کرنے کی جگہ بناؤں تیرا رب تیرے نیزے کو بھیجیگا جو کہ تیرے وسط میں غلبہ والا ہوگا۔ پس جب رسول اللہ جسکو تم مسیا (مسیح) داؤد کا بیٹا کہتے ہو یہی ہوگا تو پھر داؤد اس کو رب کیوں کر کہتا۔ تم مجھے سچا مانو! کیوں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق عہد اسمٰعیل کے ساتھ کیا گیا ہے نہ کہ اسحٰق کے ساتھ[1] ۲۵ تا ۲۷

۵۔ فصل ۴۴۔ ب میں ہے:۔

اور اسی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ بیشک رسول اللہ ایک روشنی ہے

---

[1] بشارت ہذا، نمبر تقریباً یکساں ہے، قرآنی آیات اور احادیث سے اسکی تائید ہوتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور ان سے کیے گئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اور آپ نسل اسمٰعیل سے تھے یہی مضمون عہد جدید کی انجیل متی کے باب ۲۲ آیت ۴۴۔۴۵ میں موجود ہے مذکورہ بائیبل ص ۲۷

جو تقریباً تمام مصنوعات باری کو مسرور کریگا۔ کیونکہ وہ فہم اور مشورت کی روح سے آراستہ ہے۔ حکمت اور قوت کی روح سے خوف اور محبت کی روح سے۔ بینش اور اعتدال کی روح سے۔ وہ محبت اور رحمت کی روح سے آراستہ ہے۔ عدل اور تقویٰ کی روح سے۔ لطف اور صبر کی روح سے۔ ایسی روحیں کہ منجملہ تمام مخلوقات کو عطا کی ہیں۔ وہ کیسا مبارک زمانہ ہے جس میں کہ یہ رسول دنیا میں آئے گا تم مجھے سچا مانو! ہر آئینہ میں نے اسکو دیکھا۔ اور اس کے سامنے عزت اور حرمت کو پیش کیا اسکی تعظیم کی ہے۔ جیساکہ اس کو ہر نبی نے دیکھا۔ کیونکہ اللہ ان نبیوں کو اس (رسول) کی روح بطور پیشین گوئی کے عطا کرتا ہے اور جب کہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا اے محمد۔ اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں کیونکہ اگر میں یہ شرف حاصل کرلوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہوجاؤں گا لہ — ۱۹ تا ۳۰

۶— فصل ۸۲ میں ہے:-

یسوع نے جواب دیا تمھارے دل بے چین نہ ہوں اور تم نہ ڈرو! اسلئے کہ ہرگز میں ہی وہ نہیں ہوں کہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے بلکہ اللہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے تمھاری حفاظت کرے گا باقی رہا میرا معاملہ سو میں تحقیق اس لئے آیا ہوں کہ رسول اللہ کے واسطے جو اب جلد دنیا کے لئے ایک خلاص لیکر آئیگا راہ صاف کروں لیکن تم اس بات سے ڈرتے رہو کہ دھوکہ دئے اس واسطے کہ بعد میں بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے جو میرے کلام

لہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور وہ آخری زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایک امتی کی حیثیت سے مبعوث ہونگے (بخاری شریف)

کو اخذ کرینگے اور میری انجیل کو ناپاک کرینگے[۱] ۔ ۸ تا ۱۱
۷۔ فصل ۸۲ میں ہے۔

پھر عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا۔ اے عورت بیشک تم سامری لوگ اس چیز کو سجدہ کرتے ہو جس کو تم جانتے نہیں لیکن ہم عبرانی لوگ اسے سجدہ کرتے ہیں جس کو ہم جانتے ہیں اور میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق اللہ۔ روح اور حق ہے اور واجب ہے کہ اس کے لئے روح اور حق کے ساتھ سجدہ کیا جائے۔ اسلئے کہ اللہ کا عہد اس کے سوا کچھ نہیں جو اورشلیم کے اندر سلیمان کی ہیکل ہی میں لیا گیا ہے نہ کہ کسی دوسری جگہ میں مگر تو مجھے سچا جان کہ بیشک ایک وقت ایسا آئیگا کہ اللہ اپنی رحمت اس وقت میں دوسرے شہروں کے اندر دیگا اور تب اس کے لئے ہر جگہ میں حق کے ساتھ سجدہ کرنا ممکن ہوگا۔ اور اللہ ہر جگہ اپنی رحمت سے حقیقی نماز کو قبول کریگا۔

عورت نے جواب دیا تحقیق ہم مسیا (مسیح) کے منتظر ہیں پس وہ جب آئیگا ہمیں تعلیم دیگا یسوع نے جواب دیا اے عورت کیا تو جانتی ہے کہ مسیا ضرور آئیگا۔ اس نے جواب دیا ہاں اے سید اس وقت یسوع کا چہرہ چمک اٹھا اور اس نے کہا اے عورت مجھے دکھائی دیتا ہے کہ تو ایمان والی ہے پس اب تو معلوم رکھ کہ تحقیق مسیا ہی پر ایمان لانے سے اللہ کا ہر ایک برگزیدہ خلاصی پائیگا اس حالت میں واجب ہے کہ تو مسیا کی آمد کو جانے

---

[۱] یہ مضمون انجیل یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۲۷ میں اس طرح ہے میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا وہی تمھیں سب باتیں سکھلائیگا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمھیں یاد دلائیگا" اسمیں روح القدس سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور انجیل متی باب ۲۴ آیت ۱۱ میں اسطرح ہے بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہونگے اور بہت سوں کو گمراہ کریں گے۔

عورت نے کہا شاید تو ہی مسیّا ہے اے سیّد۔ یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں ہی اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاصی کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیّا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا آئے گا تمام دنیا کے لئے آئے گا وہ مسیّا کہ اللہ نے اسی کی وجہ سے دنیا کو پیدا کیا اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا یہاں تک کہ جبلی کا سال جو اسوقت ہر سو برس کے بعد آتا ہے مسیّا اسکو ہر سال ہر ایک جگہ میں بنائیگا

۔ ۵۔ تا ۱۸

۸۔ فصل ۹۶ میں ہے :۔

یسوع نے جواب دیا میں یسوع مریم کا بیٹا ہوں ایک مرے ہوئے آدمی داؤد کی نسل سے ہوں اور اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ بزرگی اور عزت خدا کے سوا اور کسی کو نہ دی جائے۔ کاہن نے جواب میں کہا، موسیٰ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے' ہمارا اللہ عنقریب ہمارے لئے مسیّا کو بھیجیگا۔ جو کہ ہمیں اللہ کے ارادے کی خبر دینے آئے گا وہ دنیا کے لئے اللہ کی رحمت لائیگا۔ اسی لئے ہم تجھ سے امید کرتے ہیں تو ہمیں سچ بتا کہ آیا تو ہی اللہ کا مسیّا ہے جس کے ہم منتظر ہیں۔ یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں۔ اسلئے کہ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے'

لہ اس عبارت میں بھی مسیّا سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ بعض عیسائی علماء مثلاً ڈاکٹر سعادت اور دیگر مستشرقین نے جبلی کے سال ۱۳۰۰ء یا ۱۳۵۰ء سے استدلال کیا انجیل برنباس کا مؤلف قرون وسطیٰ کا ہے لیکن یہ استدلال تام نہیں کیونکہ فصل ۸۳ میں مذکور ہے یہی رات مسیّا رسول اللہ کے زمانہ میں وہ سالانہ جبلی ہوگی جو کہ اسوقت ہر سو برس کے بعد آتی ہے

اور میرے بعد آئے گا[1]

کاہن نے کہا ہم تیری باتوں اور تیری نشانیوں سے بہر حال یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ تو ضرور نبی اور اللہ کا قدوس ہے اسلئے میں تجھ سے تمام یہودیہ اور بنی اسرائیل کے نام سے یہ امید کرتا ہوں تو ہمیں اللہ کے واسطے یہ بتادے کہ مسیّا کس کیفیت سے آئے گا۔ یسوع نے جواب دیا' اس اللہ کی جان کی قسم ہے جس کے حضور میں میری جان ایستادہ ہے کہ درحقیقت میں وہ مسیّا نہیں ہوں جس کا کہ تمام زمین کے قبیلے انتظار کرتے ہیں۔ جیساکہ ہمارے باپ ابراہیم[2] سے یہ کہہ کر وعدہ کیا ہے کہ میں تیری نسل سے زمین کے کل قبائل کو برکت دونگا۔ مگر جب اللہ مجھ کو دنیا سے اٹھالیگا تب شیطان دوسری دفعہ اس ملعون فتنہ کو پھر لیوں اٹھائے گا کہ غیر متقی کو یہ اعتقاد کرنے پر آمادہ بنائے گا کہ میں (یسوع) اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا ہوں پس اس کے سبب سے میرا کلام اور میری تعلیم نجس ہو جائے گی یہاں تک کہ قریب قریب تیس مومن بھی باقی نہ رہیں گے۔ اس وقت اللہ دنیا پر رحم کرے گا اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا کہ اسی کے لئے سب چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ نبی جنوب[3] سے قوت کے ساتھ اٹھے گا اور بتوں اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کو ہلاک کرے گا اور شیطان سے اس کی وہ حکومت چھین لے گا جو اُسے انسانوں پر حاصل ہے اور وہ ان لوگوں کی نجات کے لئے جو اس پر ایمان لائیں گے اللہ کی رحمت لائے گا اور

---

[1] اسی قسم کا مضمون انجیل یوحنا باب ۱ آیت ۱۵ میں ہے۔

[2] یہ مضمون عہد قدیم کی پیدائش باب ۲۲ آیت ۱۸ میں ہے۔

[3] مکہ معظمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد اور مدینہ منورہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ اور مدفن، یروشلم اور ملک شام سے جانب جنوب ہے

جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا وہ مبارک ہو گا۔ ۲ تا ۱۴

۹۔ فصل ۹۷۔ میں ہے :۔

تب اس وقت یسوع نے کہا تحقیق تمھارا کلام مجھ کو تسلی نہیں دیتا اس لئے کہ ایک ایسا اندھیرا آنے والا ہے جس میں کہ تم روشنی کی امید ہی کیا کرو گے مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارے میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دیگا اور اس کا دین پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائیگا کیونکہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یونہی وعدہ کیا ہے اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں ہے اس لئے کہ اللہ اس کو دوست اور محفوظ رکھے گا۔

کاہن نے جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے۔ یسوع نے جواب دیا اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئے گی اور یہی بات مجھے رنج دیتی ہے۔ ۴ تا ۱۰

۱۰۔ فصل ۱۱۲ میں ہے :۔

پس اے برنباس تو معلوم کر کہ اس وجہ سے مجھ پر اپنی حفاظت کرنا واجب ہے اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑے کے عیوض بیچ ڈالیگا اور اس بنا پر مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائیگا[له] اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھالے گا

[له] عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیگئی اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہی آسمان پر اٹھالیا اور جس شخص کو سولی دیگئی وہ یہودا غدار تھا کہ جس نے شاہی فوج کے ساتھ سازش کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرانا چاہا تھا (ماقی حاشیہ ۹۷ پر)

اور بے وفائی صورت بدل دیگا یہاں تک کہ اس کو ہر ایک یہی خیال کریگا کہ میں ہوں۔ مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبے کو مجھ سے دور کر دیگا اور اللہ یہ اس لئے کریگا کہ میں نے مسیّا کی حقیقت کا اقرار کیا ہے وہ مسیّا جو مجھے یہ نیک بدلہ دیگا یعنی کہ میں پہنچانا جاؤں کہ زندہ ہوں۔ میں ایسی موت مرنے کے دھبہ سے بری ہوں۔ ۱۳ تا ۱۸

۱۱۔ فصل ۱۳۶ ' دوزخ کے حالات کے ضمن میں ہے:۔

اور جب رسول اللہ وہاں گئے شیطان غل مچائیں گے اور آگ کے دہکتے انگاروں کے نیچے چھپنے کی کوشش کرینگے درآں حالیکہ ان میں کا ایک دوسرے سے کہتا ہوگا بھاگو! بھاگو! اسلئے کہ ہمارا دشمن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگیا۔ آیت ۱۵

۱۲۔ فصل ۱۳۷ نجات کے ضمن میں ہے:۔

تب اس وقت رسول اللہ کہیگا اے رب جہنم میں مومنوں میں سے وہ شخص جلتا ہے جو کہ ستر ہزار سال وہاں رہا ہے۔ پس اے رب تیری رحمت کہاں ہے میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں کہ اے رب تو ان کو سخت عذاب سے آزاد کر دے۔ تب اس وقت اللہ چاروں فرشتوں کو حکم دے گا کہ جہنم میں جاؤ اور ہر اس شخص کو نکال کر جنت کی طرف لے جاؤ۔ اور یہی کام ہے جس کو فرشتے کرینگے اور رسول اللہ کے دین کا نفع یہاں تک ہوگا کہ

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۹۶) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ حضرت عیسیٰ کو تو آسمان پر اٹھالیا اور یہودا کو بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہم شبیہ اور ہم آواز بنا دیا اور اُسی کو سولی دی گئی۔ یہی ایطالی زبان کے نسخہ میں ہے اور یہی ہسپانی زبان کے نسخہ میں ہے اور قرآن شریف نے بھی یہی فرمایا ہے وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (الی قولہ) بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ (سورۃ النساء)

کہ ہر وہ شخص جو ان پر ایمان لائیگا وہ اس سزا کے بعد کہ میں نے اس کی نسبت بیان کیا ہے جنت میں جائے گا اگرچہ اس نے کوئی بھی نیک کام نہ کیا ہو اسلئے کہ وہ اس کے دین پر مرا ہے۔ ۱ تا ۶

۱۳۔ فصل ۱۶۳ میں ہے:۔

اس وقت یسوع نے کہا بھائیو! اس میں شک نہیں کہ برگزیدگی کا سابق میں ہوجانا ایک بڑا بھاری راز ہے تا آنکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُسے صاف طور پر نہیں جانتا۔ مگر فقط ایک ہی انسان۔ اور وہی انسان ہے کہ اس کی طرف قومیں گردن اٹھا کر دیکھ رہی ہیں۔ ایسا انسان ہے کہ اللہ کے راز اس پر پوری طرح واضح اور جلی ہوں گے۔ پس زہے نصیب ان لوگوں کیلئے جو اس کے کلام پر کان لگائیں گے جبکہ وہ دنیا میں آئے گا۔ اسلئے کہ اللہ اس پر سایہ کریگا جیسا کہ یہ کھجور کا درخت ہم پر سایہ کر رہا ہے۔ ہاں بیشک جس طرح یہ درخت ہم کو جلانے والے آفتاب کی دھوپ سے بچاتا ہے۔ ویسے ہی اللہ کی رحمت ایمان والوں کو اس کے نام کے ذریعہ شیطان سے بچائے گی۔ [لہ]

یسوع نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا وہ محمد رسول اللہ ہے اور وہ جب دنیا میں آئے گا تو اصلی رحمت کے وسیلہ سے جس کو وہ لائے گا انسانوں کے مابین نیک اعمال کا ذریعہ ہوگا۔ ۲۔ تا ۹

۱۴۔ فصل ۱۹۱ میں ہے:۔

تب یہیں سے کاتب نے کہا تحقیق میں نے بہت سی چھوٹی قدیم کتابیں موسیٰ اور یسوع کے ہاتھ کی لکھی دیکھی ہیں وہ یسوع جس نے آفتاب کو

لہ اس بشارت میں واضح طور پر رسول اللہ سے مراد جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بشارت کی عبارت احادیثِ مرفوعہ کے عین مطابق ہے۔

ٹھہرادیا تھا جیسا کہ تو نے کہا ہے کہ یہ دونوں اللہ کے خادم اور نبی ہیں اور وہ موسیٰ کی اصلی کتاب ہے پس اس میں لکھا ہوا ہے کہ اسماعیل ہی مسیا کا باپ ہے اور اسحٰق مسیا کے رسول کا باپ ہے اور یونہی یہ کتاب کہتی ہے کہ موسیٰ نے کہا کہ اے رب اسرائیل کے، اللہ قدیر رحیم تو اپنے بندے کو اپنی بزرگی کی روشنی میں ظاہر کر۔ تب وہیں سے اللہ نے اسکو اپنے رسول کو اسماعیل کے دونوں بازوؤں پر دکھایا اور اسماعیل کو ابراہیم کے دونوں بازوؤں پر اور اسماعیل کے پاس ہی اسحٰق کھڑا ہوا اور اس کے بازوؤں پر ایک بچہ تھا جو کہ اپنی انگلی سے یہ کہتا ہوا رسول اللہ کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ یہی ہے وہ جس کے لئے اللہ نے ہر شے کو پیدا کیا ہے۔ ۳۔ تا ۸۔

انجیل برنباس کی یہ تمام بشارات اسلامی لٹریچر کے اعتبار سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر حرفاً حرفاً صادق آتی ہیں جو ایک ناقابل انکار حقیقت ہیں۔ اسلامی لٹریچر جس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے وہ اگر دوسرے مذاہب کی کتابوں میں موجود ہے تو کسی کے لئے وجہ انکار نہیں ہے کیونکہ وہ ہمارے قلم کا تصرف نہیں ہے بلکہ یہ اس مذہب کے لٹریچر کی شہادت ہے۔ اگر یہ بات قابلِ تسلیم نہیں تو پھر یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے یہ الفاظ ان کے بعد عیسائیوں میں سے کسی شخصیت پر منطبق ہوتے ہیں۔

پوری بائیبل میں نبی یا مسیح یا رسول اللہ کا اسم حضرت عیسیٰ ؑ کے حواریوں میں سے کسی کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔ حواریوں کے لئے صرف "رسول" کا لفظ بولا جاتا ہے نہ کہ رسول اللہ اور نبی اور مسیح کا۔

مسیح کے معنی سریانی زبان میں سر پر تیل ملنے کے ہیں۔ عربی میں اس کے لئے مسیح کا لفظ بولا جاتا ہے جیسا کہ موجودہ زمانے میں طریقہ اور

دستور ہے کہ جب کسی کو بڑا بنانا ہوتا ہے اس کے سر پر دستار یا پگڑی باندھ دیتے ہیں اسی طرح سے بنی اسرائیل میں کسی کو بادشاہ بناتے بزرگ اور نبی تسلیم کرنے کے لئے اس کے سر پر تیل ملا جاتا تھا پھر مرور ایام کے بعد بنی اسرائیل میں یہ لفظ خدا کے فرستادہ نبی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ مختلف اناجیل میں حضرت شعیب کے نام اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے نام کے ساتھ کاہن کا لفظ ملتا ہے اسلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں مروّج اصطلاحی لفظ کو استعمال کیا اور بتلایا کہ مسیّا فلاں شخص ہیں جو آنے والے ہیں۔

دیگر اناجیل

گذشتہ حواشی میں انجیل برنباس کی بشارتوں کے تحت ہم نے بعض دیگر اناجیل کے حوالے دئے ہیں اس جگہ بقیہ انجیلوں میں سے اس قسم کی عبارات موجود ہیں جو انجیل برنباس کی بشارتوں کے مطابق ہیں اگر انجیل برنباس کی روشنی میں ان کو پڑھا جائے تو وہ بشارات بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہیں۔

۱۵ — انجیل یوحنا۔ باب ۱۔ آیت ۱۹ تا ۲۵ میں ہے ۔

یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے، تو اس نے اقرار کیا انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انھوں نے اس سے پوچھا تو پھر تو کون ہے۔؟ کیا تو ایلیاہ ہے اس نے کہا میں ایلیاہ نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں! پس انھوں نے اس سے کہا، پھر تو کون ہے؟ اس نے کہا میں بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں۔ تم خداوندکی سیدھی راہ کرو۔ (بائبل ص۹۰ ص۱۸)

یہ بشارت انجیل برنباس میں بھی گذر چکی ہے اور حاشیہ میں اس کا

حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت مسیح کے علاوہ ایک تیسرے نبی کا اور انتظار کرتے ۔نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو تے ہیں۔

۱۶۔ اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمھیں دوسرا مددگار بخشیگا کہ ابد تک تمھارے ساتھ رہے یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے۔ تم اسے جانتے ہو کہ وہ تمھارے اندر رہتا ہے۔ یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۱۶۔۱۷

۱۷۔ میں نے یہ باتیں تمھارے ساتھ رہ کر کہیں لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمھیں سب باتیں سکھائیگا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمھیں یاد دلائے گا۔ (باب ۱۴۔ آیت ۲۵۔۲۶)

۱۸۔ اس کے بعد میں تم سے بہت باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ (باب ۱۴۔ آیت ۳۰)

۱۹۔ لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمھارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دیگا۔ باب ۱۵۔ آیت ۲۶

۲۰۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمھارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤنگا تو وہ مددگار تمھارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمھارے پاس بھیجدوں گا۔ باب ۱۶۔ آیت ۷

۲۱۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، جو سُنے گا وہی کہے گا۔ اور تمھیں آئندہ کی خبریں دیگا۔ باب ۱۶۔ آیت ۱۲۔۱۴

ان بشارتوں کو انجیل برنباس کی روشنی میں پڑھا جائے تو یہ بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ان میں روح روح القدس ۔ مددگار جیسے الفاظ تحریف شدہ ہیں اور تحریف عیسائیوں میں جائز ہے جیساکہ ہم اوپر انسائیکلو پیڈیا برنائیٹکا کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں۔

فارقلیط کون

مذکورہ بشارت کے متعلق دیگر روایات کہ جنمیں روح القدس روح حق ۔ مددگار کی جگہ فارقلیط کا لفظ موجود ہے ذیل میں پیش کی جاتی ہیں :-

و ۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کرونگا تو وہ تمھیں دوسرا فارقلیط بخشے گا کہ ابد تک تمھارے ساتھ رہے گا یعنی سچائی کی روح جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے تم اُسے جانتے ہو۔ کیونکہ وہ تمھارے ساتھ رہتا ہے اور تمھارے اندر ہوگا ۔ یوحنا ۔ ۱۵ تا ۱۸

ب ۔ لیکن فارقلیط یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمھیں سب باتیں سکھائیگا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ سب تمھیں یاد دلائیگا ۔ آیت ۲۶

لیکن جب وہ (فارقلیط) آئے گا جس کو میں تمھارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دیگا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔ یوحنا ۔ ۱۵ ۔ ۲۶

انجیل یوحنا ہی میں بعض جگہ فارقلیط ہے اور بعض جگہ فارقلیط کی جگہ مددگار ہے اور ابن اسحٰق اور ابن ہشام وغیرہ نے انجیل یوحنا ہی سے منحمنا کا لفظ بھی ہے جو غالباً معنا محمد ہے ۔ ماخوذ از بشریٰ مولانا عنایت رسول صاحب۔

د۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمھارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ (فارقلیط) تمھارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمھارے پاس بھیجدوں گا [1] یوحنا۔ ۱۶-۷

یوحنا عہد جدید کی کتابوں میں سے ہے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بعد کی باتوں کو بیان کرتی ہے اب سوال یہ ہے کہ فارقلیط سے مراد کون ہے؟ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ثانی یوم الدار کے دن یا دفن ہونے کے تیسرے دن مراد لیا جائے تو یہ بھی عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ اقنوم، ثالث روح حق یا روح القدس یا روح صداقت، اتحاد لاہوتی کا پایا جانا ضروری ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ا۔ میں تمھارے پاس باپ کی طرف سے بھیجدوں گا۔

ب۔ وہ میری گواہی دے گا۔

اس سے ثابت ہے کہ وہ روح اور فارقلیط کوئی ذات دیگر ہے ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے "میں آؤں گا" اور میں اپنی گواہی دونگا اور اپنی گواہی خود دینا بھی عجیب سی بات ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ بات اپنے کسی حواری کے بارے میں فرمائی تھی تو اب یہ طے کرنا باقی ہے کہ وہ کون ذات شریف ہیں؟ آیا پولس ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بقیہ جتنے حواری ہیں ان میں سے کوئی بھی ان کو نبی تسلیم نہیں کرتا۔ پطرس وغیرہ جتنے بڑے حواری ہیں وہ ان پر سخت تنقید کرتے ہیں اور خود ان کا

---

[1] بائبل سے قرآن تک۔ ماخوذ از بائبل مطبوعہ لندن ۱۸۲۱ء ۱۸۴۴ء ۱۸۳۱ء از عربی تراجم

ابتدائی کردار اور بعد کا بھی اتنا مجروح ہے جو کسی نبی کا ہو نہیں سکتا اور کسی نے بھی ان کی رسالت اور نبوت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ عیسائیوں کا ایک بڑا گروہ ان کو گمراہ اور بدعتی کہتا ہے اور لارڈ ولیم میور اور گاڈ فری ہگنس نے مونٹینس کے بارے میں لکھا ہے ۱۷۷ء میں اس نے فارقلیط ہونے کا دعوی کیا تھا[۵۱] لیکن اس کی نبوت بھی نہ چل سکی۔

اس واقعہ سے اتنا تو ضرور ثابت ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں بھی نبی موعود کا انتظار تھا اور مختلف حضرات نے اس کا دعوی بھی کیا لیکن وہ رد ہو گیا۔ اس کے علاوہ تمام مستشرقین حضرات نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مدینہ منورہ میں اہلِ کتاب کو نبی موعود کا انتظار تھا۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم یہودیوں کی مجلس میں پہونچے اور فرمایا تم میں سب سے بڑا عالم کون ہے۔ لوگوں نے کہا عبداللہ بن صوریا۔ آپ اس کو تنہائی میں لے گئے اور ان تمام انعاماتِ خداوندی کا واسطہ دیا جو اللہ تعالی نے ان پر کئے تھے اور فرمایا کیا تجھ کو یقین ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ کہنے لگا بیشک اور تمام یہودی آپ کے بارے میں ایسا ہی یقین رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تمھیں ایمان سے کیوں رکاوٹ ہے بولا، میں اپنی قوم کی مخالفت سے ڈرتا ہوں۔

۲۔ حضرت صفیہ بنت حیّ بن اخطب ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور

---

۵۱ بائیبل سے قرآن تک ج ۳ ص ۳۲۵ ماخوذ از خطبات احمدیہ

آپ کا قبا میں قیام ہوا۔ آپ کے پاس میرے باپ اور چچا تشریف لے گئے اور غروب شمس تک وہاں رہے اور رات کو گرتے پڑتے بہت مضمحل واپس ہوئے۔ میں نے اپنے چچا کو اپنے والد سے یہ باتیں کرتے سنا، کیا یہ وہی شخص ہے کہ جس کی بشارت توریت میں دی گئی ہے۔ میرے والد نے کہا بیشک! میرے چچا نے کہا کیا تم کو اس پر یقین ہے؟ کہا ہاں! پھر بولا اب کیا خیال ہے جواب میں کہا میں جب تک زندہ ہوں ہمیشہ مخالفت ہی کروں گا[1]

فارقلیط کی تحقیق

فارقلیط دو طرح پڑھا جاتا ہے پر قلیط۔ فرقلیط۔ فارقلیط پر قرائت میں یہ لفظ دو لفظوں سے مرکب ہے۔ عربی زبان کے "ب" فارسی میں "ف" سے بدل دیتے ہیں۔ اس لفظ کے مشتقات بہت کم آئے ہیں۔

گرینس نے لکھا ہے یہ لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے تیز دوڑنا اور بھاری بوجھ اٹھانا۔ اس مادہ کے دو لفظ آتے ہیں پورا جس کے معنی شاخ کے ہیں، دوسرے پر بر اس کے معنی گورخر کے ہیں عربی میں فرر ہی معنی میں آیا ہے۔ عربی میں بھی اس کے مادے سے کوئی دوسرا لفظ نہیں پایا جاتا۔ لیکن سیاقِ کلام اور طرزِ بیان انبیاء علیہم السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی رسول اور مسیح کے بھی ہوتے ہیں یعنی جس میں قوت و نبوت و سلطنت دونوں ہوں کیونکہ وہ بھاری بھاری بوجھ اٹھاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رسالت سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی دوسرا نہیں چنانچہ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

---

[1] تفسیر مظہری و ابن کثیر

اپنا عذر پیش کر دیا تھا۔

یضیق صدری ولا ینطلق لسانی	میرا سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔

اور اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے ا۔

انا عرضنا الامانۃ علی السماوات والارض و الجبال فابین ان یحملنھا	ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا سب نے اسکے اٹھانے سے انکار کر دیا

مفسرین کے نزدیک امانت سے مراد بار رسالت ہے، اور چونکہ گور خر بہت بوجھ اٹھاتا ہے اس مناسبت کی وجہ سے یہ لفظ استعارۃً رسول کے معنی بتلاتا ہے۔

اس لفظ کی دوسری قرأت فاؔر یا پاؔر اس کے معنی چمک کے ہیں اور مجازاً جمال، جلال۔ فخر۔ رونق۔ تہذیب ہیں اس طرح مجموعہ مرکب کے معنی جمیؔل۔ جلیؔل۔ مفتخر، مہذب، حمیؔد۔ محمود۔ محمد ہیں کتب سماویہ میں یہ لفظ اصلاً اور مجازاً بہت استعمال ہوا ہے اس اعتبار سے یہ لفظ یعنی فارقلیط یونانی لفظ پارکلی طوس کا معرب ہے جس کے معنی معین اور مددگار کے ہیں یا پھر بیرکلی طوس سے ماخوذ ہے جس کے معنی محمد اور احمد کے ہوتے ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ فاراؔن اور پاراؔن سے ماخوذ ہو اور فاران عرب کا مشہور پہاڑ ہے اس اعتبار سے بھی اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

(ماخوذ از بشریٰ مولانا عنایت رسول صاحب)

۲۲۔ بائیبل استثناء باب ۱۸ آیت ۱۵، ۱۸ میں ہے۔

خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے

بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا تم اس کی سننا یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب[1] میں کی تھی ۔ ۱۵

میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منھ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس کو حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ جو اس کے کہنے پر نہ چلے گا اسکو عذاب دوں گا۔ (۱۸ - ۲۰)

بائیبل استثنا میں یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان یا ان کی وصیت ہے جو انھوں نے اپنی قوم کو کی ہے ۔ اس بشارت میں یہود تو حضرت یوشع بن نون کو مراد لیتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مراد لیتے ہیں لیکن قرینِ انصاف یہ ہے کہ یہ بشارت بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے کیونکہ یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مانند یعنی صاحب شریعت اور صاحب کتاب رسول نہیں تھے بلکہ وہ ان کے خلیفہ اور متبع تھے۔ بالفرض اگر تھے تو یہودیوں کے عمل سے ثابت نہیں ہے کیونکہ وہ نبی آخر الزماں کی تلاش میں ملک شام چھوڑ کر اطرافِ مدینہ میں آکر آباد ہوئے ۔ ان ہی کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی تمام بنی اسرائیل کو تین شخصیتوں کا انتظار تھا! حضرت ایلیاہ، حضرت مسیح اور نبی موعود یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کھجوروں کے باغات والے شہر میں ہوگا اور اسی علامت کے تحت یہودیوں نے مدینہ کے گرد اپنی آبادیاں قائم کی تھیں قرآن پاک میں مذکور ہے ۔

---

[1] حورب ایک مقام کا نام ہے جو پہاڑی دامن میں تھا اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقریر کی تھی ۔ (البشریٰ)

انا ارسلنا رسولاً شاھداً — بھیجا ہے ہم نے ایک رسول
علیکم کما ارسلنا الیٰ — جو گواہ ہے تم پر جیسا کہ بھیجا
فرعون رسولاً (المزمل) — تھا ہم نے فرعون کیطرف رسول۔

علاوہ ازیں بشارت میں دو جملے ہیں تمھارے بھائیوں میں سے (۲) میری مانند یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے نہ کہ بنی اسرائیل میں سے اور بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہی ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دو چیزوں میں نہیں بہت سی چیزوں میں مشابہت حاصل ہے وہ مشابہت نہ یوشع بن نون کو حاصل نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل

۱۔ جس طرح نزول توریت کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہوگئی تھیں اسی طرح نزول قرآن پاک کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہوگئیں۔ انجیل نے توریت کو منسوخ نہیں کیا تھا اور یوشع بن نون کے بارے میں تو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دشمنوں (کافروں) پر غالب آگئے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے تمام دشمنوں پر غالب آگئے تھے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دشمنوں پر غالب نہ آسکے۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے طور پر کلام کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں کلام کیا۔ یہ خصوصیت نہ حضرت یوشع بن نون کو حاصل، اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل (وعلیٰ ہذا القیاس)

۲۳۔ الیسع[1] نبی کا وعظ

یہ وعظ بائیبل میں یسعیاہ کے نام سے درج ہے،

---

[1] ایک شامی اور اسرائیلی نبی کا نام ہے کہ جنکا زمانہ حضرت الیاس ع کے بعد اور ذوالکفل ع سے پہلے ہوا ہے۔ لغات القرآن ص ۲۴۷ ج ۶

باب اور آیت کا حوالہ بھی درج کیا جاتا ہے۔

دیکھو! میرا بندہ جسے میں سنبھالتا ہوں میرا برگزیدہ[لہ] جس سے میں خوش ہوں[لہ] یعنی اپنی روح اس پر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرے گا۔ وہ نہ چلائیگا اور نہ اپنی صدا بلند کرے گا، نہ بازاروں میں غل مچائیگا اور نہ وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو توڑے گا نہ دھکتی ہوئی بتی کو بجھائے گا (یعنی کسی پر زیادتی نہ کرے گا اور نہ نورِ حق جو باقی رہا ہو گا اس کو بجھائے گا) وہ عدالت کو جاری کرائے گا جو دائم رہے گا، اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ وہ پامال ہوگا جب تک کہ زمین پر راستی قائم نہ کردے اور بحری ممالک (ہندوستان، اسپین) اس کی شریعت کی راہ تکیں گے

خداوند خدا جس نے آسمانوں کو بنایا اور تانا جس نے زمین کو اور اسکی چیزوں کو بنایا اور اس پر چلنے والوں کو سانس بخشا اور اس پر چلنے والوں کو جان دی۔ یوں فرماتا ہے کہ میں خداوند نے صداقت کے لئے تجھے بلایا میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور تجھے لوگوں کی روشنی اور عہد باندھنے والا بناؤں گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بند ہوؤں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہوئے ہیں نور کی طرف لائے۔ یہوواہ میں ہوں یہ میرا نام ہے میں اپنی شوکت دوسرے کو نہ دوں گا۔ جو ستائش میرے لئے سزاوار ہے وہ میں بنائی ہوئی مورتوں کے لئے نہ ہونے دونگا۔ دیکھو سابق کی باتیں (پیشگوئیاں) پوری ہوئیں اور اب نئی پیشین گوئیاں کرتا ہوں۔ اس سے پہلے نہ وہ پوری ہوں۔ خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ۔ اے تم جو سمندر پر سے گذرتے ہو اور تم جو اس میں بستے ہو۔ اے بحری ممالک۔ اور ان کے باشندو تم زمین پر سرتاسر اس کی ستائش کرو۔ بیابان (عرب) اور اس کی

لہ مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم لہ مراد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بستیاں قیدار[۱] کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے (تکبیر و تہلیل سے) سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔ اور بحری ممالک میں اس کی ثنا خوانی کریں گے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ الخ
میں پہاڑوں ٹیلوں کو ویران کردوں گا اور ان کے سبزہ زاروں کو برباد کردوں گا (شام کی فتوحات کی طرف اشارہ ہے جو خلیفہ دوم کی خلافت میں ہوئیں) میں ان کو (اہل عرب) ان راستوں پر لے چلوں گا جن کو انھوں نے دیکھا نہیں ہوگا۔ میں ان کے آگے تاریکی کو روشنی اور ناہموار زمین کو میدان کردوں گا۔ میں ان سے یہ سلوک کروں گا۔ اور ان کو ترک نہ کروں گا۔

(یسعیاہ باب ۴۲ ۔ آیت ۱ تا ۱۷ بائیبل ۶۹۴)

۲ ۴۔ اٹھ روشن ہو! (اے زمین) تیری روشنی آئی اور خدا کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ دیکھو! زمین پر تاریکی اور قوموں پر ظلمت چھا گئی لیکن خداوند تجھ پر طلوع کرے گا اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا۔ قومیں تیری روشنی میں آئیں گی اور بادشاہ تیری تجلی میں چلیں گے (اب یہاں سے زمین مدینہ کی طرف خطاب ہے)
اپنی نگاہ اٹھا کر چاروں طرف دیکھ وہ (عرب) سب کے سب اکھٹے ہوں گے۔ وہ سب تیرے پاس آئیں گے۔ تیرے بیٹے دور سے آئیں گے۔ تیری بیٹیاں گود میں اٹھائی جائیں گی (ان کا احترام ہوگا) تب تو

---

[۱] قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں [۲] کوہ سلع حجاز مقدس کا پہاڑ ہے خیال فرمائیے کہ یہ نشان زد پیشنگوئی کتنی واضح ہے جو آج بھی بائیبل میں موجود ہے۔

دیکھے گی اور روشن ہو گی۔ ہاں تیرا دل اُچھلے گا اور کشادہ ہوگا۔ کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہو گی۔ اونٹ کثرت سے تجھے چھالیں گے۔ مدیان اور عفیفہ کے اونٹ اور سبا کے سب اونٹ تیرے پاس آئیں گے وہ سونا اور چاندی لائینگے[1] اور خداوند کی طرف سناویں گے۔ قیدار کی ساری بھیڑ یں (وحشی لوگ) تیرے پاس جمع ہوں گے۔ نبیط[2] کے مینڈھے (موٹے فربہ آدمی) تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔

(یسعیاہ باب ۶۰۔ آیت ۱ تا ۷ بائیبل ص۷۰۵)

۲۵۔ میں نے ان کی طرف توجہ کی جنھوں نے مجھ سے مانگا مجھ سے انھوں نے پایا جنھوں نے مجھے ڈھونڈا (عرب بت پرستوں اور جاہل قوموں کی طرف اشارہ ہے) میں نے ایک گروہ کو جو میرے نام کی نہیں کہلاتی تھی۔ کہا مجھے دیکھ مجھے دیکھ۔

(یسعیاہ باب ۶۵۔ آیت ۱۔ ۲ بائیبل ص۷۱۱)

۲۶۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں "لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے زور آور ہے کہ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے بھی قابل نہیں۔ وہ تمھیں روح قدس اور آگ سے بپتسمہ (غوطہ) دے گا اس کا چھاج

---

[1] مالِ غنیمت مراد ہے [2] نبیط شرقی عرب کا علاقہ کہلاتا ہے یہ سب باتیں خلیفہ اول کے زمانہ میں پوری ہوگئیں سبا اور یمن اور بنی قیدار کے قبائل اس قدر مدینہ منورہ میں آگئے تھے کہ پورے علاقہ کو ڈھانک لیا تھا یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ملک شام کی طرف جہاد کا اعلان ہوا تھا۔ اس جہاد میں عرب کی وحشی قومیں (مینڈھے) شریک ہوئے یہ پیشگوئی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت سے سات سو سال پہلے دیجا چکی تھی بنی قیدار اور قیدار کا اطلاق ہرگز بنی اسرائیل پر نہیں ہو سکتا یہ اطلاق تو حرفاً حرفاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر صادق آتا ہے۔

اس کے ہاتھ میں ہوگا وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا۔ اپنے گیہوں (نیک صحابہ) کو کھتے میں جمع کرے گا اور بھوسی (کفار و مشرکین) کو آگ میں جلائے گا۔

(انجیل متی باب ۳۔ آیت ۱۱۔ ۱۲ بائیبل عہد جدید ص۶)

اجمالی تبصرہ سطور بالا میں انجیل کے نسخوں اور مروّجہ بائیبل سے تقریباً اکثر پیشینگوئیوں کو ذکر کر دیا ہے۔ لیکن اگر اناجیل اور توریت کے اور نسخے دستیاب ہو جائیں تو بلاشبہ اور بہت پیشین گوئیاں دستیاب ہوں گی چنانچہ انجیل کا ایک قدیم نسخہ دمشق میں بھی دریافت ہوا ہے جس کا اقتباس ہم نے ایک کتاب میں پڑھا ہے وہ یہ ہے :۔

گذشتہ زمانوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نام کی منادی کرنے والے مبعوث فرمائے ہیں تاکہ صفحۂ دنیا پر ایسا طبقہ محفوظ رہے جس سے مقدسین کی نسل فروغ پا سکے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے مسیح کی معرفت ان کو ایک مقدس روح کی خبر دی ہے جو کہ ایمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قرآن مجید نے جو دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئی کی ہے وہ قدیم بائیبل کے نسخوں میں موجود ہے۔ عبرانی زبان میں حرف ڈ کو ت سے بدل دیا جاتا ہے مثلاً دف کو عبرانی زبان میں تف لکھتے ہیں۔ اسی طرح احمد کا تلفظ عبرانی زبان میں ایمت ہوگا جس کے معنی سراپا صداقت اور سراپا روشن (ILLUSTRIOUS) کے ہیں چنانچہ آج بھی بعض مستشرق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (MOHAMMFD)

کی بجائے MOHAMMET لکھتے ہیں [1]

توریت اور انجیل کی بعض پیشین گوئیوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالیگا اس کی تصدیق کلام الٰہی کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى	وہ اپنی طرف سے نہیں کہتے وہ
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى	تو کلام الٰہی ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

اور یہ ایک ثابت شدہ تاریخی حقیقت ہے جس کو حبشہ کے بادشاہ شاہ نجاشی نے تسلیم کیا اور مسلمان ہو گئے

مرحبًا بکم وبمن جئتم	تم مبارک اور جس کی خبر تم لائے
من عندہ اشھد انہ	وہ مبارک میں گواہی دیتا ہوں
رسول اللہ وانہ الذی	کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان
نجد فی الانجیل وانہ	کا ذکر ہم نے انجیل میں پایا۔
الذی بشر بہ عیسیٰ	ہے اور حضرت عیسیٰ نے ان
بن مریم [2]	کی بشارت دی ہے۔

اگر انجیل برنباس کو موجودہ زمانہ کی دریافت قرار دیدیا جائے تو بھی انجیل کے مختلف نسخوں میں (جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے) بکثرت بشارات موجود ہیں۔ شاہ نجاشی انجیل کا عالم تھا وہ جان گیا تھا کہ نبی موعود یہی ہیں۔ ایسے ہی ہرقل بھی اپنے زمانے کا عالم تھا۔ اگرچہ ایمان نہیں لاسکا (اور روایت یہ ہے کہ مسلمان ہو گیا تھا) ایسے ہی حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت سلمان فارسی اور عداس، بوہیرہ راہب اور دیگر حضرات کھلی ہوئی تاریخی روشنی میں ہیں اور ان کی تصدیقات ہیں کہ توریت اور انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] بارگاہ رسالت بابت جولائی ۱۹۵۵ء پاکستان [2] مسند احمد

علیہ وسلم کی بعثت سے متعلق بہت علامات اور پیشین گوئیاں ہیں اب اسکے بعد

فبای حدیث بعدہ یومنون	ایمان لانے کے لئے اور کونسی دلیل ہونا چاہیئے۔

۲۷۔ استثناء باب ۳۳ میں یہ بشارت موجود ہے :۔

خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا اور کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور ہزاروں قدسیوں میں سے آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی[۱]

اس بشارت میں سینا سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت مرحمت فرمانا اور شعیر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، کیونکہ شعیر ملک شام کا ایک پہاڑ ہے جس کو آج جبل الخلیل کہتے ہیں اور فاران سے مراد مکہ معظمہ کا پہاڑ ہے اور یہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ بعض عیسائیوں نے فاران کے محلِ وقوع میں بہت مغالطہ پھیلایا ہے مگر وہ جغرافیہ داں حضرات کے نزدیک بھی مردود ہے قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے :۔

والتین والزیتون و	قسم ہے انجیر اور زیتون کی
طور سینین وھذا	اور طور سینا کی اور اس امن
البلد الامین	والے شہر کی۔

انجیر و زیتون چونکہ علاقہ شام میں بہت ہوتے ہیں اسلئے اس سے

---

[۱] ماخوذ از بشریٰ مولانا عنایت رسول، اظہار الحق از مولانا رحمت اللہ صاحب رح

مراد غالباً نبوتِ عیسیٰ ؑ اور شریعت عیسیٰ علیہ السلام ہے اور طورِ سینین سے مراد نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی شریعت ہے اور بلدِ امین سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شریعت مراد ہے اس طرح استثناء کی بشارت اور قرآنی قسموں کا مقصود ایک ہی قرار پاتا ہے۔

۲۸- پیدائش باب ۴۹۔ آیت ۱۰ میں ہے:-

یہوداہ[1] سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا سلسلہ موقوف ہوگا جب تک شیلوہ نہ آجائے اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی۔

شیلوہ کے معنی میں بہت اختلاف ہے۔ بنی اسرائیل (یہودی) کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ ہیں کیونکہ عبرانی زبان میں موسیٰ ؑ کے عدد بھی ۳۴۵ ہیں اور شیلوہ کے عدد بھی ۳۴۵ ہیں۔ لیکن یہ تعبیر غلط ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کو سلطنت حاصل نہ ہوسکی۔ البتہ ان کی شریعت کو خوب فروغ ہوا اس کی تاویل میں بعض یہ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام مراد ہیں لیکن وہ صاحب شریعت رسول نہ تھے۔ عیسائیوں نے کہا ہے کہ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن وہ احکاماتِ توریت کو منسوخ کرنے والے نہ تھے اور اگر ہوں بھی تو ان کے اوپر کل بارہ آدمی ایمان لائے اور ان کے زمانہ میں عیسائیوں کی حکومت قائم نہ ہوسکی۔ مولانا عنایت رسول صاحب نے شیلوہ کی تحقیق میں تین لغات بیان کئے ہیں۔

---

[1] بائیبل سے قرآن تک از ص۲۵۱ ج۳ لغایۃ ص۲۵۵ ج۳ مختصراً [2] حضرت سلیمان ؑ کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں منقسم ہوگئی تھی اسکے ایک حصہ کا نام یہوداہ تھا۔

۱۔ شیلوہ ۔اس کے معنی مخرج اور مہاجر کے ہیں اور حضورؐ مہاجر مدنی ہیں۔
۲۔ شیلوہ ۔ شَالَا اس کا مادہ ہے اس کے معنی امین اور مامون کے ہیں اور حزقیل نبی نے بھی شیلوہ کے یہی معنی بیان کئے ہیں اور حضورؐ کا امین اور مامون ہونا ظاہر ہے۔
۳۔ شیلوہ ۔ شال اس کا مادہ ہے جس کے معنی سوال اور مسئول کے ہیں گویا آپ کے حق میں دعائے ابراہیم علیہ السلام قبول ہوئی تھی۔[1]

۲۹۔ دانیال نبی کا خواب

شاہ بابل بخت نصر نے ایک خواب دیکھا اور وہ بھول گیا پھر حضرت دانیال علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ وہ خواب اور اس کی تعبیر معلوم ہو گئی جسے آپ نے بادشاہ کے سامنے اس طرح فرمایا:۔

اے بادشاہ تو نے ایک بڑی مورت دیکھی وہ بڑی مورت جس کی رونق بے نہایت تھی تیرے سامنے کھڑی ہوئی ۔ اور اس کی صورت ہیبتناک تھی اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا اس کا سینہ اور بازو چاندی کے اور اس کا شکم اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے ۔ تو اسے دیکھتا رہا ۔ یہاں تک کہ ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا اور اس مورت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے، لگا۔ اور ان کو

---

[1] بشریٰ از ص۳۵ تا ص۳۷ مختصراً

ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی
اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور تابستانی کھلیان
کے بھوسے کی مانند ہوئے اور وہ پتھر جس نے اس مورت
کو توڑا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین میں پھیل
گیا ـــــــــ وہ خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ
کے حضور بیان کرتا ہوں ؎

اے بادشاہ تو شہنشاہ ہے جس کو آسمان کے
خدا نے بادشاہی اور توانائی اور قدرت و شوکت
بخشی ہے اور جہاں کہیں بنی آدم سکونت کرتے
ہیں۔ اس نے میدان کے چرندے اور ہوا کے پرندے تیرے
حوالہ کر کے تجھ کو ان سب کا حاکم بنایا ہے اور سونے کا
سر تو ہی ہے۔ اور تیرے بعد ایک سلطنت اور برپا ہوگی
جو تجھ سے چھوٹی ہوگی اور اس کے بعد ایک سلطنت اور
تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی اور چوتھی
سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہوگی اور جس طرح
لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب آتا ہے
ہاں جس طرح سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے
اور کچلتا ہے اسی طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گی' اور
کچل ڈالے گی۔ اور جو تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور
انگلیاں کچھ تو کمہار کی مٹی کی اور کچھ لوہے کی تھیں سو اس
سلطنت میں تفرقہ ہوگا مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اس میں
لوہا مٹی سے ملا ہوا تھا وہ بنی آدم سے آمیختہ ہوں گے
لیکن جیسے لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا ویسے ہی وہ بھی آپس میں

میل نہ کھائیں گے۔ اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کریگا جو تا ابد نیست نہ ہوگی اور اس کی حکومت کسی قوم کے حوالہ نہ کی جائے گی بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی۔ جیسا تو نے دیکھا کہ وہ پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی پہاڑ سے کاٹا گیا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا خدا تعالےٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے کو ہونے والا ہے اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی۔

(کتاب دانیال آیات ۳۱ تا ۴۵ از اظہار الحق ص ۳۰ ج ۲)

اس پیشین گوئی کو تاریخی ادوار میں ملاحظہ فرمائیے :۔

یہ خواب بخت نصر نے دیکھا تھا جس نے بنی اسرائیل پر تباہی مچائی تھی اور ہیکل سلیمانی کو برباد کیا تھا۔ اس کے بعد دوسری حکومت دارا بادشاہ کی ہے مگر اس کی حکومت بخت نصر (کلدانی) کی حکومت کے مقابلہ میں بہت کمزور تھی۔ تیسری حکومت کیخسرو (کیانی) کی ہے جس کو عیسائی مورخ خورش کہتے ہیں اور مولانا آزاد کی تحقیق کے مطابق یہی ذوالقرنین ہے اس کی حکومت ۵۳۶ء قبل مسیح ہوئی۔ چوتھی حکومت سکندر رومی کی ہے یہ ۳۳۰ ق م ایران اور ہندوستان کے مغربی حصہ تک قابض ہو گیا تھا۔ سکندر رومی کے جانے کے بعد وہ ایرانیوں کی حکومت کو چند ٹکڑوں میں تقسیم کر گیا تھا جس کی وجہ سے یہ حکومت ساسانیوں کے غالب آنے تک بہت کمزور رہی۔ اس کے بعد ساسانیوں کا قبضہ ہو گیا۔ نوشیروانِ عادل

اسی خاندان سے تھا۔ اسی خاندان کو شکست دیکر مسلمان قابض ہوئے مسلمانوں کا قبضہ و اقتدار ربع مسکون پر ہوگیا اور ان کی یہ شوکت قیامت تک رہے گی یہ بات دیگر ہے کہ عبوری زمانہ میں مختلف اسباب کی بناء پر مسلمانوں میں ضعف پیدا ہو جائے جیسا کہ آج کل ہے لیکن آخر الامر ان ہی کو غلبہ حاصل ہوگا اور ظہور مہدی اور نزول عیسٰی علیہ السلام میں بالآخر اسی ملت کو اقتدار کامل حاصل ہوگا۔

۳۰۔ آخری ملّت

انجیل متّی باب ۲۰۔ آیت ۱ میں ہے :۔ آسمان کی بادشاہی اس گھر کے مالک کے مانند ہے جو سویرے نکلا تاکہ اپنے تاکستان میں مزدور لگائے اور اس نے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھہرا کر انھیں اپنے تاکستان میں بھیج دیا پھر پہر دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں کھڑا دیکھا اور ان سے کہا تم بھی تاکستان میں چلے جاؤ جو واجب ہے تم کو دوں گا پس وہ چلے گئے۔ پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکل کر اوروں کو کھڑا پایا۔ اور ان سے کہا تم کیوں یہاں بیکار کھڑے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں کسی نے مزدوری پر نہیں رکھا اس نے کہا تم بھی تاکستان جاؤ۔ جب شام ہوئی مالک نے اپنے کارندے سے کہا، مزدوروں کو بلا کر اور شروع سے لیکر آخر تک ان کی مزدوری دیدے جب وہ گھر آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے گئے تھے ان کو ایک

ایک دینار ملا۔ اور جب دوسرے آئے ان کو بھی
ایک ایک دینار ملا تو وہ گھر کے مالک سے شکایت کرنے
لگے کہ ان آخر والوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا ہے اور
تونے ان کو ہمارے برابر کر دیا۔ جنھوں نے دن بھر
کا بوجھ اٹھایا اور سخت دھوپ سہی۔ اس نے جواب
دیکر ان میں سے ایک سے کہا۔ میاں میں تیرے ساتھ
بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں
ٹھہرا تھا۔ جو تیرا ہے اٹھالے اور چلا جا۔ میری مرضی
یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں۔ اس پچھلے کو بھی اتنا ہی
دوں گا۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں
سو کروں یا تو اس لئے کہ میں نیک ہوں۔ اس طرح آخر
اوّل، اور اوّل آخر ہو جائیں گے۔

انجیل متی کی اس مثال کو بخاری شریف کی حدیث
(جس کو صاحب مشکوٰۃ نے فضل ہذہ الامۃ میں ذکر کیا ہے)
ملاحظہ فرمائیے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
ہے کہ تمہاری مدت قیام گذ[illegible] امتوں کے
مقابلہ میں ایسی ہے جیسے [illegible] سے غروب
آفتاب تک کا وقت۔ توریت والوں کو توریت
دی گئی اور انھوں نے عمل کیا یہاں تک کہ
آدھا دن گذر گیا۔ یہاں تک کہ وہ عاجز آگئے
اور انھیں ایک ایک قیراط دیا گیا۔
پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی اور

انھوں نے عصر کے وقت تک کام کیا۔ وہ جب عاجز ہو گئے تو انھیں ایک ایک قیراط دیا گیا۔

پھر ہمیں قرآن دیا گیا۔ ہم نے غروب آفتاب تک کام کیا اور ہمیں دو دو قیراط دیا گیا۔ اس پر پہلی دو کتاب والے کہنے لگے؛

پروردگار! آپ نے اِن کو دو دو قیراط دیئے اور ہمیں ایک ایک، حالاں کہ کام ہم نے زیادہ وقت کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

کیا میں نے اجرت کے معاملہ میں کوئی ظلم کیا ہے؟

وہ کہنے لگے، نہیں۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں دوں۔

اب ہم اس عنوان کو قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ پر ختم کرتے ہیں۔

۱۔ وانہ لفی زبر الاولین اولم یکن لھم اٰیۃ ان یعلمھم علماء بنی اسرائیل (الشعراء)

بیشک حضور ص کا ذکر پہلے صحیفوں میں ہے۔ کیا ان کے لئے کوئی آیت نہیں ہے کہ انھیں علمائے بنی اسرائیل بتلا دیتے۔

۲۔ یعرفونہٗ کما یعرفون ابناءھم (الآیتہ)	وہ حضور کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا باب
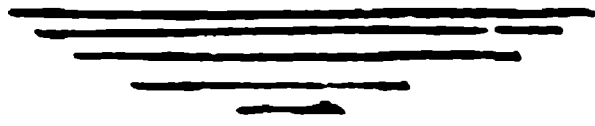
ویدوں سے ماخوذ بشارتیں

تاریخ ہند کا قدیم عنوان

اہم ماخذ

۱۔ تاریخ ہند۔ از مؤرخ فرشتہ۔

۲۔ تحفہ آریہ سماج۔ از عبدالعزیز نومسلم (سابق نام ڈاکٹر جگدمبا پرشاد مطبوعہ ۱۹۰۶ء

۳۔ علوم القرآن از مولانا عبدالحق حقانی۔

۴۔ مضامین پنڈت کھیم کرن۔ پروفیسر راجہ رام۔ ڈاکٹر وید پرکاش۔ ترجمہ پنڈت بشیر الدین صاحب شاہجہاں پوری۔

۵۔ نراشنس رشی تحقیق ڈاکٹر وید پرکاش۔ ترجمہ امام الدین رامپور

۶۔ روزنامہ جنگ۔

۷۔ ماہنامہ "العلم" کراچی ۱۹۶۳ء

۸۔ ڈاکٹر پران ناتھ ترجمہ انگریزی سے۔ از پنڈت بشیر الدین صاحب

۹۔ تفسیر جواہر القرآن از علامہ طنطاوی

۱۰۔ بارگاہِ رسالت مطبوعہ پاکستان ۱۹۶۵ء

دوسرا باب

ویدوں سے ماخوذ بشارتیں

تعارف ویدوں کو ہندو دھرم کی مقدس کتاب مانا جاتا ہے چونکہ ہمارا مسلک یہی ہے کہ ہم دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور ان کی کتابوں کا احترام کریں اسلئے اس جگہ ہم تنقیدی نظر سے گفتگو نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس کتاب کا موضوع تنقید نہیں ہے بلکہ ان سے اخذ و استنباط ہے۔ کسی مذہب کے معتقدات کیا ہیں ان کی کتابیں کس معیار کی ہیں اس کو اہل مذاہب جانیں ہمارے ہندو بھائی چونکہ ان کو مقدس مانتے ہیں اسلئے ہم بھی ان کو مقدس مانتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر وید پرکاش ایم۔اے (جنکی تحقیقات کو ہم نے اختیار کیا ہے) فرماتے ہیں:۔

"نراشنس ویدک زبان کا لفظ ہے نہ کہ دنیاوی زبان"

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اور دوسرے ہندوؤں کے نزدیک وید الہامی کتابیں ہیں اسی وجہ سے انھوں نے اس لفظ کو الہامی اور خدائی کلام قرار دیا ہے۔ بہر حال وہ جو کچھ بھی کہیں ہم ان کے اعتقاد کا احترام کرتے ہیں۔ اس جگہ ہم مؤرخ تاریخ فرشتہ کے حوالہ سے ویدوں کا مختصر ابتدائی تعارف کراتے ہیں۔ مؤرخ موصوف لکھتا ہے:۔

۱۔ ہندوؤں میں مہابھارت سے زیادہ بڑی اور معتبر کوئی دوسری کتاب اس زمانے میں موجود نہیں ہے۔ ابوالفیض فیضی بن شیخ مبارک نے

اکبر کے زمانے میں اس کتاب کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا۔ کتاب مذکور میں ایک لاکھ سے زائد اشعار ہیں۔ ہم اسی کتاب سے اہل ہند کے معتقدات کا خلاصہ اس جگہ لکھتے ہیں تاکہ تاریخی حالات سے اطلاع چاہنے والے ابتداء سے انتہا تک اس کے مضمون سے آگاہ ہو جائیں۔

ہندوستان میں کیا صوفی کیا حکیم اور کیا فقیہ ہر گروہ دنیا کی پیدائش کے حالات میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتا ہے ان مختلف مذہبوں میں سے تیرہ مذہب مہا بھارت میں مذکور ہیں لیکن اہل نظر کے نزدیک کوئی مشرب بھی ایسا نہیں ہے جس سے تحقیق طلب طبیعت مطمئن ہو اور رازِ خلقت جاننے کی آرزو ان کو پڑھ کر بر آئے ہندؤں کے غیر اسلامی عقیدے کے موافق دنیا پر نیرنگ کی گردش چار دور پر تمام ہوتی ہے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

ست یگ ۔ نرتیا یگ ۔ دواپر یگ ۔ کل یگ ۔

جب کل یگ کا دورہ تمام ہوتا ہے تو از سرِ نو ست یگ شروع ہوتا ہے اور پھر کل یگ پر آکر ختم ہو جاتا ہے اسی طرح ان چاروں زمانوں کا یکے بعد دیگرے دَور ہوا کرتا ہے۔ نہ عالم کی ابتداء کی کوئی خبر ہے اور نہ اس کی کوئی انتہا کو جانتا ہے۔ میں نے ایک معتبر کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رض سے پوچھا کہ آدم ع سے تین ہزار سال پہلے دنیا میں کون تھا؟ آپ نے جواب دیا کہ آدم۔ جب تین مرتبہ اس آدمی نے سوال کیا اور ایک ہی جواب پایا تو تعجب کیساتھ چُپ رہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے متعجب اور خاموش دیکھ کر فرمایا:-

اگر تو تیس ہزار مرتبہ بھی مجھ سے پوچھتا کہ آدم سے پہلے کون

تھا، تو میں یہی جواب دیتا کہ آدم[1]

اس روایت سے بھی دنیا کی قدامت پر کچھ روشنی پڑتی ہے اور ہندوؤں کا عقیدہ ایک مزخرف فسانہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ بعض پرانے برہمنوں کے قول سے یہ بھی ثابت ہے کہ دنیا کی ایک انتہا معین ہے اور قیامت کا آنا برحق ہے لیکن مابعد کے محقق ہندو علماء اس قول کی ایسی تعبیر کرتے ہیں جو ان کی قدامت کے عقیدہ کے موافق ہے۔ بہر حال ست یگ کی مدت سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال مشہور ہے۔ اس دور میں اہل زمانہ کی روش صلاحیت پسند اور مستقیم سمجھی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں شریف، رذیل، فقیر، دولتمند کسی کا قدم سیدھی راہ سے ایک ذرہ بھی اِدھر سے اُدھر نہیں اٹھتا اور ہر شخص کا فعل مرضی الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ اس دور میں انسان کی عمر ایک لاکھ سال مشہور ہے۔ اللہ ہی جانے کہ اس قول اور اس عمر کی کیا اصل ہے۔

ترتیا یگ کی مدت بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال مشہور ہے اس زمانے میں تین چوتھائی انسانی آبادی کے اقوال و افعال مرضی الٰہی کے مطابق ہوتے ہیں اور اس دور میں انسان کی عمر طبعی دس ہزار سال کی سمجھی گئی ہے۔

تیسرا دَور جسے دواپر یگ کہتے ہیں آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال

---

[1] اولاً تو یہ قول حضرت علی رضؓ سے ثابت نہ ہوگا بالفرض اگر یہ ثابت بھی ہو تو پھر اس کے دو مطلب ہونگے اولاً یہ کہ اس سے عالم کی قدامت پر استعارہ کیا گیا ہے دوسرے یہ کہ سائل کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ اس کا سوال غلط ہے کیونکہ نسل انسانی کی ابتدا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہے تو اس اصل سے پہلے کا سوال کرنا غلط ہے۔

پر ختم ہوتا ہے اس زمانہ میں نصف حصہ آبادی کے قول میں سچائی اور افعال میں راستی پائی جاتی ہے۔ اس دور میں انسان کی عمر ایک ہزار سال مشہور ہے حضرت آدم اور نوح کی عمریں جو ہزار سال تک کی بتائی جاتی ہیں۔ اہل ہند ان کو قبول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ یہ حضرات آخر دواپر یگ میں پیدا ہوئے اسلئے انھوں نے اتنی طویل عمر پائی۔

چوتھا دور کل یگ ہے اس دور کی مدت چار لاکھ بتیس ہزار برس مشہور ہے اور اس زمانہ میں تین حصہ انسانی آبادی کا قدم صراط مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔ اس دور کی طبعی عمر سو سال بتائی گئی ہے۔ ہر ایک چار دور کی مدت اور آغاز کا مقرر قاعدہ اہل ہند کے اعتقاد کے موافق یہ ہے کہ کل یگ کی مدت کا اضافہ کرنے سے ترتیا یگ کی مدت حاصل ہوتی ہے اور ترتیا یگ پر جب کل یگ کی مدت کا اضافہ ہو جاتا ہے تو ست یگ کا زمانہ آتا ہے۔

یہ زمانہ جو ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہزار پندرہواں سال ہے (اور موجودہ وقت کے اعتبار سے ۱۳۹۸ھ) ہے اہل ہند کے اعتقاد کے مطابق کل یگ کا دور ہے جس کے ابھی صرف چار ہزار سال گذرے ہیں۔

تمام اہل ہند کا اس پر عقیدہ ہے کہ خدا نے سب سے پہلے پانچ عنصر پیدا کیے۔ عناصر اربعہ خاک، آتش، پانی، ہوا اور پانچواں عنصر اکاس۔ اور اس کے بعد برہما نامی ایک شخص کو جو طبعاً تجرد اور دانش کے اوصاف سے متصف تھا عالم وجود میں لاکر اس کی خلقت کو تمام ماسوئی کی پیدائش کا وسیلہ بنایا۔ عوام کے نزدیک اکاس سے مراد آسمان ہے لیکن خواص ہنود اس عقیدے کو نہیں مانتے اور

کہتے ہیں کہ ہندوستانی حکما سرے سے آسمانی وجود کے قائل نہیں جو کچھ بالائی فضا میں دکھائی دیتا ہے وہ منجمد ہوا ہے جس کا فرضی نام آسمان ہے ستارے جو آسمان پر جڑے ہوئے ہیں درحقیقت ان بزرگانِ سلف کے وجود ہیں جنھوں نے حقیقی ریاضت اور پاک عبادتوں کے ذریعہ سے نورانی جسم اختیار کیا الخ

برہما نے خدا کے حکم سے انسان کو عدم سے وجود میں لاکر ان چار قسموں میں تقسیم کیا برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر۔ اسی بزرگ برہما نے الہامی تعلیم اور تائید سے مستفید ہوکر ایک کتاب جس کو وید کہتے ہیں دنیا اور آخرت کے فائدہ کے لئے مرتب کی اور اپنے وہبی علم سے ایسے قوانین بنائے جس کے ذریعہ انسان دنیا کی ہر چیز سے وابستہ رہ کر بھی خدا کو نہ بھولے اور اسی کو ہر چیز میں دیکھے۔

ان تمام ضوابط اور قوانین کو بید میں تفصیل کے ساتھ درج کر کے اس کتاب کو کلام الٰہی مشہور کیا تاکہ عوام کی مہار ہاتھ میں رہے اور آگے چلنے والے اپنی جگہ سے بڑھ کر اور پیچھے چلنے والے اپنے اعلیٰ مقام سے ہٹ کر چون و چرا نہ کریں۔ اور وید کے ضوابط کے پابند رہیں

وید میں ایک لاکھ اشلوک ہیں۔ اشلوک چار چرن سے بنتا ہے اور چرن ایک اچھر سے کم اور ۲۶ اچھر سے زیادہ نہیں ہوتا اچھر صرف ایک حرف کو کہتے ہیں یا ان دو حرفوں کے مجموعہ کا نام کہ جس کا دوسرا حرف ساکن ہو۔

علمائے ہند کا اس پر اتفاق ہے وید کے اس عجیب و غریب مصنف کی عمر سو سال ہے اس کی عمر کا ہر سال اگرچہ ۳۶۰ دن کا ہوتا ہے کہ ہر روز اس دَور کا جس میں برہما پیدا ہوا ہے چار ہزار سال کا اور ہر رات چار ہزار سال کی ہے۔ علمائے ہند کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ابتداء سے لیکر

اس زمانے تک کئی ہزار برہما پیدا ہو کر ہم سے رو پوش ہو گئے لہ

۲۔ اہل ہند حکیم بیاس (بیاس رشی) کو بہت بڑا عارف کامل جانتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ بیاس زندہ وجاوید ہے۔ بیاس رشی ہی نے برہما کے کلام (وید) کو چار کتابوں میں تقسیم کیا

"رگ وید۔ یجر وید۔ سام وید۔ اتھروید"

بیاس نے اس کتاب کو ساٹھ لاکھ اشلوک پر مرتب کیا تھا ان میں سے تیس لاکھ دیوتاؤں کے ساتھ مخصوص ہیں (یہ عالم بالا کی مقدس ہستیاں ہیں) اور پندرہ لاکھ اشلوک عالم بالا کے دوسرے طبقے یعنی سترلوک کے لئے متعین کئے۔ ۱۴ لاکھ جنات اور راکشش اور گندھرب وغیرہ کے لئے۔ اور ایک لاکھ اشلوک انسانی فائدہ کے لئے۔ یہ ایک لاکھ اشلوک اٹھارہ پرب (ابواب) پر تقسیم کر کے ہر ایک کو اپنے علوم سے فائدہ پہونچایا۔ یہ ایک لاکھ اشلوک اب تک دنیا میں موجود ہیں ۲ہ

۳۔ ہندؤں کا عقیدہ ہے کہ عالم کی پیدائش آدم خاکی سے ہوئی اور اسی طرح برابر آدم خاکی کا وجود ہوتا جائیگا۔ اور یہ دنیا ہمیشہ رہیگی اور صاحب دانش حضرات سمجھ سکتے ہیں ابتدائے عالم سے اب تک جس میں آٹھ لاکھ سال کی مدت کا احتمال پیدا کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ کئی ہزار آدم آکر دنیا میں روپوش ہو گئے ہوں۔ اور جنات جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ انھیں میں سے ہوں لیکن ظاہر ہے کہ وہ خاکی نہ تھے بلکہ بعضوں کی خلقت ہوا سے بعضوں کی آگ سے اگرچہ قانون فطرت ہمیشہ سے یہی ہے کہ جب کوئی قوم نافرمانی اور سرکشی کرتی ہے تو خدائے جبار اس سے انتقام لے کر اُسے دنیا سے نیست و نابود کر دیتا ہے اور دوسری

لہ تاریخ فرشتہ ص۵ تا ۱۸ ج ۱ ۲ہ ایضاً ص۲۰، ۲۱ ج ۱

قوم کو اس کی جگہ پیدا کرتا ہے الخ

۴۔ ویدوں سے مراد چار کتابیں ہیں رگ وید۔ یجر وید۔ سام وید اتھر وید

سناتنی صاحبان کا کہنا ہے کہ دنیا کے شروع میں پرمیشور نے برہما نامی دیوتا کو پیدا کیا اور انھیں یہ چاروں وید پڑھادئے بالفاظ دگیر وید برہما پر نازل ہوئے۔

بعض صاحبان کا کہنا ہے وید چار نہیں بلکہ ایک ہی تھا۔ برہما نے اپنے شاگردوں رشیوں کو پڑھایا اور بہت زمانے کے بعد وہ ایک سے چار حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ یورپ کے عالموں کا کہنا ہے چاروید چار مختلف زمانوں میں تصنیف ہوئے ان میں سب سے پہلا رگ وید ہے جو کہ نہایت قدیم ہے پروفیسر میکس مولر نے کہا ہے۔

تمام دنیا کی کتابوں کی لائبریری میں سب سے قدیم کتاب وید ہی کو کہا جا سکتا ہے [1]

اسلامی نقطۂ نظر | تخلیق عالم اور ویدوں کے بارے میں جو کچھ مرقوم ہو چکا ہے وہ چونکہ دوسرے لوگوں کے عقائد کی بات ہے اس وجہ سے ہمیں اس میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس وقت سے متعلق ہم بات کر رہے ہیں وہ تاریخ کی نظر سے بالکل تاریکی میں ہے جو کچھ ان کی مذہبی روایات ہیں اور معتقدات ہیں ان کے اثبات کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہے۔

اسلام چونکہ اپنی تمام چیزوں کو روایت کے تسلسل اور سند اور اس پر بھی جرح و تنقید کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اس لئے وہ دوسروں سے بھی اتنی ہی قوی بات سننا چاہتا ہے۔

---

[1] تحفۂ آریہ سماج ص۱۰

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے بیشتر آدم خاکی کے علاوہ دنیا میں کوئی خاکی آدم نہیں آیا عہد آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک سات ہزار سال کا زمانہ گذرتا ہے اس لئے دنیا کی عمر کو لاکھوں سال سے متجاوز بتانا غلط ہے اور ہماری تحقیق یہ ہے کہ ہندوستان بھی دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح حضرت آدمؑ کی اولاد سے آباد ہوا۔ جس کا تفصیلی تذکرہ یہ ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے تینوں بیٹوں یعنی سام۔ یافث۔ اور حام کو خدا کے حکم سے دنیا کے چاروں طرف بھیجا اور انھیں کھیتی اور کاروبار کا حکم دیا۔

۱۔ سام حضرت نوح کے بڑے بیٹے ہیں ان کے نوے بیٹے پیدا ہوئے۔ ارشد۔ ارفخشد۔ نود۔ بود۔ ارم۔ قبطر۔ عاد۔ قحطان عرب کے تمام قبائل ان کی نسل سے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام کا سلسلہ نسب ارفخشد سے متصل ہوتا ہے۔

۲۔ یافث یہ شمال اور مشرق کی طرف آباد ہوئے۔ ان کے متعدد بیٹے ہوئے۔ مثلاً ترک، چین وغیرہ۔ چنانچہ مغل اور چینی ان ہی کی اولاد سے ہیں۔

۳۔ حام کے چھ بیٹے ہوئے۔ سندھ۔ حبش۔ افرنج۔ ہرمز۔ بویہ۔ ہند چنانچہ ہند کی آبادی حام کے بیٹے ہند کی اولاد سے ہے[۱] الخ مختصراً

مورخ تاریخ فرشتہ نے جو کسی معتبر کتاب کی روایت نقل کی ہے وہ بے حوالہ و بے سند ہونے کی وجہ سے محلِ نظر اور قابل تامل ہے بالفرض اگر وہ مرفوع ثابت ہو جائے تو قابلِ تاویل ہے اور معنی مجازی پر محمول ہوگی۔ اور اس کی تاویل میں ہم یہی کہینگے جو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے کسی

---

[۱] تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۱، ۲۲ ج ۱

دہریہ کو جواب دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ خدا سے پہلے کون؟ امام صاحب نے فرمایا گنتی گنو۔ اس نے ایک سے گنا۔ امام صاحب نے فرمایا ایک سے پہلے گن۔ اسی نے کہا ایک سے پہلے کوئی گنتی نہیں تو فرمایا خدا واحد ہے اس سے پہلے کوئی نہیں[۱]۔ ایسے ہی یہاں ہے کہ آدم علیہ السلام ایک ہی ہے اس سے پہلے کوئی اور آدم نہیں اگر شروع میں کوئی آدم ہے تو وہی ایک حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

بہر حال انسانی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے اور مورخین نے اس کی زیادہ سے زیادہ مدت سات ہزار سال مقرر کی ہے اسلامی تعلیمات اور قرآنی ہدایات میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اور قوم میں ہادی اور رسول بھیجے ہیں اور ان پر کتابیں نازل کی ہیں۔

لکل قوم ھادٍ — ہر ایک قوم کیلئے ایک ہادی ہوتا ہے

اس لئے ہندوستان کی زمین کا خدا کے فرستادہ اور اس کی کتابوں سے خالی ہونا ممکن نہیں ہے لیکن چونکہ ہمیں ان کے نام معلوم نہیں ہیں اسلئے مجملاً ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس ملک میں جو بھی رسول آئے ہوں اور ان پر جو بھی کتاب نازل ہوئی ہو۔ ہم اس کا انکار نہیں کرتے البتہ صراحت کے ساتھ ہم ان ہی رسولوں اور ان کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں جن کے نام ہمیں بتلا دئے گئے ہیں۔

ویدوں کی اصطلاحات

سناتن دھرمی لوگوں کا کہنا ہے کہ وید برہما پر نازل ہوئے اور برہما کے چار منھ ہیں ایک منھ سے ایک وید نکلا (جن کی تعداد اوپر دی جا چکی ہے) اب ویدوں کے بارے میں جو اصطلاحات ہیں ان کو ذکر کیا جاتا ہے کیوں کہ آئندہ پیشین گوئی کا ان سے زیادہ تعلق ہے۔

۱۔ شرتی۔ اس کے معنی سننے کے آتے ہیں کیونکہ مدتوں تک وید سننے

---

[۱] مناقب از موفق

سنانے سے تعلق رکھتے تھے۔ تحریر میں بعد میں آئے۔

۲۔ رچا۔ وید کے جملہ کا نام رچا ہے۔ اس کے معنی یا مبالغہ تعریف کے ہیں کیونکہ ان میں دیوتاؤں کی بے حد تعریف ہے۔

۳۔ منتر۔ ویدوں کی پوری دعا کا نام منتر ہے۔

۴۔ ورگ۔ پانچ یا چار منتروں کے مجموعہ کا نام ورگ ہے غالباً یہ لفظ برگ سے ماخوذ ہے غالباً لفظ برگ اس سے ماخوذ ہے۔ چونکہ ویدوں کے بڑے بڑے منتر پتوں پر لکھے جاتے تھے۔ چنانچہ ابھی تک ہندو ورق اور پتہ کو پترا یا پتر کہتے ہیں۔

۵۔ ادھیایے۔ چند ورگ کے مجموعوں کا نام ادھیائے ہے جس کے معنی سبق کے ہیں کیونکہ استاد شاگرد کو ایک سبق میں چند پتے پڑھا دیا کرتا تھا۔

۶۔ اشٹک۔ آٹھ ادھیائے (سبق) کا نام ایک اشٹک ہے یہ لفظ ہشتنگ سے لیا گیا ہے۔ اب ہندو ہشتمی (آٹھ والا) اشٹمی بھی کہتے ہیں۔

۷۔ سوکت۔ چند رچاؤں کے مجموعہ کا نام سوکت ہے جو غالباً لفظ سوخت سے ماخوذ ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رچاؤں کو پڑھ کر آگ پر گھی جلا کر دیوتاؤں کو خوش کیا جاتا تھا اس مناسبت سے سوکت (سوخت) نام ہوا۔

۸۔ انوواک۔ کئی سوکت کے مجموعہ کا نام انوواک ہے جو غالباً نوبانگ سے ماخوذ ہے جس کے معنی نیا مضمون کے ہیں۔

۹۔ منڈل۔ حلقہ کو کہتے ہیں جو بہت سے انوواک کو محیط ہوتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ منتر پڑھنے والے اپنے گرد منڈل (دائرہ کھینچ لیتے تھے) اب بھی جادوگر لوگ ایسا کرتے ہیں۔ رگ وید میں دس منڈل ہیں۔

۱۰۔ کانڈ گانٹھ کو کہتے ہیں۔ پنجابی لوگ اب بھی کانڈ کہتے ہیں۔ پہلے زمانے میں بھوج پتر کے پتوں پر وید لکھا جاتا تھا اور ان پتوں کو ایک

گانٹھ میں باندھ لیتے تھے اس لئے اس کا نام اشٹے بھی ہے۔

۱۱۔ پشتک۔ پوستک یعنی کتاب ابتداء میں چونکہ نووار د آریوں کا کوئی مقام نہ تھا اسلئے وہ اپنے علمی مجموعہ کو کھال میں بھر لیتے تھے۔ پھر یہ لفظ رفتہ رفتہ کتاب کے لئے استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ رگ وید کے ۱۲۱، یجر وید کے ۱۰۱، سام وید کے ایک ہزار، اتھر وید کے ۹ پشتک تھے۔

۱۲۔ پاٹھک۔ کتاب کی ایک فصل کو کہتے ہیں۔

۱۳۔ سنگھتا۔ ویدوں کا وہ حصہ جس میں منتر ہیں۔

۱۴۔ براہمنا۔ ویدوں کا وہ حصّہ جس میں ان منتروں کے فوائد ہیں، وغیرہ ذلک [۱]

ویدوں کی تالیف

اکثر ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ ان کے بزرگوں پر بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں (جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے اور وہ چار وید ہیں) ویدوں کی تالیف کے بارے میں زمانہ حال کے مترجمین اور شارحین اور مغربی مفکرین جو سنسکرت کے ماہر ہیں مثلاً ڈاکٹر میکس مولر نے کہا ہے وید حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ایک ہزار سال یا کچھ زیادہ پہلے تالیف ہوئے اور یہ تعداد صرف تخمینی ہے بعض حضرات نے دو ہزار سال قبل مسیح وید کی تالیف کا زمانہ قرار دیا ہے۔ اور یہ نووارد آریہ قوم کی تالیف ہے جو راجہ رام چندر جی سے شروع ہو کر راجہ پانڈو کے عہد پر ختم ہوتی ہے [۲]۔

اگر اس خیال کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کی تائید وید کے بارے میں مذکورہ اصطلاحات سے ہوتی ہے کیونکہ مذکورہ اصطلاحات کے معنی بیان کرنے میں ظاہر کیا ہے کہ وہ الفاظ غالباً فلاں لفظ سے مشتق ہیں۔ کچھ بھی ہو

---

[۱] علوم القرآن مقدمہ تفسیر حقانی ص۲۳۳ [۲] ایضاً ص۲۲۴

وید ہندو دھرم کی بہت قدیم کتاب ہے اور وہ اسکو الہامی اور آسمانی کتاب مانتے ہیں۔ یہ بات دیگر ہے کہ وہ الہامی کتب کی شرائط کے معیار پر اترتی ہیں یا نہیں چونکہ برادرانِ وطن ان کو مقدس مانتے ہیں اس لئے ہم بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ اب سطور ذیل میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق پیشین گوئی کو ذکر کیا جاتا ہے۔

نیرا شنس رشی

یہ ایک مفصل مضمون ہے جو ایک مختصر رسالہ کی صورت میں شائع ہو چکا ہے اس کے مصنف ڈاکٹر وید پرکاش[1] صاحب ایم۔ اے سنسکرت وید۔ ڈی فل دھرم شاستر آچاریہ ڈپ اِن جرمن سنچاک۔ سارسوت ویدانت سنگھ بھارت ہیں۔ اس مضمون کا ترجمہ اور تشریح جناب ابو محمد امام الدین رام نگری نے کی ہے اور اس کو ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا ہے اور ان سے پہلے پنڈت بشیر الدین صاحب شاہجہانپوری نے کیا تھا۔ موخر الذکر کا مضمون

---

[1] اس پیشین گوئی سے متعلق ایک مضمون جناب پنڈت بشیر الدین صاحب کا العلم کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا تھا۔ بشیر الدین صاحب نے پنڈت کھیم کرن اور پروفیسر راجہ رام کے ترجمہ کو اپنی تحقیق کے ساتھ شائع کیا تھا لیکن ڈاکٹر وید پرکاش کی تحریر ان سے زیادہ مفصل اور واضح ہے اس وجہ سے ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے ڈاکٹر وید پرکاش کی تحریر پنڈت کھیم کرن کے اجمال کی گویا تفسیر ہے۔ اس طرح سنسکرت کے تین ماہر اور عالم ایک ہی بات کہہ رہے ہیں اس وجہ سے اس تحریر کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں تاویل کی غلطی ہے۔

متعدد قسطوں میں برہان میں شائع ہوا تھا۔

امام الدین صاحب کی تشریحات میں بہت خامیاں ہیں کہ اصل کو بھی انھوں نے اپنی تشریح میں چھپا لیا ہے اور مضمون کچھ اس طرح گڈ مڈ کر دیا ہے کہ بہت دشواری ہوتی ہے اسلئے ہم وید پرکاش جی کی اصل اور ان کی تشریح کو اور اپنے حواشی کو بہت امتیاز کے ساتھ درج کریں گے اسی وجہ سے ہم نے شروع میں ویدوں کی حقیقت اور اصطلاحات کو علیحدہ سے بیان کیا ہے تاکہ معمولی پڑھے لکھے کو بھی کوئی دشواری نہ ہو۔

نراشنس کے اوصاف

ویدوں میں جتنے منتر آئے ہیں سب ہی پرمیشور کی عظمت پر روشنی ڈالتے ہیں کچھ ہی منتر ایسے ہیں جو دوسرے موضوعات سے متعلق ہیں نراشنس کی عظمت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ رگ وید کے زمانہ میں بھی یگیہ[1] کے وقت نراشنس کو پکارا جاتا تھا۔ پکارتے وقت اسے (BELOVED) کے لفظ سے متصف کرتے تھے رگ وید میں اسے واضح طور پر

۱۔ مدھوجِوا یعنی شیریں زبان بھی کہا گیا ہے۔

۲۔ وہ غیب داں بھی ہوگا۔ جو شخص غیب داں ہوتا ہے اسے کوی کہتے ہیں۔

کوی کی ذکاوت فراست، حیرت خیز ہوتی ہے۔ رگ وید میں نراشنس کی نورانی صورت کو ظاہر کرنے کے لئے

۳۔ اسورتی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے

اسورتی کی ترکیب یہ ہے کہ شوبھنا یعنی حسین یا روشن، ایسا کوئی گھر نہ ہوگا کہ جہاں نراشنس کی مدح وثنا نہ کی جاتی ہوگی۔ نراشنس کے

---

[1] یگیہ طریقہ عبادت ہے۔

بارے میں ایک منتر میں

۴۔ پرتی دھامن یجّن آیا ہے۔

یہ لفظ اجّن روشن کرنے والی آگ کے معنی میں ہے جو انجو مادہ میں شت لاحقہ ملا کر بنا ہے اور پرتی دھامن کے معنی واضح ہی ہیں یعنی ہر ایک گھر کو۔ اگر کوئی اعتراض کرے لفظ اگنی (آگ) بھی انجو مادہ ہی سے بنا ہے جو روشن کرنے والا کے ساتھ جلانے والی بھی ہے تو یہ اعتراض مناسب نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو لفظ جس محل پر استعمال ہوتا ہے اسی محل کے مطابق معنی دیتا ہے. اگر لفظوں کے استعمال کے بارے میں محل استعمال کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان کا مفہوم غارت ہو جائیگا۔

۵۔ نراشنس کو گناہوں سے روکنے والا بتایا گیا ہے۔

منتروں کا مفہوم کرنے والے کُتس آنگیرس رشی نراشنس سے یہ التماس کرتے ہیں کہ وہ آکر تمام لوگوں کو پاپوں سے روکیں۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ کے رشیوں کو نراشنس سے کتنی عقیدت تھی۔ اور وہ اپنے اندر اس کی کتنی زبردست تمنا رکھتے تھے اگر کوئی شک ظاہر کرے کہ

وشوسمانو۔ انھسو نشیہ پرتا۔ کے معنی "تو ہوتے ہیں ہمیں تو گناہوں سے پار اتار" پھر اس کے معنی لوگوں کو پاپوں سے الگ رکھنا کیوں بتائے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ویدوں میں جو منتر ہیں وہ لوگوں کی طرف سے کی جانے والی دعا کے منتر ہیں یا پڑھنے کے منتر ہیں نہ کہ خود رشیوں کے اپنی

بھلائی کے لئے بنائے ہوئے اس لئے کہ وید انسانوں کے بنائے ہوئے نہیں
ہیں اور نہ ویدوں کو کوئی بنا سکتا ہے۔ اسلئے۔

نرا۔ نہسو۔ نشپ۔ پرتن، کے معنی لوگوں کو
گناہوں سے باز رکھنے والا ہی ہوتے ہیں۔

۶۔ نراشنس سواری کے لئے اونٹ استعمال کریگا۔

۷۔ نراشنس کے بارہ بیویاں ہوں گی۔ اتھرووید کے
اسی منتر سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے اس میں اس کی
سواری کے لئے اونٹ کا استعمال کرنا بتلایا ہے۔

۸۔ نراشنس کی ایک پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ ایشور
اسے سو لشک عطا کریگا۔

نشک (اشرفی) کو کہتے ہیں جو مصیبت کے زمانہ میں بڑے کارآمد
ثابت ہوتے ہیں۔

۹۔ نراشنس دس مالاؤں والا ہوگا

مالائیں گلے کا ہار ہوتی ہیں اور گلے کا ہار اُسے کہا جاتا ہے جو نہایت
پیارا ہو۔ دس مالاؤں کی بات اتھرووید۔ کانڈ نمبر ۲۰ سوکت ۱۲۷ منتر ۳
میں ہے۔

۱۰۔ نراشنس کو تین سو اروَن ملینگے
یہ نشانی بھی اتھرووید کے مذکورہ منتر میں ہے

۱۱۔ نراشنس کو ایشور دس ہزار گائیں عطا کرے گا۔

اب ہم اگلے باب میں بتلائیں گے کہ نراشنس پیدا ہوا یا نہیں۔ اور
ہوا تو وہ کون ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی تشریحات

نراشنس ——— محمد رسول اللہ ہیں

لفظ نراشنس کی تحقیق

نراشنس ۔ نر۔ اور آشنس ۔ دو لفظوں سے بنا ہے ۔ نر کے معنی آدمی اور آشنس کے معنی ہیں ستودہ (PAISED) نراشنس ویدک زبان کا لفظ ہے نہ کہ دنیاوی زبان کا ۔ کچھ لوگ نراشنس کے معنی کرتے ہیں ۔ لوگوں کی تعریف ۔ اور بعض کے نزدیک ۔ انسانوں کے ذریعے تعریف کیا ہوا

پہلا معنی شنس ۔ تت پروش سماس سے بنا ہوا ۔ یہ معنی صحیح نہیں ہیں ۔ کیونکہ نراشنس کے سوتروں میں کسی خاص شخص کی تعریف ہے اس لئے جس کی تعریف نراشنس کے بارے میں مذکور ہے ۔ اس سے وہی شخص سمجھا جائے گا ۔ لفظ نراشنس ۔ کرم دھرئے اسماس ۔ ہے جس کی ترکیب ــ نرشس پاسو آشنسر ــ یعنی تعریف کردہ انسان ۔

اس لئے اس سے یہ ثابت ہے کہ وہ شخص کوئی دیوتا نہیں بلکہ انسان ہے ۔ یاد رہے لفظ نر نہ تو دیوتا کا مترادف ہے اور نہ دیووں کی قوموں میں سے کوئی قوم ہے ۔ دیوتاؤں کی قومیں دس ہیں :-

ودیا دھر ۔ اپسرس ۔ یکچھ ۔ راچھس ۔ گندھرو

کنر ۔ پشاچ ۔ سدھ ۔ بھوت ۔

نراشنس کے انسان ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ نراشنس دیووں کی قوموں میں سے نہیں ہے ۔ وہ انسانوں میں تعریف کردہ ہے کیونکہ وہ

انسان کے مترادف لفظوں میں سے ایک ہے۔

نراشنس کی ہمہ گیری نراشنس کے متعلق سنسکرت کتابوں میں کچھ بھی مواد نہیں ملتا۔ ویدک کتابوں میں نراشنس کے بارے میں جگہ جگہ منتر آئے ہیں۔ نراشنس کے متعلق سنہتا کتابوں میں کافی منتر ملتے ہیں۔

۱— اتھروید۔ سنہتا کے کانڈ نمبر ۲۰۔ سوکت نمبر ۱۲۷ میں ۱۴ منتر آئے ہیں۔

۲— رگ وید یہ قدیم تر ہے۔ اس میں متعدد مقامات پر نراشنس کے متعلق منتر ہیں۔ رگ وید میں لفظ نراشنس سے شروع ہونے والے منتروں کی تعداد آٹھ ہے۔

۳— رگ وید۔ منڈل نمبر ۱۔ سوکت نمبر ۱۳۔ منتر نمبر ۱۳ \
″ ″ ″ نمبر ۱۸ ″ نمبر ۹ \
″ ″ ″ نمبر ۱۰۶ ″ نمبر ۴ \
} انمیں نراشنس کا ذکر آیا ہے۔

۴- ″ نمبر ۲ ″ نمبر ۳ ″ نمبر ۲ \
″ نمبر ۱۰ ″ نمبر ۶۴ ″ نمبر ۳ \
″ ″ ″ ″ نمبر ۱۸۲ ″ نمبر ۲ \
} انمیں نراشنس کا ذکر آیا ہے۔

۵— سام وید۔ سنہتا ۱۳۴۹ ویں منتر۔ اور وانح سنیتے تو تریہہ ۱/۲/۹ میں بھی ہے۔

۶— شت پتھ براہمن۔ کھنڈ نمبر ۱ ورش پورن ہشنس کے انعقاد کے موقعہ پر پنج پریا جوں میں۔

۷— نراشنس صرف ایک ہی وید تک محدود نہیں ہے چاروں ویدوں میں پھیلا ہوا ہے۔

نراشنس کا زمانہ جب کسی شخص کو پیش نظر رکھ کر کسی کتاب میں

اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ شخصیت لازماً تصنیف کے ماقبل زمانہ میں ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں آسکتا۔ اگر کوئی اہل علم اس سے یہ نتیجہ اخذ کرے کہ اشنس کا زمانہ ویدوں کے نزول سے پہلا ہے تو اس کی تردید

اتھروید۔ کانڈ ۲۰۔ سوکت ۱۲۷۔ منتر ۱، سے ہوتی ہے وید منتر میں کہا گیا ہے :

لوگو! سنو نراشنس کی مدح وثنا کی جائے گی (اتھروید)

اتھروید۔ رگ وید، یجروید، سام وید سے بہت بعد کا ہے۔ اور اتھروید تینوں ویدوں کے منتخب مجموعہ کا نام ہے اس میں رگ وید کی رچائیں (تعریفیں) سام وید کے گانے، یجروید کی عبادات کا ذکر ہے اس کے علاوہ مہلک امراض سے شفا، جنگ میں نصرت و فتح کے نسخے، اور بہشت و دوزخ کے تفصیلی حالات بھی، اسلئے اس وید کو برہم وید (علم الٰہی) کہا جاتا ہے لہ

نراشنس کی سواری کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ اونٹ ہوگا اسلئے نراشنس اسی زمانہ میں ہوگا جب اونٹ کا استعمال ہوتا ہوگا۔

محمد یا نراشنس نراشنس کے معنے پہلے باب میں بتائے جا چکے ہیں معنی کے اعتبار سے واضح ہے کہ یہ لفظ کسی معین شخص کے لئے آیا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ پیدا ہونے والا شخص جس کے متعلق وید رشیوں نے پیشین گوئی کی ہے نر (انسان) ہوگا۔ اور

لہ العلم کراچی ستمبر سنہ ۱۹۶۳ء مضمون پنڈت بشیر الدین صاحب، ماخوذ از ڈاکٹر پران ناتھ پروفیسر ہندو یونیورسٹی بنارس شائع شدہ ٹائمز آف انڈیا، جولائی و اگست سنہ ۱۹۳۵ء

اسی کے ساتھ ہی آشنس یعنی ستودہ بھی ہوگا۔ اس تعریف کے اعتبار سے ہمیں ایسے شخص کو ثابت کرنا ہے جو انسان بھی ہو اور ستودہ بھی ہو۔

لفظ "محمد" حمد سے بنا ہے جو مصدر ہے جس کے معنی ہیں تعریف اسلئے محمد کے معنی ہوئے تعریف کیا ہوا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسان بھی تھے اور تعریف کئے ہوئے بھی[1]۔ نیز اس طرح یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ نراشنس عربی زبان کے لفظ عربی شخص کے لئے استعمال ہوا ہے[1]۔ مثلاً جیسے جل ایک خاص چیز پانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ (WOTER) اور آب۔ واسیر (WSSER) بھی اسی چیز کے لئے استعمال ہے۔

واٹر انگریزی زبان کا لفظ ہے واسیر جرمن زبان کا اور یہ سب الفاظ ایک ہی حقیقت کے مظہر ہیں اور محمد عربی زبان کا اور نراشنس سنسکرت زبان کا ایک ہی ذات کا مظہر ہے اب دیکھنا یہ ہے نراشنس کی جو اور علامتیں ہیں وہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی منطبق ہوتی ہیں یا نہیں۔

زمانے کا تعین

نراشنس کا ظہور اس زمانہ میں بتلایا گیا ہے جس زمانے میں سواری کے لئے اونٹوں کا استعمال ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی زمانہ میں پیدا ہوئے تھے جب سواری کے لئے بکثرت اونٹوں کا استعمال ہو رہا تھا۔ خود محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اونٹوں کی سواری بہت پسند تھی۔ آپ نے اونٹ ہی کی سواری سے مدینہ کا سفر کیا تھا۔

چند دیگر علامات

نراشنس کی پیدائش ایسے خطہ میں بتائی گئی ہے جو ریگستانی ہوگا۔ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] ص ۲۵ العلم کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

مکہ میں پیدا ہوئے اور یہ ایک ریگستانی خطہ ہے۔

۲۔ نراشنس کے لئے رگ وید میں پریہ (प्रिय) کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی پیار کے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبھی کو پیارے تھے۔

غیب دانی کا ثبوت

نراشنس کو غیب داں بھی بتایا گیا ہے محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غیبی حقائق کا نزول ہوتا تھا۔ اس سے متعلق ایک تاریخی ثبوت عنایت احمد کی کتاب الکلام المبین میں ہے۔ رومیوں اور ایرانیوں کی جنگ میں رومیوں کے مغلوب ہو جانے کا واقعہ اپنے غیبی علم کی بنا پر محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے صحابہ کو بتایا تھا۔ پھر ایک فرشتے سے نو برس کے اندر ہی رومیوں کی آئندہ فتح کی پیش گوئی سُن کر اس کی خبر دی گئی۔ پھر اس پیشینگوئی کے بعد نو برس کے اندر ۶۲۷ء میں رومیوں کو فتح حاصل ہو گئی۔ اسی واقعہ سے متعلق قرآن کی تیسویں سورہ روم نازل ہوئی۔ اس سورت کی دوسری آیت سے لے کر چوتھی آیت تک میں کہا گیا ہے :-

" رومی مغلوب ہو گئے اس عرب کی سرزمین کے قریب وہ اپنے مغلوب ہو جانے کے بعد نو برس کے اندر اندر فتحیاب

له پنڈت جی نے اوپر اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو رومیوں کی شکست اور ایرانیوں کی فتح کے بعد۔ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور مکہ مکرمہ کے ایک کافر کے درمیان بات ہو گئی تھی۔ حضرت صدیق رضؓ نے فرمایا تھا کہ تین سال کے بعد رومی غالب آ جائیں گے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا تو آپ نے فرمایا تھا کہ مدت میں تین کے بجائے ۹ سال کا اضافہ کر لو اور اونٹوں کی تعداد میں بھی اضافہ کر لو !۔

ہوں گے۔ قبل اور بعد کا سارا معاملہ ایشور ہی کے ہاتھ میں ہے
یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غیبی علم کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔[۱]

گناہوں سے روکنے والا

نراشنس کو گناہوں سے روکنے والا بھی کہا گیا ہے۔ کچھ لوگ بددینی کو بھی دین قرار دیکر اس کی پابندی کرتے ہیں ایسے بددینوں کو نراشنس بددینی سے روکے گا نیز آئندہ گناہ نہ کرنے کی ترغیب دے گا۔ جو لوگ گناہ کئے رہتے ہیں اور خدا سے مغفرت نہیں چاہتے ان کو آئندہ گناہ کرنے کا بھی خدشہ رہتا ہے۔ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ صرف لوگوں کو گناہوں سے دور رکھنے کے لئے راغب کیا بلکہ خدا سے مغفرت مانگنے کے لئے بھی ترغیب دی تاکہ لوگوں کو اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں جانا پڑے یہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں شراب اور سود وغیرہ حرام ہیں۔ محمد صاحبؐ نے دوسروں کا مال نہ لینے کی بھی ہدایت کی ہے۔ قرآن میں بھی مال و دولت کے بجائے روحانیت ہی کو اہمیت دی گئی ہے۔

بیویوں کے ذریعہ مطابقت

اتھروید میں نراشنس کو بارہ بیویوں والا بتایا گیا ہے۔ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بھی بارہ بیویاں تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضؓ
۲۔ حضرت سودہ بنت زمعہ رضؓ
۳۔ حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضؓ

---

[۱] غیب دانی سے مراد اسی قدر رہے جتنا کہ اللہ تعالے نے آپکو بتا دیا ہے مطلقاً غیب داں ہونا نہیں ہے۔

۴ ـ حضرت حفصہ بنت عمر و رضؓ
۵ ـ حضرت زینب بنت خزیمہ رضؓ
۶ ـ حضرت ام سلمہ بنت ابو امیہ رضؓ
۷ ـ حضرت زینب بنت جحش رضؓ
۸ ـ حضرت جویریہ بنت حارث رضؓ
۹ ـ حضرت ریحانہ بنت یزید رضؓ
۱۰ ـ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضؓ
۱۱ ـ حضرت صفیہ بنت حیؒ رضؓ
۱۲ ـ حضرت میمونہ بنت حارث رضؓ

اس طرح نراشنس کی بیویوں کے بارے میں جو بات بتائی گئی ہے اس کا محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پورا انطباق ہوتا ہے۔ کسی بھی مذہبی بزرگ کی بارہ بیویاں نہ تھیں۔ اتھروید کی بتلائی ہوئی علامت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہی صادق آتی ہے۔

دیگر چیزوں میں مطابقت

اتھروید میں مجازی صورت میں بھی نراشنس کی کچھ علامتیں بتائی گئی ہیں۔ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کی مطابقت دکھائی جارہی ہے۔

۱ـ اتھروید میں نراشنس کو ایشور کی طرف سے دس ہزار گائے دیئے جانے کا تذکرہ ہے۔ یہاں گائے کا لفظ مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ گائے کی مثال عام طور پر نیک آدمی کے لئے دی جاتی ہے[1]۔ مثلاً (پنگو) نیک انسان کے لئے استعمال ہوا ہے۔ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتح مکہ کی غرض سے کوچ کیا تو ان کے ساتھ دس ہزار صحابہ رضؓ تھے۔ یہ

---

[1] بولا جاتا ہے فلاں آدمی تو گئو کی طرح ہے۔

صحابہ مکہ میں داخل ہوئے نہ کسی سے جنگ کی، اور نہ انھوں نے کسی کو کوئی تکلیف پہونچائی۔ اسی وجہ سے ان صحابہ رضؓ کو دس ہزار گائے کہا گیا ہے۔

۲۔ نراشنس کے متعلق ویدوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کو تین سو اَروَن ملیں گے۔ اردن کے معنی گھوڑے کے ہیں یہ لفظ بھی بطور مجاز استعمال ہوا ہے۔

گھوڑا بہت تیز دوڑتا ہے۔ اور جنگ میں بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے اروَن کا لفظ تین سو یا تین سو سے زیادہ اور چار سو سے کم پر بولا جاتا ہے جیسے سیت شتی ایسی کتاب کو کہا جاتا ہے جو سات سو یا آٹھ سو کے درمیان اشعار کا مجموعہ ہو۔" اروَن کا لفظ بہادر سپاہیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مکہ والوں سے محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جنگ ہوئی تو آپؐ کے صحابہؓ کی تعداد تین سو تھی۔

۳۔ اتھروید میں نراشنس کو دس سرک دئے جانے کا بھی ذکر ہے سرک کے معنی ہار کے ہیں یہ لفظ بھی مجاز کے طور پر استعمال ہوا ہے اس سے مراد دس دوست ہیں جو نراشنس کے گلے کے ہار کے مثل تھے۔

محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بھی ایسے دس خاص صحابہ رضؓ تھے جو آپ پر جان نثار کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں ا۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ ۔ ۲۔ حضرت عمر بن الخطاب رضؓ
۳۔ حضرت عثمان بن عفان رضؓ ۔ ۴۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب
۵۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ ۔ ۶۔ حضرت زبیرؓ بن العوام
۷۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص ۔ ۸۔ حضرت سعیدؓ بن زید
۹۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف ۔ ۱۰۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح

یہ دسوں صحابہؓ ہر جنگ میں محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ

رہا کرتے تھے اور دشمنوں کے حملہ سے آپ کی حفاظت کیا کرتے ہیں ان کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ صحابہ رضؓ جن کو محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔

۴۔ اتھروید میں نراشنس کو سو نشک دیئے جانے کا ذکر ہے نشک کے معنی اشرفی کے ہیں نشک ایسی خصوصیت کے انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اشرفی کی طرح قدر و قیمت رکھتے ہوں۔

ایشوری دھرم کے مبلغین اور دھرم کے محافظین کے لئے بھی نشک کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس لئے کہ نشک بہت قیمتی ہوتا ہے اور اصل دھرم کے محافظ یا معلم کی دی ہوئی تعلیمات کے محافظ کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو جو تعلیم دیتے تھے اس کی حفاظت کا کام سو آدمی کرتے تھے۔ یہ لوگ ان تعلیمات کی حفاظت بھی کرتے تھے اور ان کو دوسروں تک بھی پہونچاتے تھے، یہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے ان شواہد سے ثابت ہوگیا کہ ویدوں میں جس نراشنس کے ہونے کی بات بتلائی گئی ہے وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں۔

سام وید میں حضورؐ کا ذکر

سام وید میں۔ پاٹھک ۲۔ رشتی ۶۔ منتر ۸ میں ہے

अहमिधि . पितु- पीरमेधा ममृतस्य
जग्रह प्रहम् सूर्यइवाजनि

احمد نے اپنے رب سے پُر حکمت شریعت کو حاصل کیا۔
میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں یعنی میں (رشی وتسہ کنو)

قرآن شریف اس منتر کے راز کو اس طرح کھولتا ہے۔

یا ایھا النبی انا ارسلناك اے نبی ہم نے آپ کو شاہد مبشر

شاھداً و مبشراً و نذیراً	اور نذیر بنا کر بھیجا اور
و داعیا الی اللہ باذنہٖ	اللہ ہی کے حکم سے اس کی
و سراجاً منیراً	طرف بلانے والا روشن چراغ
(الآیتہ)	بنا کر بھیجا ہے۔

روشنی دو طرح کی ہوتی ہے اجرام فلکی۔ یعنی وہ اجرام جو بذاتِ خود روشن ہوتے ہیں جیسے سورج دوسرے وہ اجرام جو سورج سے روشن ہوتے ہیں مثلاً چاند اور رات کے ستارے، یہ سب سورج کے وجود کی گواہی دیتے ہیں یعنی ان کا روشن ہونا دلیل آفتاب ہے اسلئے رشی ولسہ کا یہ کہنا کہ میں سورج کی مانند روشن ہوں دراصل سراجاً منیراً کے لئے ایک گواہی ہے کہ وہ وجودِ گرامی احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لہ

ہمارے مفسرین نے سراجاً منیراً کی تفسیر روشن سورج سے کی ہے اور بعض حضرات نے روشن چراغ کی ہے آفتاب نمودار ہونے سے آسمان پر ستاروں کا چمکنا۔ چاند کی روشنی اور وہ بھی رات کی سیاہی میں۔ یہ خود علامت ہے کہ سورج پیدا ہو چکا ہے اگرچہ اس کے ظہور میں ابھی کچھ وقت ہے، ورنہ یہ آسمان پر ستارے نہ جگمگاتے اور رات کے اندھیرے میں لوگوں کی رہنمائی نہ کرتے۔ صبح صادق جب ظاہر ہوتی ہے تو یہ روشنیاں دھیرے دھیرے غروب ہو جاتی ہیں اور پھر مشرق سے نیر اعظم طلوع ہوتا ہے اس کی روشنی میں ذرّہ ذرّہ بھر برائیاں اور اچھائیاں واضح طور پر ہر آنکھ والے پر ظاہر ہو جاتی ہے اور حق کی طرف دعوت دیتی ہیں۔

لا اکراہ فی الدین قد	دین حق اختیار کرنے میں کوئی
تبیّن الرشد من الغیّ	زبردستی نہیں (طلوع آفتاب
(الآیتہ)	کی وجہ سے ہدایت گمراہی سے
	ممتاز ہو چکی ہے

لہ مضمون الحاج بشیر الدین صاحب [illegible]

پنڈت بشیرالدین صاحب جو مسلمانوں میں سنسکرت کے ماہر ہیں اور شاہجہاں پور میں اب بھی بقید حیات ہیں تحریر فرماتے ہیں ۔

اتھروید کے باب ۲۰ کے کچھ سوکت ۔ کنتاپ سوکت کہلاتے ہیں ان کو طویل یگیوں اور قربانیوں میں ۱۷ پجاری بڑے اہتمام سے پڑھا کرتے ہیں اور یہ ہر سال ہوا کرتا ہے گویا ایک طرح سے انھیں یاد رکھنے کے لئے ہندو قوم کو توجہ دلائی جاتی ہے ۔

کنتاپ کے معنی ہیں پیٹ کی پوشیدہ گلٹیاں، یہ نام منتروں کا غالباً اسوجہ سے رکھا گیا کہ ان کا راز آئندہ زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا ۔ یہ راز نافِ زمین (مکہ) سے تعلق رکھتا ہے ۔ مکہ کی زمین کو ام القریٰ ۔ ناف زمین الہامی کتابوں میں بتایا گیا ہے اس لئے کہ یہیں سب سے پہلے پہلا خدا کا گھر بنایا گیا اور نسل انسانی کو یہیں سے غذا ملنا شروع ہوئی ۔

ان اول بیت وضع	بیشک پہلا گھر جو لوگوں کے
للناس للذی ببکۃ	لئے بنایا گیا جو مکہ میں ہے
مبارکًا وھدیً للعالمین	اور مبارک ہے اور ہدایت ہے لوگوں کے لئے ۔

قرآن شریف میں مکہ کے دو نام ہیں مکہ ۔ بکہ ۔ بکہ پیٹ کا ناف والا حصہ اور مکہ پستان کو کہتے ہیں ۔ انسان کو اپنی ماں سے غذا دو جگہ سے ملتی ہے ۔ پیٹ (رحم مادر) اور پستانوں سے ۔ اسی طرح نسل انسانی کی ابتدائی پرورش کنتاپ (پوشیدہ گلٹیوں رحم مادر) یعنی بطنِ مکہ سے شروع ہوئی

مگر جب بچہ رحم مادر سے مکمل ہو کر باہر آگیا یعنی وسیع دنیا میں قدم رکھا تو یہ گلٹیاں چھاتی میں دودھ بن گئیں اسی طرح انسان کی پرورش کا سامان اب مکہ میں یا ماں کی چھاتیوں میں ہے۔ کنتاپ سوکتوں کو لوگ اب تک معمہ یا پہیلیاں سمجھتے ہیں چنانچہ پروفیسر پنڈت راجہ رام۔ پروفیسر مکولر ہوم فلیڈ وغیرہ نے ایسا ہی سمجھا لیکن اب یہ گلٹیاں واضح ہو چکی ہیں [1]

مکہ اور بچہ کی یہ تفسیر اور رحم مادر اور پستانِ مادر سے بچہ کی پرورش کا معاملہ ایک راز کی طرح سے ہندوؤں کی کتابوں میں تقریباً چار ہزار سال سے ایک راز کی طرح چلا آرہا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیاد مکہ معظمہ میں رکھی تھی جس کو تقریباً چار ہزار سال ہو چکے۔ تمام محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ ویدوں کا وجود چار ہزار سال سے زیادہ نہیں ہے اگرچہ ہندو روائتوں میں اس کو کروڑوں سے تعبیر کیا ہے اس کی تردید خود ہندو ماہرین نے کی ہے۔ بہرحال چار ہزار سال حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ہوتے ہیں اور یہی مدت ویدوں کی ہے اور اسی وقت سے بشارتوں کا تسلسل ملتا ہے اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔

خیال فرمائیے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک

ورفعنا لك ذكرك ہم نے آپ ہی کیلئے آپکا ذکر بلند کیا ہے۔

کی صداقت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اعلان

---

[1] العلم کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

اور اظہار کا اہتمام کس وقت سے کیا ہے ۔ مذہبی کتابوں کو اگر دیکھا جائے تو ان سب روایات کی تائید ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی حضرت آدم سے پہلے ہوا ہے ۔ یعنی آدم علیہ السلام اور پوری کائنات کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود گرامی کے بعد وجود ملا ہے ۔ یہ بات دیگر ہے کہ حضور کے وجود کا ظہور آخر میں ہوا ہے ۔

جنگ احزاب اتھروید ۔ کانڈ ۲۰ ۔ سوکت ۲۱ ۔ منتر ۶ میں ہے :۔

तेत्या प्रमदन तानि वृष्पा याते
सोमासो कृहत्येषु सत्पते
यन कारवे दश वृत्रण्य प्राति
बीहष्मते मिस्र हरुयनि वहेय

بر ترہتے منو	صادقوں کا رب
اَمَدَن	مسرور کیا ۔
ورِشنٹر یاتے	ان کے بہادرانہ کاموں سے
سوماسہ	مستانہ ترانے
ورِتر	دشمن
کاروے	حمد کرنے والا
ودہشتی	عبادت کرنے والا
اَبرِتی	بغیر مقابلہ ہوئے
نی ورہتیہ	تو نے شکست خوردہ کر دیا
ہتیشو	جنگ

اے صادقوں کے رب تجھے ان مسرور کر دینے والوں نے
اپنے بہادرانہ کارناموں اور مستانہ ترانوں سے دشمن
کی جنگ میں مسرور کیا کہ جب حمد کرنے والے نیز عبادت کرنے
والے کے لئے تو نے دس ہزار دشمنوں کو بغیر مقابلہ شکست
خوردہ کر دیا۔

مذکورہ بالا وید منتر میں اللہ تعالیٰ کو ست ہتی یعنی صادقین کی تربیت
کرنے والا بتایا ہے۔ صادقین حضرات صحابہ رضؓ کی صفت ہے۔

من المومنین رجال	مومنین میں سے وہ لوگ بھی ہیں
صدقوا اللہ ما عاھدوا	جنھوں نے اللہ سے باندھا عہد
اللہ علیہ وکونوا مع	کو اور سچ کر دکھایا اور ہو گئے صادقین
الصادقین۔	کے ساتھ۔

وید منتر میں دوسری نشانی یہ ہے کہ سرور دینے والوں نے اپنے
بہادرانہ کارناموں اور ترانوں سے اللہ کو راضی کر لیا۔ اس کا نقشہ
قرآن پاک میں یوں کھینچا ہے۔

لما راؤا المومنون الاحزاب	جب دیکھا مومنین نے جماعتوں
قالوا ھذا ما وعدنا	کو تو بولے یہ وہ ہے جس کا ہم سے
اللہ ورسولہ وصدق	اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ
اللہ ورسولہ وما زادھم	کیا ہے اور سچ کر دکھایا اللہ اور
الا ایمانا وتسلیما	اس کے رسول نے اپنے وعدے
(احزاب)	کو اور نہیں زیادہ ہوا ان کا اس
	سے مگر ایمان اور تابعداری۔

تیسری نشانی دس ہزار کا لشکر تین ہزار کے مقابل تھا انکو اللہ تعالیٰ
نے شکست دی یہ جنگ احزاب کے بارے میں ہے۔

چوتھی نشانی اسم "احمد" کا ذکر ہے ۔ کار دے یعنی حمد کرنے والے کے لئے یعنی احمد ۔ یہی ترجمہ پروفیسر گرنتھ اور پروفیسر پنڈت راجارام نے ستوتا یعنی "حمد کرنے والا" کیا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صفاتی نام ہے. یعنی جو جنگ احزاب کا ہیرو ہے وہ حمد کرنے والا بھی ہے اور سپہ سالار بھی ہے ۔

حمد کرنے والے کی دوسری صفت لفظ برہشمتی ہے جس کے معنی ہیں مقدس گھاس جو ویدی آتش کدہ کے کناروں پر بچھائی جاتی ہے یہ استعارہ یعنی مقدس گھاس والا ۔ مراد عبادت کرنے والا ۔ دوسرے معنی اس کے روشن اور نورانی شخص کے ہوتے ہیں یعنی احمد نہ صرف حمد کرنے والے ہیں بلکہ عین میدانِ جنگ میں خدا کی عبادت کرنے والے ہیں۔ یہ وید منتر کی پانچویں نشانی ہے اور آخری نشانی ہے دشمن کا بغیر مقابلہ کئے فرار ہو جانا اسکی وجہ اسی سوکت کے منتر ۱ تا ۵، اور ۷ تا ۸ میں بیان کی ہے. ان منتروں میں خطاب ہے اندر دیوتا سے جو تند اور تیز ہوا کا رفیق اور رعد و کڑک کا دیوتا ہے ۔اس جنگ میں دشمن تند ہوا سے اور کڑک سے ڈر کر. یا اندر دیوتا سے خوف کھا کر بھاگ گیا چنانچہ وید کے اپنے الفاظ ہیں :-

تو نے اے اندر دس ہزار دشمنوں کو بغیر مڈبھیڑ کے شکست خوردہ کر دیا ۔

دشمن کی شکست واقعی ایک حیرت انگیز امر ہے ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقابلہ دراصل مسلمانوں کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا۔ جس کے ایک ادنیٰ غلام تند ہوا اور کڑک سے دشمن خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا۔ قرآن نے یہ نقشہ یوں کھینچا ہے ۔

یا ایھا الذین آمنوا	ایمان والو! اللہ کی اس نعمت
اذکروا نعمۃ اللہ علیکم	کو یاد کرو جب تمھارے پاس لشکر

اذجاء تکم جنود فارسلنا	آئے اور بھیجا ہم نے ان پر
علیھم ریحًا وجنودًا لم تروھا	ہوا کو اور ان لشکروں کو جو
وکان اللہ بما تعملون	تم نہیں دیکھتے تھے اور جو کچھ
بصیرًا (احزاب)	تم کرتے ہو اللہ دیکھتا ہے

اتھروید کی یہ پیشین گوئی حرفاً حرفاً جنگِ احزاب پر صادق آتی ہے[1]۔ یاد رکھنا چاہیئے ہندو دھرم کی کتابوں میں بہت جگہ مختلف دیوتاؤں کا ذکر آیا ہے ہمارے یہاں دیوتاؤں سے مراد فرشتے لئے جاتے ہیں۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ ان دیوتاؤں کی ہندوؤں نے مورتیاں بنا کر پوجا شروع کر دی۔

پرانوں سے بشارت

پرانوں کا تعارف گزشتہ سطور میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق عارف کامل بیاس رشی نے برہما کی ایک وید کو چار ویدوں میں تقسیم کیا تھا۔ اس جگہ ہندو دھرم سے متعلق کتابوں اور پرانوں کا تفصیلی تعارف کرایا جاتا ہے اس کے بعد ان میں سے پیش گوئی کو ذکر کیا جائیگا۔

ا۔ شاکھائیں۔ ہندو دھرم میں وید کے منتروں کی شروحات کا نام ہے انکی تعداد ۱۱۲۷ ہے۔ ان کو براہمن بھی کہا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں چھ قسم کے علوم ہیں۔

1۔ شکشا۔ علم قرأت

ب۔ کلپ۔ سنسکاروں کا ہدایت نامہ یعنی مذہبی دستور اور طریقے

---

[1] العلم کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء۔

ج۔ ویاکرن ۔ علم صرف و نحو۔

د۔ نرکت ۔ علم لغت ۔

س۔ چھند۔ علم عروض و قوافی ۔

ص۔ جیوتش۔ علم نجوم ۔

ان کے علاوہ چار اپ وید ہیں ۔

ا۔ ابروید۔ علم طب۔

ب۔ دھنروید۔ علم حرب و جنگ ۔

ج۔ ندہروید۔ فن موسیقی۔

د۔ آرتھروید۔ علم صنعت و حرفت ۔

ہندوؤں میں چھ مشہور شاستر بھی ہیں :۔

۱۔ جے منی پورو میمانسا شاستر۔ اس پر ویاس جی نے شرح لکھی ہے اس میں کرم کانڈ یعنی عمل اور رسوم کا ذکر ہے۔

۲۔ ویشیشک شاستر۔ اس پر گوتم منی نے شرح لکھی ہے ۔

۳۔ گوتم منی کا نیائے شاستر۔ اس پر آنسیابن رشی نے شرح لکھی ہے اس میں علم طبیعیات کا بیان ہے ۔

۴۔ پاتن جلی کا یوگ شاستر۔ اس کی ویاس جی نے شرح لکھی ہے یہ فن درویشی یعنی اور تصوف سے متعلق ہے۔

۵۔ کپل منی کا سانکھ شاستر۔ اس کی بھاگری منی نے شرح لکھی ہے اس میں اوقات کا بیان ہے ۔

۶۔ ویدانت شاستر۔ اس پر بودھائن رشی نے شرح لکھی ہے اسمیں الہیات (خدا کا بیان ہے ۔)

ہندوؤں میں دس اپنشد مشہور ہیں[1]

---

[1] یہ کتابیں فلسفہ یونان سے ماخوذ ہیں اور بہت قریب کے زمانہ کی ہیں

۱۔ ایش ۲۔ کین ۳۔ کٹھ ۴۔ پرشن ۵۔ منڈک
۶۔ مانڈوکہ ۷۔ تیتریہ ۸۔ ایتیر ۹۔ چھاندوگیہ۔
۱۰۔ بریدار نیک [1]

ان کے علاوہ سناتن دھرم کے ہندو پورانوں کو مانتے ہیں اور ان کو ویاس جی کی تصنیف بتلاتے ہیں۔ ان پورانوں کی تعداد اٹھارہ ہے۔

۱۔ بشن پوران۔ ۲۔ بھاگوت پوران۔
۳۔ تیسیہ پوران۔ ۴۔ اسکند پوران۔
۵۔ مارکنڈے پوران۔ ۶۔ بھوسٹ پوران۔
۷۔ برہم بتی ارنگ پوران۔ ۸۔ کورم پوران۔
۹۔ پدم پوران۔ ۱۰۔ برہم پوران۔
۱۱۔ بایو پوران۔ ۱۲۔ باون پوران۔
۱۳۔ گرڑ پوران۔ ۱۴۔ بارہ پوران۔
۱۵۔ بارہ پوران۔ ۱۶۔ لنگ پوران یعنی شیو پران
۱۷۔ نارد پوران۔ ۱۸۔ برہمانڈ پران [2]

یہ لکھا جا چکا ہے کہ پوران ویاس جی کی تصنیفات ہیں اور ویدوں کی بہت بعد کی ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ویدوں کی زبان وہ نہیں ہے جو اس وقت بولی جاتی تھی۔ ایسے ہی پورانوں کی زبان بھی قدیم ایرانی زبان سے متاثر ہے۔ پارسیوں کے نامہ زرتشت میں صراحت ہے:-

---

[1] رگوید بھاشیہ بھومکا ص ۱۷۲۔ یاد رہے یہ سب شعر و شاعری کی کتابیں ہیں۔ اپ نشد عمدہ گیت کو کہتے ہیں۔ (مقدمہ تفسیر حقانی)

[2] ان پورانوں میں سے بعض میں فحش قسم کے واقعات بھی ہیں کہ فلاں رشی فلاں کی بیوی کو اس طرح لے بھاگا۔

ہند سے ایک حکیم دانا ویاس نامی بلخ میں زرتشت کی خدمت
میں حاضر ہوا اور سوال وجواب کے بعد ان کا مرید ہو گیا
اور ان کے علوم ہندوستان لے گیا۔ چنانچہ ہندوؤں میں
بھی مشہور ہے کہ سری ویاس جی ایک مدت تک غائب ہو کر
نارائن جی کے پاس گئے تھے [۱]۔

کچھ بھی ہو، زرتشت پارسیوں کے یہاں بہت مقدس بزرگ مانا جاتا تھا۔ اسی طرح سے ویاس جی بھی اہل ہند کے نزدیک بہت بزرگ عارف مانے جاتے تھے۔ ویاس جی کے ذریعہ جو زبان ہندوستان آئی وہ وہی زبان ہے جو آریوں کے ذریعہ یہاں آئی ہے اسی کو سنسکرت کہا جاتا ہے۔ سنسکرت اور ایران کی قدیم زبان میں بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے مثلاً یجروید باب ۷ منتر ۲۸، ۲۹ میں ہے

۱۔ کہہ اسی۔	کہ ہستی	تو کون ہے۔
۲۔ کتم اسی۔	کدام ہستی	تو کون ہے۔
۳۔ کسیا سی		کس کا بیٹا ہے۔
۴۔ کونا مسی	کہ نام داری	کیا نام ہے
۵۔ کوادات۔	کہ داد	کس نے دیا۔
۶۔ کاما ادات		کام نے دیا۔

اس کے علاوہ ایران کے پارسیوں اور ہندوستان میں آریوں کے مذہبی رسومات میں بھی ایک حد تک مجانست اور موافقت پائی جاتی یگیہ کی رسم یہ ایران سے آئی پارسی لوگ بھی زمانہ قدیم میں ایسا ہی کرتے تھے۔ جس طرح ویدوں کے منتروں میں دیوتاؤں کی زیادہ

---

[۱] مقدمہ تفسیر حقانی ص ۳۳۶۔

مبالغہ آمیز تعریف ہے۔ اسی طرح زرتشت کے دساتیر میں کواکب چاند و سورج وغیرہ مادوں کی بے حد وحساب تعریف ہے۔ جس طرح چار ذاتیں ہندوؤں میں ہیں اسی طرح چار ذاتیں پارسیوں میں بھی ہیں اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ ہندوستان میں آرین نسل وسط ایشیا (ایران۔ افغانستان چینی ترکستان) کے علاقہ سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور پہلے وہ پنجاب میں اور پھر یوپی اور ہندوستان کے شمالی علاقہ میں پھیل گئے اور ہندوستان کی قدیم جنگلی آبادی کو انھوں نے پہاڑوں اور جنگلات کی طرف دھکیل دیا چنانچہ دراوڑ۔ بھیل وغیرہ یہ ہندوستان کے قدیم باشندوں کی نسل سے ہیں اور ہندوستان کی بقیہ آبادی پر آریوں کے خون کا غلبہ ہے یہ ایک تاریخی اور مسلّمہ حقیقت ہے لیکن ہندو حضرات کہتے ہیں کہ پارسیوں نے ہم سے بہت سی چیزیں اخذ کیں۔ حقیقت کیا ہے وہ جو بھی ہو اس کی ذمہ داری ہمارے اوپر نہیں ہے ہمیں تو صرف اس جگہ ایک پیش گوئی پرانوں سے ذکر کرنی ہے اور دوسری پیش گوئی مجوسیوں کی مذہبی کتاب سے۔ ان میں جس قدر تفصیل اور مشابہت ہے اسی کے پیش نظر یہ تمہیدی کلمات ذکر کرنے پڑے ہیں۔ حقائق کی ذمہ داری ہمارے اوپر نہیں بلکہ اہل مذہب کے اوپر ہے [1]

پیشین گوئی جگت گرو کلنکی اوتار وشنو بھگت اور سومتی سے پیدا ہوگا۔ اس کی پیدائش بارہ [12] بیساکھ پیر کے دن سورج نکلنے سے دو [2] گھڑی قبل ہوگی اس کا پتا اس کے پیدا ہونے سے پہلے پرلوک سدھار جائیگا۔ اس کی ماتا بھی بعد میں فوت ہو جائے۔ جگت گرو

---

[1] یہاں تک خلاصہ تاریخ فرشتہ، مقدمہ تفسیر حقانی۔ تفسیر طنطاوی سے ماخوذ ہے۔

کی سلمل دیپ کی شہزادی سے شادی ہوگی۔ شادی کے
موقعہ پر اس کا ایک چچا اور تین بھائی موجود ہوں گے
ایک غار میں پرسرام اُسے تعلیم دے گا اور جس وقت
سلمل دیپ میں اپنے شہر سمبالا میں آئے گا تو وہ اپنی تعلیم
کا پرچار شروع کر دیگا۔ جس پر اس کے عزیز و اقارب
سخت ناراض ہو جائیں گے لیکن کچھ عرصہ بعد وہ اسی شہر
میں تلوار لیکر آئے گا اور تمام ملک فتح کرلے گا جگت گرو
کے پاس ایک گھوڑا ہوگا۔ جس پر سوار ہوکر وہ زمین اور
ساتوں آسمانوں کی سیر کرے گا۔

ہندوؤں۔ رشیوں نے دنیا کو مندرجہ ذیل سات حصوں میں تقسیم کیا تھا[1]

۱۔ جمبو دیپ۔	ہندوستان۔ آسام۔ برہما
۲۔ شاوگ دیپ۔	ایران۔ خراسان
۳۔ کمسیدک دیپ۔	روس۔ جرمنی۔ جاپان۔ چین
۴۔ سامل دیپ۔	عرب۔ کنعان وغیرہ
۵۔ کروچ دیپ۔	اٹلی۔ روم
۶۔ کشن دیپ۔	افریقہ۔

۷۔ آسٹریلیا اور امریکہ اس وقت تک دریافت نہ ہوئے تھے۔

تشریحات یہ اتنی واضح پیش گوئی ہے کہ جو عرب میں جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے۔ ہندو
مذہب میں وشنو کا ترجمہ خدائے واحد سے کیا جاتا ہے۔ اور بھگت
غلام کو کہتے ہیں اس لئے وشنو بھگت کا ترجمہ ۱۔

---

[1] اہل ایران اسی کو ہفت اقلیم کہتے ہیں۔ یہی تقسیم یونانیوں کی بھی ہے۔

"وشنو بھگت"۔ "عبداللہ" ہوا۔

یہ نام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم کا ہے۔

سومتی کے معنیٰ۔ امن اور امان کے ہوتے ہیں۔ متی کے معنی دل کے ہوتے ہیں یعنی وہ ذات جس میں امن اور سلامتی پائی جائے۔ اس طرح

"سومتی" ـــــ "بی بی آمنہ" [1] کا نام ہے۔

دساتیر پارسی جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے وید اور پرانوں کے مضامین ایرانی زبان سے ملتے جلتے ہیں اور ان کے بہت سے رسم و رواج میں یکسانیت ہے۔ ان کی دو کتابیں ژند و دستا اور دساتیر بہت مشہور اور معتبر ہیں۔ ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے کتابچے پندرہ اشخاص کے نام سے موسوم ہیں (جیسا کہ پران وغیرہ) مثلاً نامہ فریدون، نامہ بزرجمہر، نامہ جمشید، نامہ کیخسرو، نامہ زرتشت وغیرہ۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ بائبل میں مختلف فرامین اور خطوط کا اضافہ کیا گیا ہے۔

دساتیر زرتشت کی تصنیف ہے یہ ایران میں بہت عارف اور بزرگ مانا جاتا تھا یہ شخص گشتاسپ بن لہراسپ کے زمانہ میں پیدا ہوا اور بہت خوارق دکھائے۔ اسفندیار نے اس کے مذہب کو بہت فروغ دیا۔ اسی سے بیاس جی ہندوستان سے آکر مرید ہوئے تھے انھوں نے بہت خارق عادات چیزوں کو دکھلایا۔ نامہ ساسان پنجم کے جملہ ۵۷ سے ثابت ہے کہ مہ آباد۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہتے ہیں۔ انھوں نے (مہ آباد نے) خانہ کعبہ کو تعمیر کیا [2]

---

[1] ماہنامہ بارگاہِ رسالت جولائی ۱۹۶۵ء۔ پاکستان [2] مقدمہ تفسیر حقانی۔

بہرحال جس تفصیل سے پرانوں کی پیشینگوئی ہے اسی تفصیل سے دساتیر کی پیشین گوئی ہے۔ یہ بات دیگر ہے کہ بعض جزوی امور میں دونوں پیشینگوئیوں میں غلطیاں ہیں۔ لیکن کامل طور پر یہ جس شخصیت پر صادق آتی ہیں یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ متعین ہیں۔

جب ایرانیوں کے اخلاق حد سے زیادہ گر جائیں گے تو پھر عرب سے ایک شخص کا ظہور ہوگا جس کے پیرو ایران کے تاج وتخت کو تہ وبالا کردیں گے۔ مغرور ایرانی مغلوب ہوجائیں گے۔ اللہ کا گھر بتوں سے پاک وصاف ہو جائے گا۔ اور لوگ اس کی طرف منھ کرکے نماز پڑھیں گے اور اس کے نام لیوا اور ماننے والے ایران کے شہروں طوس۔ بلخ اور دوسرے بڑوں شہروں پر قبضہ کرلینگے۔ ایران کے تمام دانشمند لوگ اور دوسری قوموں کے لوگ سب اس پر ایمان لائیں گے[1]۔

میں نے عرض کیا ہے کہ ہر پیشینگوئی کا حرفاً حرفاً درست ہونا ضروری نہیں ہے لیکن اگر پیشینگوئی کے ذریعہ اگر مصداق مقرر کر لیا جائے تو کوئی قباحت نہیں ہے۔ مثلاً مسلم شریف کی حدیث شریف میں ہے کہ۔

”اگر دین ثریا تارے کے پاس بھی ہوگا تو اس کو رجل فارس میں سے ایک آدمی اتار لائے گا۔

یہ پیشین گوئی حضرت سلمان فارسی رض پر اور متفق علیہ طور پر امام ابوحنیفہ رح پر صادق آتی ہے۔ لیکن یہ ایک مسلّم اور مصدّق پیغمبر کی پیشینگوئی ہے اس میں کذب کا احتمال نہیں ہے اور پیغمبروں

کے علاوہ دوسرے لوگوں کی پیشینگوئیوں کے اوپر پورے طور پر
یقین نہیں کیا جا سکتا لیکن جب وہ پیشین گوئی پوری ہو جائے اور
ان کا مصداق متعین ہو جائے تو اس کو غلط کہنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔

پیشین گوئی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ الہام ہی کے
ذریعہ ہو بلکہ تجربہ اور فہم و فراست کے ذریعہ بھی اور نور باطن کے
ذریعہ بھی کی جا سکتی ہے۔ اس کے بارے میں ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔

نامۂ ساسان پنجم | ساسان پنجم کے بارے میں حجۃ اللہ البالغہ
میں حضرت شاہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے وہ
بیت اللہ کا حج کرنے ایران سے پیدل آیا تھا[1]۔ وہ اپنی ایک پیشینگوئی
میں کہتا ہے

> جو گروہ عرب نبی عربی کا پابند ہو کر ایرانیوں کو ان
> کے گناہوں کی سزا دے گا۔

یہ بات غلط ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
نے ملک ایران کو فتح کیا تھا۔ اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جزوی
اور مقصدی طور پر یہ ثابت ہے کہ پیغمبر آخر الزماں م کے پیرو کار
ایران کو فتح کرلیں گے۔ اور یہی خواب ایران کے بادشاہ نے بھی دیکھا
تھا اور اس کی یہی تعبیر سطیح نے بیان کی تھی[3]۔

---

[1] بارگاہ رسالت ماہ جولائی ۱۹۶۵ء [2] حجۃ اللہ البالغہ باب زمانہ جاہلیت
کے بیان میں۔ [3] روضۃ الاحباب۔

مہاتما گوتم بدھ

ہندوستانی مذاہب میں سے جس کو دنیا کے بعض ملکوں میں بڑی قبولیت حاصل ہوئی اور جس کے لاکھوں پیرو آج بھی چین۔ جاپان۔ کوریا تبت، نیپال، برہما وغیرہ پہاڑی ملکوں میں ہیں وہ صرف بدھ مذہب ہے کبھی اس کو ہندوستان میں قبولیت عام حاصل تھی۔ چنانچہ مہاراجہ اشوک نے اس کے مذہب کو قبول کر لیا اور اس کی تبلیغ میں جی و جان سے کوشش کی اور بدھ بھکشوؤں کو دور دراز ملکوں میں بدھ مذہب کی تبلیغ کے لئے بھیجا اور جگہ جگہ شہروں میں مناروں پر (جو آج بھی اشوک کی لاٹھ سے مشہور ہیں اور پائی جاتی ہیں) مہاتما بدھ کی نصیحتوں کو کندہ کرایا۔ لیکن یہ مذہب ہندوستان میں برہمنوں کی مخالفت کی وجہ سے ترقی نہ پا سکا۔ اس مذہب کی تعلیمات کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مذہب ہندوستانی مراسم کے خلاف بت پرستی کا سخت مخالف تھا۔ غالباً اسی وجہ سے برہمنوں نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس کی مخالفت کی۔

یہ بات دیگر ہے کہ بدھ مذہب کے ماننے والوں نے انکے بعد مہاتما بدھ کی مورتی بنا کر ان کو خدا کا مرتبہ دیدیا اور مرور ایام کی وجہ سے ایسا ہو ہی جاتا ہے کہ جہالت میں آکر لوگ۔ ہادی مذہب کو خدا کا مقام دیدیتے ہیں یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے خدا اور خدا کے رسول کی ذات کے درمیان خط فاصل کھینچا ہے اور شرک اور توحید میں فرق کیا ہے۔

مہاتما بدھ کے متعلق درسی کتابوں میں (جو آج کل بھی پڑھائی جاتی ہیں) لکھا ہے

کہ یہ نیپال کے ایک چھتری راجہ کے یہاں پیدا ہوئے ان کے شہر کا نام کپل وستو تھا اور ان کا نام سدھارتھ تھا۔ بچپن ہی سے انکو لغویت سے پرہیز اور خدا کی تلاش تھی (گویا یہ مادرزاد ولی تھے) انھوں نے راج پاٹ کو ترک کر دیا اور دائمی سکون کی تلاش میں جنگل جا کر تپسیہ (ریاضت اور مجاہدہ) کرنے لگے اور جسم کو بھوک و پیاس سے بالکل نزار کر لیا جس کی وجہ سے ان کی روح کو روشنی اور خدا کی معرفت حاصل ہوئی۔ ان کے حالات تقریباً ایسے ہی ہیں جیسا کہ نیک اور بزرگوں کے ہونا چاہئیں لیکن چونکہ ان کی رسالت تسلیم کرنے کے لئے اسلام نے جو معیار مقرر کیا ہے اس کی رو سے ہم یہ تو یقین نہیں کرتے کہ یہ رسول تھے لیکن اس سے انکار بھی نہیں کرتے ہماری شریعت میں یہی تعلیم ہے کہ جن انبیاء کا نام بتلا دیا گیا ہے ان پر نام بنام ایمان لایا جائیگا اور جن کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔ ان پر اجمالاً عقیدہ رکھا جائے اور ادب کے خلاف کوئی بات نہ کہی جائے۔ کیونکہ کوئی قوم ہادی اور نذیر سے خالی نہیں رہی ہے۔ اور حالات ان کے بھی بہر حال ہادیوں جیسے ہیں۔

ان ہی وجوہات کے تحت حضرت مولانا مناظر احسن نے مہاتما بدھ کو ذوالکفل علیہ السلام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ کِفل کپل کا معرب اور ذو وستو کا معرب ہے یعنی کپل وستو والا یعنی ذوالکفل۔ اور یہ بھی بتلایا ہے کہ ذوالکفل بھی چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل پیدا ہوئے ہیں اور مہاتما بدھ بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے قریباً چھ سو سال پہلے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی یہ دلیل اس بات سے ختم ہو جاتی ہے کہ ذوالکفل بنی اسرائیل میں سے تھے اور مہاتما بدھ کو بنی اسرائیل سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ کہاں نیپال اور کہاں فلسطین؟ یہ انھوں نے ایسی بات لکھدی کہ جس سے علمیت کی بُو نہیں جہالت کی بُو آتی ہے۔

پیشین گوئی | مہاتما بدھ کے ایک شاگرد رشید تھے جن کا نام نندا تھا۔ ان کو بدھ جی نے مرنے سے کچھ قبل وصیت فرمائی اور اس وصیت میں ارشاد فرمایا:۔

نندا! اس سنسار میں نہ میں پہلا بدھ ہوں
اور نہ آخری بدھ ہوں۔ اس جہاں میں حق و
صداقت کی تعلیم دینے کے لئے ایک اور بدھ آئے گا
وہ پاک باطن ہوگا۔ اس کا دل پاکیزہ ہوگا، عقل
اور دانائی سے معمور ہوگا۔ وہ لوگوں کا قائد ہوگا۔
جس طرح میں نے لافانی حق کی تعلیم دی ہے
اسی طرح وہ بھی جہان کو حق کی تعلیم دے گا جہان
کو وہ زندگی کا ایسا راستہ دکھلائے گا جو خالص
اور بے آمیز ہوگا اور کامل ہوگا۔ نندا اس کا
نام میتریہ ہوگا [1]

برہمنوں کے مسلک کے مطابق وہ آدمی جو محنت اور ریاضت کے ذریعہ معرفت کامل اور عقل کامل حاصل کرچکا ہو بدھ کہلاتا ہے [2]

یہ پیشین گوئی ڈاکٹر شری وید پرکاش جی نے اپنی کتاب میں زیر عنوان ــ "انتم بدھ میتریہ" آخری نبی رحمت کے عنوان سے تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ رشی کو بدھ دھرم کی زبان میں بدھ کہا جاتا ہے۔ یہ پیشین گوئی آخری وقت میں مہاتما بدھ نے اپنے شاگرد نندا کو کی تھی۔

---

[1] نراشنس رشی ص ۶۹ [2] مقدمہ تفسیر حقانی

مہاتما بدھ کی اس پیشین گوئی کو اپنی کتاب ہندو سیولائزیشن ص۲۵۹ تا ص۲۶۱ میں تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:-

بدھ جی نے اپنے آخری وقت میں ساکھوں کے درختوں کے جھنڈ کے نیچے اپنا بستر بچھا دیا اور نندا کو حکم دیا کہ سرہانا شمال کی جانب رکھے[۱]۔ اور مقامی لوگوں کو بلوا کر کہا۔ مجھے تم لوگوں سے کچھ کہنا نہیں ہے۔ دنیا فانی ہے اپنی نجات کی فکر رکھو! اور نندا کو غمگین دیکھتے ہوئے اُسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ نندا میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو اس زمین پر آیا، اور نہ میں آخری بدھ ہوں ٹھیک وقت پر ایک اور بدھ آئے گا۔ وہ ایسی دین دارانہ زندگی جو مکمل اور بے عیب ہوگی گذارے گا۔ وہ میتریہ پکارا جائیگا۔[۲]

مہاتما بدھ کی پیشین گوئی کے تقریباً وہی الفاظ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشینگوئی کے ہیں۔ اس میں ہے کہ میں آخری بدھ نہیں ہوں بلکہ ایک بدھ اور ٹھیک وقت پر آئے گا، جو مکمل اور بے عیب ہوگا اور سب کا پیارا ہوگا۔ میتریہ کا صحیح ترجمہ اگرچہ نبی رحمت کیا ہے لیکن محبوب رب العالمین زیادہ مناسب ہے۔

---

[۱] ہندوستان میں مرتے وقت مسلمان اپنا سرہانا شمال کی طرف کو کرتے ہیں تاکہ قبلہ ہونے کی صورت میں دیار حبیب کی طرف کو رُخ رہے یہی حالت بدھ جی نے اختیار کی تھی

[۲] نراشنس رشی ماخوذ از قومی جنگ رامپور ۴ مارچ سنہ ۱۹۶۲ء۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کو پیارے ہیں۔ آپ کی محبت کے بارے میں مسلمانوں کے جذبات انتہائی نازک ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں کسی نبی سے اتنی شیدائیت نہیں ملتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کے ماننے والوں نے کہہ دیا تھا:۔

فاذهب انت وربك	آپ اور آپ کا خدا جائے
فقاتلا وانا ههنا	جنگ کرے ہم یہاں
لقاعدون۔	بیٹھے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد یہودا نے ان کو قتل کرانے کے لئے دشمن کی فوج کے سپرد کرنے کی سازش کی۔ ایک انگریز مورخ لکھتا ہے کہ آپ کا نام محمد اور احمد تھا۔ آپ کے نام پر دنیا کے مسلمان اس کثرت سے نام رکھتے ہیں کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔
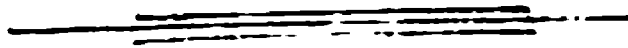
اہم ماخذ

۱— بابا نانک شاہ۔ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی
۲— جپ جی۔ از باباگرونانک
۳— سکھ منی۔ ازگرو ارجن دیو۔

گرونانک شاہ

گرونانک شاہ جو ہندوستان میں ایک مذہب کے بانی سمجھے جاتے ہیں جن کے ماننے والوں کی ایک معتدبہ تعداد ہے انھوں نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اظہارِ عقیدت فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک ان کے یہ ارشادات۔ کلام الٰہی "ورفعنالك ذكرك" کی صداقت اور تائید کا کھلا ثبوت ہیں۔ آیت کے معنی اور مصداق بیان کرنے میں ہم اپنی یہ رائے کئی جگہ ظاہر کر چکے ہیں۔ اس جگہ گروجی کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے۔ برطانوی انسائیکلو پیڈیا میں سکھوں کے عروج کے بارے میں لکھا ہے:۔

سکھ مرہٹوں کی طرح سے ایک قوم نہیں ہیں بلکہ ایک مذہبی فرقہ ہیں اور فوجی تنظیم کے رشتے میں مزید بندھے ہوئے ہیں۔ وہ اپنا پہلا اور ابتدائی تعلق گرونانک سے رکھتے ہیں جو ایک اعلیٰ درجہ کے کامیاب مبلغ تھے اور جو لاہور کے قریب جوار میں پندرھویں صدی کے آخری دور میں پیدا ہوئے یا تو مغلوں یا پرتگالیوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے نانک ایک مذہبی مصلح تھے۔ دوسروں کی طرح سے جو وقتاً فوقتاً اس ملک میں اٹھتے رہے جنھوں نے ذات پات کے رواج کو ختم کرنے کی تبلیغ کی۔ خدا کی وحدانیت (وحدۃ الوجود) کی تبلیغ کی اور ایک خاص زندگی گذارنے کی ہدایت کی اور ترغیب دی۔ گرونانک کے بعد اس کے مذہبی بزرگ سلسلہ وار گرو گوبند سنگھ تک ہوئے جو ۱۷۰۸ء میں ہوئے تھے جن کے ساتھ ہی جانشینی ختم ہوگئی۔ مسلمان حکمرانوں کی مسلسل ایذا دہیوں

کی تکالیف برداشت کرکے جو اورنگ زیب کے زمانہ میں عروج
کو پہونچ گئی تھی سکھ مذہب نے غیر معمولی اتحاد سے اپنے وجود
کو قائم رکھا۔ آخر میں سلطنت مغلیہ کے زوال نے ان کو ایک
علاقائی طاقت بنا دیا جس نے پنجاب میں واحد باقی رہنے
والی تنظیم کی حیثیت قائم کی (انسائیکلو پیڈیا)

جناب مولانا فقیر محمد صاحب نے جامع التواریخ میں سکھ فرقے کے حالات
لکھے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں :-

ان کے مختصر حالات یہ ہیں کہ فرقہ سکھ گرو گوبند کے طریقہ کی
پیروی کرتے ہوئے پیدائش کے بعد سے سر اور داڑھی کہیں
کے بال نہیں کٹواتے اور نیلی پوشاک پہنتے ہیں۔ اگرچہ
یہ لوگ مختلف فرقوں سے ہوں لیکن کھانے پینے میں ایک
دوسرے سے پرہیز نہیں کرتے۔ (ص ۲۵۲)

آگے چل کر مولانا نے گرو نانک کے بارے میں تحریر فرمایا ہے :-

گرو گوبند نانک شاہ کے معتقدوں میں تھے۔ نانک قوم کھتری
کے ایک بقال کے گھرانہ سے تھے۔ سید حسین نام ایک بزرگ
درویش نے نانک جی پر نظر توجہ فرمائی۔ ان درویش کے فیض صحبت
سے نانک جی میں فی الجملہ شعور و دانش جمع ہوگئی اور آبائی
متعصبانہ روش کو چھوڑ دیا اور ان درویش کے معارف پنجابی
زبان کے اشعار میں موزوں کرکے ایک کتاب مرتب کی اس
کا نام گرنتھ رکھا۔ (ص ۲۵)

مولانا فقیر محمد صاحب نے جامع التواریخ میں حالات بیان کرنے میں بڑا اختصار

سے کام لیا ہے لیکن سید غلام حسین طباطبائی نے تفصیل سے بیان کیا وہ تحریر فرماتے ہیں :-

ان بزرگوں کے اقوال و مضامین پنجابی زبان میں جو اُن کی مادری زبان تھی۔ ہندی اشعار میں موزوں کرتے تھے، ان کے اشعار اور کلمات جمع کر کے کتابی شکل دی گئی اور اس کا نام گرنتھ پڑ گیا۔

یہ اعتبار اور اعتماد اور پیروؤں کی کثرت بابر بادشاہ کے زمانہ میں ان کو حاصل ہوئی۔ اب تک ان کے پیروؤں میں وہ کتاب عزت اور شہرت کے ساتھ معروف ہے۔ اس کو پڑھنے میں اشتغال رکھتے ہوئے اس کتاب کا بہت احترام رکھتے ہیں ان کا کلام چونکہ صحیح ماخذ رکھتا ہے اسلئے ایک خاص کیفیت اور متانت سے خالی نہیں ہے ان کے بیشتر طریقے ہندی مسلمان درویشوں کے طریقوں کے موافق تھے۔ ابھی تک بھی اس سلسلہ کے درویش اسی طرح پر ہیں اور اکثر جگہ تمام شہروں میں تکیئے قائم کر رکھے ہیں جن کو اپنی اصطلاح میں سنگت کہتے ہیں۔

(ص ۴۰)

گرو نانک شاہ کے بارے میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے ارشاد فرمایا ہے۔

شاہ نانک جن کو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں۔ حضرت بابا فریدالدین شکر گنج رح کے خلفاء میں سے ہیں۔ چونکہ اہل جذبہ میں سے تھے اسلئے ان کی حالت مشتبہ ہو گئی۔ مسلمانوں نے

کچھ ان کی طرف توجہ نہ کی سکھ اور دوسری قومیں کشف
وکرامات دیکھ کر ان کو ماننے لگے۔ تذکرۃ الرشید صلہ۲۳
تاریخی اعتبار سے یہ ارشاد درست نہیں ہے کیونکہ نانک شاہ اور بابا فرید
کے زمانہ میں کافی فصل ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ روحانی طریق پہ بابا فرید سے
خلافت حاصل ہو۔ لیکن یہ بات درست ہے کہ نانک شاہ نے حضرت بابا فرید
کے خلفاء میں سے شیخ ابراہیم سے فیض صحبت حاصل کیا ہے۔ ممکن ہے ان
سے خلافت بھی حاصل کی ہو۔ اس نسبت سے فریدی سلسلہ کے خلفاء میں
سے ہونا قابل قیاس اور امکان ہو سکتا ہے۔ ایک معزز خاتون جنھوں نے
مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا ہے۔ انھوں نے اپنے سفر نامہ میں تحریر فرمایا ہے۔

بہلول دانا کے مقبرہ کے اندر سے ایک حجرہ کا دروازہ ہے
اس میں عجیب چیز گرو نانک کا چلہ ہے۔ گرو نانک نے فقیری
لی تو چار ماہ تک یہاں آکر چلہ کیا۔ پھر یہاں سے
خانہ کعبہ سیدھے حج کے واسطے چلے گئے وہاں سے آکر ایک
ہندو گروہ کو اپنا مرید بنایا ان کی ہی بھیس اپنا بنالیا۔ کہ رفتہ
رفتہ ان کو مسلمان کرلیں گے مگر افسوس کہ ان کا اپنا مقصد
پورا نہ ہونے پایا تھا کہ خدا نے ان کو اس جہاں سے بلالیا
ان کی موت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا گروہ ایک جدا گانہ ہیئت
بنا بیٹھا۔ یہاں ایک کتبہ بھی بہت ہی مٹے ہوئے حروف میں
لکھا ہوا ہے جو بہت کوشش سے میں نے اتنا نکالا۔" عبدالمجید
گرو نانک ۹۱۷ھ (سفرنامہ راحیل صلہ۳۱۰)

غرضکہ بابا نانک شاہ کے حالات اتنے مشتبہ ہیں کہ دلائل اور براہین کی

روشنی میں اور تاریخ کے سایہ میں کسی خاص نتیجہ پر پہونچنا دشوار ہے
ان کے اسلام کا حکم دینا۔ ان کے لئے جن تائیدات کی ضرورت ہے
اس سے انکار ہوتا ہے مثلاً

ا۔ تمام تعلیمات میں کسی سے بھی بابا نانک شاہ کا نماز پڑھنا ثابت نہیں
ہے بیشک انھوں نے نماز کی تعریف کی ہے۔

ب۔ جیسا کہ انھوں نے اپنا نام عبدالمجید رکھ لیا۔ انھوں نے اپنی بیوی
یا لڑکوں کا نام اسلامی کیوں نہیں رکھا۔ دوسرا قرینہ یہ بھی ہے :

ا۔ وہ بہت سے مسلمان فقراء کی صحبت میں رہے اور انھوں نے ان سے
فیض حاصل کیا اور مسلمان فقراء سے سب سے پہلا فیض ایمان اور
اسلام ہی ہو سکتا ہے۔

ب۔ وہ حج کے لئے تشریف لے گئے اور بیت اللہ کا طواف کیا وہاں
رہے۔ ظاہر ہے کہ وہاں کافر رہتے ہوئے داخلہ ناممکن ہے۔ واللہ اعلم

ارشادات

گرنتھ صاحب کے مختلف ابواب اور اجزاء ہیں ان
میں سے ایک باب کا نام جپ جی بھی ہے جو ہمارے
زیر مطالعہ ہے جس میں ۳۸ نظمیں ہیں ہر نظم کا پوڑی ہے۔ اس کا مختصر
تعارف یہ ہے :-

جپ جی وہ مقدس عرفانی اور روحانی پاک کلام ہے جسے
لاکھوں انسان صبح کے سہانے وقت میں اپنے خالق کے
حضور میں توجہ اور شوق سے پڑھتے ہیں اور اس کے سامنے
اپنے عجز کا اظہار کر کے عبد اور معبود کا رشتہ استوار کرتے
ہیں۔ یہ نظم پنجاب کے مصلح اعظم خدا رسیدہ بزرگ

نانک، صاحب کی مبارک زبان سے نکلی ہے۔

(دیباچہ ترجمہ جپ جی صد ۳)

دوسری مقدس کتاب سکھ منی ہے یہ نظم بھی گرنتھ صاحب میں شامل ہے۔ یہ گرو ارجن دیو کا کلام ہے جو انھوں نے رام سر تالاب امرتسر کے کنارے ایک خاموش جنگل میں کہی تھی۔ غرضکہ جپ جی اور سکھ منی اور گرنتھ صاحب کے دیگر اجزاء میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور تعلیمات اسلام پہ بہت زیادہ اشعار ہیں۔ ان تمام اشعار کی تو یہاں جگہ نہیں ہے البتہ ہمارے موضوع کے مطابق چند اشعار کو پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ ص صلوٰۃ محمدی مکھ تیں آکھونت

م محمد من تو کیتباں چار

من خدائے رسول نوں سچا اے دربار

(جنم ساکھی)

۲۔ پیر پیغمبر سالک شہید اور شہید

شیخ مشائخ قاضی ملاں در درویش رشید

برکت تن کو اگلی پڑھ دے رہیں درود

(گرنتھ صاحب)

۳۔ ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول

نانک قدرت دیکھ کر کھودی سب بھول

(جنم ساکھی بھائی بالا)

۴۔ اول نام خدا کا دوجا نام رسول

تیجا نام پڑھ لے نانکا درگاہ پوے قبول (گرنتھ صاحب)

۵۔ ایکو سمرو نانکا جو جل ستھل رہیا سمائے
دوجا کاہے سیوئیے جو جمّے تے مرجائے
(گرنتھ صاحب)

۶۔ کل پر دھان کتیب قرآن
پوتھی پنڈت پڑھے پوران۔

ان سب اشعار سے اقرار رسالت، توحید الٰہی اور قرآن پاک کی صداقت کا اقرار ہے اور واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

باجھ محمد بھگت آجائیں۔

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر عبادت ضائع اور بےکار ہے۔ غرضکہ گرنتھ صاحب میں سے (خاص کر جپ جی اور سکھمنی اور جنم ساکھی میں سے) اگر ان تمام اشعار کو جمع کیا جائے تو یہ اقرار بجا اور حق بجانب ہے کہ نانک جی مومن اور مسلمان تھے۔ لیکن ان کے اسلام کو بالاتفاق میرے مطالعہ کے مطابق تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ اس موضوع کو ہم ان اشعار پر ختم کرتے ہیں:۔

معتقد آپکے تھے ہندو مسلمان اکثر دیکھنے آئے دم مرگ کرامات نظر
جسم خاکی نہ رہا رہ گئی خالی چادر ایک نے دفن کیا ایک نے پھونکا چادر
چادرہ پھاڑ کے تقسیم کیا دونوں نے
مرتبہ فقر کا تسلیم کیا دونوں نے

(پنڈت جوالا پرشاد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسرا باب

مستشرقین اور غیر مسلم لیڈران کا

ـــــ ہدیۂ خلوص و عقیدت ـــــ

تیسرا باب

مستشرقین اور غیر مسلم لیڈران

حق بہر حال حق ہے اسکو کتنا ہی دبایا جائے اور چھپایا جائے وہ کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے۔

یہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی حقانیت ہے کہ مشرکین اور مستشرقین تک نے باوجود اپنے قدیم تعصب کے اس کا اعتراف کیا ہے۔ یہ قرآنی پیشینگوئی کے اثرات ہیں کہ باوجود انکار کے ان لوگوں نے آپ کی رسالت کا اعتراف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

ورفعنالك ذكرك — ہم نے آپکے لئے آپکا ذکر بلند کیا ہے

ہر چہار دانگ عالم میں کسی رسول کی رسالت کا اعلان اتنا شائع اور مشہور نہیں ہے کہ جتنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان لوگوں نے اس اعتراف کے بعد ایمان کو کیوں نہیں اختیار کیا؟ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایمان توفیق الٰہی پر موقوف ہے۔ اگر توفیق الٰہی نہ ہو تو قریب سے قریب تر محروم رہتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ایمان نہ لاسکا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب اعتراف حق و صداقت اور رسول کی نصرت و حفاظت کے باوجود ایمان قبول نہ کر سکے۔

علمائے اسلام نے کفر کے چند مراتب بیان فرمائے ہیں۔ کفر انکار، کفر نفاق

کفر جحود، کفر انکار۔

۱۔ کفر انکار:۔ تو یہ ہے کہ نہ دل سے مانے اور نہ زبان سے اقرار کرے

۲۔ کفر جحود: یہ ہے کہ دل سے مانے لیکن زبان سے اقرار نہ کرے جیسا کہ کفر ابلیس اور کفر یہود نصارٰی، جیسا کہ قرآن پاک نے بھی انکے بارے میں بیان کر دیا ہے:۔

فلمّا جاء ھم ما عرفوا	پس جب ان کے پاس ان کا
کفروا بہ فلعنۃ اللہ	جانا پہچانا آیا تو اسکا انکار کر دیا پس
علی الکافرین .	کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس آیت میں کفر سے مراد کفر جحود ہے۔

۳۔ کفر نفاق:۔ یہ ہے کہ زبان سے اعتراف کرے لیکن دل سے قبول نہ کرے جیسا کہ منافقین کا کفر تھا۔ اسی قبیل سے مستشرقین اور غیر مسلم لیڈران کا اعتراف ہے۔

۴۔ کفر عناد:۔ یہ ہے کہ دل سے بھی مانے اور زبان سے بھی مانے لیکن اس کے باوجود تسلیم و انقیاد نہ کرے۔ کفر ابوطالب اسی قبیل سے ہے ابوطالب نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔

لقد علمت بانّ دین محمد	من خیر ادیان البریۃ دینًا
لولا الملامۃ اوحذار مسبّۃ	لوجد تنی سمحًا بذلک مبینًا

ان اشعار میں ابوطالب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کے بارے میں اپنے برسہا برس کے تجربہ اور مشاہدہ کے بعد اپنے علم کا اظہار کیا ہے جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اسلام کے نزدیک کسی چیز کا جاننا (تصدیق) شامل نہیں

یہ انتہائی بے انصاف کی دلیل ہے کہ آدمی سورج کی چمک آنکھوں سے دیکھتا ہو اور یہ بھی کہتا ہو کہ سورج نکل رہا ہے لیکن اس کے باوجود وہ کورانہ تقلید میں یا ماحول اور معاشرے سے مجبور حق و صداقت کو دل سے قبول نہ کرے دنیا میں ایسی شخصیتیں بھی ہیں کہ اپنی معلومات کو بلا پس و پیش صاف بیان کر دیتے ہیں۔ یہ دراصل انسانی ضمیر کی بلندی کی بات ہے اور اس کو دل سے قبول نہ کرنا یہ اس شخص کی کم ہمتی کی بات ہے کہ وہ اپنے سماج اور معاشرے اور حالات سے اتنا مجبور ہو کہ اس کو زبان سے کہہ تو دے لیکن دل سے قبول نہ کرے اس بارے میں ڈاکٹر محمد رشید رضا ایڈیٹر المنار (مصر) نے بہت معتدل بات کہی ہے۔

۱۔ ہمارے مسلمان ناظرین یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ وہ (مغربی محققین) عیسائیت کے تعصب اور جنبہ داری کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں کیونکہ وہ زمانہ اب لد گیا کہ جس میں تعصب اور تنگ نظری کی بدعات علماء تک کو تاریخی اور دیگر علمی حقیقتوں کو ملیامیٹ کرنے پر آمادہ بنا دیا کرتی تھیں۔

۲۔ اس زمانہ کے اکثر علماء اپنی بحثوں میں آزاد اور خود مختار اور محض ذاتی رائے کے پابند ہیں [1]

اس لئے یہ بات قرین قیاس اور موجودہ حقائق کے مطابق ہے کہ جن مستشرقین یا غیر مسلم لیڈران کرام نے اسلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ انکی

---

[1] مقدمہ انجیل برنباس

آزادانہ رائے ہے۔ جو انھوں نے اپنے مطالعہ اور تحقیق کی روشنی میں قائم
کی ہیں ان ہی لوگوں میں سے بکثرت ایسے بھی ہیں جنھوں نے بعد میں
اسلام قبول کر لیا ہے مثلاً ڈاکٹر کونسٹان ورزیل کہ شروع میں انھوں
نے عرب کے ریگستان میں مدتیں گذار دیں اور حالات کو سمجھا اور پھر
اپنے مطالعہ کو اس معیار پر پرکھا تو درست پایا۔ ادھر سے توفیق الٰہی
نے ساتھ دیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔

ہمارے ملک میں مہاتما گاندھی کی شخصیت غیر متنازعہ فیہ شخصیت
ہے۔ ہندو مسلم ان کو برابر اور یکساں مانتے ہیں ایسے ہی مسز سروجنی نائیڈو
(سابق گورنر یوپی) کو ملک میں عالمانہ مقام حاصل تھا۔ انھوں نے اسلام
اور پیغمبر اسلام کو پڑھا اور سمجھا۔ اور اپنی بے کم و کاست رائے
ظاہر کر دی۔ ہم اس بات کو اپنے مذہبی نقطۂ نظر سے اللہ تعالےٰ
کے ارشاد گرامی ا۔

ورفعنالك ذكرك ہم نے آپ کے لئے آپ کے
ذکر کو بلند کر دیا۔

یعنی آپ کے دین کی اشاعت کے لئے یہ سب اسی کے اثرات ہیں کہ حق
وصداقت مختلف زبانوں پر چڑھ کر جاری ہے اور اشاعت ہو رہی ہے اس
کو پڑھ کر جس کو ہدایت وتوفیق پکارتی ہے وہ ایمان لے آتا ہے اور
جس پر یہ عنایت نہیں ہوتی وہ محروم رہتا ہے منشا ر الٰہی ہر دو صورت میں
حاصل ہے۔

پروفیسر فلپ کے حتّی۔

پروفیسر فلپ کے حتّی۔ نسلاً شامی عرب ہیں اور مذہباً نصرانی ہیں امریکہ کے رہنے والے ہیں۔ پہلے فلسطین کی یونیورسٹی میں اسلامیات کے استاذ تھے اور پھر امریکہ میں پرنسٹن میں شامی ادب کے پروفیسر مقرر ہوئے اسلامیات پر تحقیق اور غیر متعصبانہ نظر رکھتے ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب انگریزی زبان میں۔ (HISTERY. OF THEAREBS) ۱۹۲۷ء میں شائع کی تھی۔ پھر حکومت امریکہ نے اس کا خلاصہ ان سے کہہ کر کرایا جو (THE . ARBES . A . SHORT. HISTERY) کے نام سے شائع ہوا۔ یہ خلاصہ انگریزی کے علاوہ عربی۔ اسپینی، پرتگالی فرانسیسی اور دوسری زبانوں میں شائع ہوا۔ اس جگہ اس کتاب کے چند اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں جو اسلام اور قرآن اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر (ان کا جی چاہے یا نہ چاہے) ایک کھلا ہوا اعتراف ہے اور قرآنی دعوی کے لئے ایک ثبوت ہے۔

اللہ کے رسول محمد صلعم ۵۷۱ء کے قریب مکہ کے ایک معزز قبیلہ قریش میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ قریش کا یہ قبیلہ شہر کے معبد (عبادتگاہ) کعبہ کا متولی تھا جس میں بے شمار بت تھے اور یہ معبد گردونواح کے زائروں کا مرجع تھا بچے کی ماں نے اپنے بچے کا کیا نام رکھا تھا اس کی آج تک کوئی تاریخی شہادت نہ مل سکی[1]۔ اس قبیلے کے

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ آپکے دادا عبدالمطلب نے رکھا تھا۔ عام طور پر ہوتا یہی ہے کہ گھر کا بڑا ہی نام رکھا کرتا ہے اسکو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔

لوگ اس بچے کو امین پکارا کرتے تھے جو بظاہر ایک اعزازی لقب تھا قرآن میں اس بچہ کا نام "محمد" اور ایک جگہ "احمد" آیا ہے۔ یہ نام جس کے معنی بہت تعریف کیا ہوا کے ہیں۔ وہ نام ہے جس پر دنیا کے اتنے لڑکوں کے نام رکھے جاتے ہیں کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس بچہ کے والد نے اس کی ولادت سے پہلے ہی وفات پائی اور جب وہ چھ سال کا ہوا تو ماں بھی گذر گئیں۔

اگرچہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عالمی پیغمبروں میں اکیلے ایک ایسے پیغمبر ہیں جنھوں نے تاریخ کی پوری روشنی میں ولادت پائی لیکن آپ کی زندگی کے حالات بہت ہی کم ملتے ہیں۔ حصول معیشت کے لئے آپ کی جدوجہد تکمیل ذات کے لئے آپ کی مساعی اور آئندہ جو آپ کو کار عظیم انجام دینا تھا اس کے متعلق تدریجی احساس اور تصور غرض ان تمام باتوں کے لئے ہمیں بہت کم قابل اعتماد معلومات حاصل ہیں[1]۔ پچیس سال کی عمر میں آپ نے مکہ کی ایک مالدار قریشی بی بی سے نکاح کیا جس کا نام خدیجہ تھا۔ یہ عالی ظرف بی بی عمر میں آپ سے پندرہ برس بڑی اور ایک فارغ البال تاجر کی بیوہ تھیں۔ اس رشتہ ازدواج کے ساتھ ہی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک واضح تاریخی دور میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ بی بی خدیجہ آزادانہ طور پر تجارتی کاروبار کیا کرتی تھیں اور اسی کاروبار کے ضمن میں آپ نے

---

[1] حیرت کی بات ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے حالات تو تاریخی روشنی میں آجائیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے بارے میں یہ کہا جائے جبکہ بائبل کا وجود خود علماء نصاریٰ کے نزدیک مختلف فیہ بنا ہوا ہے

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمات حاصل کی تھیں۔ جب تک یہ شریف عالی کردار بی بی حیات رہیں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔

اس رشتۂ ازدواج سے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فکر معیشت سے ایک گونہ چھٹکارہ مل گیا۔ اور آپ اپنے تصوّرات اور تخیلات[1] میں زیادہ مستغرق رہنے لگے۔ اس زمانہ میں آپ کا زیادہ وقت مکہ کے باہر ایک پہاڑ کے چھوٹے غار میں مراقبہ اور یادِ الہٰی میں گذرتا تھا حق وصداقت کی اس جستجو کے دوران میں آپ نے ایک دن ایک آواز سنی، کہنے والا کہہ رہا تھا:۔

اقرا باسم ربك الذی خلق — پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

یہ پہلی وحی تھی جو آپ پر نازل ہوئی۔ رب العزۃ کی بارگاہ سے آپ کو نبوت عطا کی گئی۔ منصبِ نبوت عطا ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد آپ پر دوسری وحی نازل ہوئی۔ آپ خوف اور دہشت کی حالت میں جلد جلد گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی سے کچھ اُڑھانے کے لئے فرمایا۔ اس پر یہ وحی نازل ہوئی

یا ایھا المدثر قم فانذر — اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھ پھر ڈرا۔

یہ غیبی آوازیں مختلف قسم کی ہوتی تھیں کبھی ایسی ہوتیں تھیں جیسے گھنٹی بج رہی ہے۔ لیکن بعد میں ایک ہی قسم کی آواز آنے لگی اور اس کے بارے میں یہ تسلیم کر لیا گیا کہ یہ خدا کے فرشتے جبرئیل کی آواز تھی۔

---

[1] یہ ایک بھونڈی تعبیر ہے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیغام تورات کے عبرانی پیغمبروں کے پیغام سے زیادہ مشابہ تھا۔ خدا ایک ہے وہ قادرِ مطلق ہے وہ خالق کائنات ہے قیامت کا ایک دن آنے والا ہے۔ جو لوگ احکام الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں، وہ جنت میں بے حساب انعاموں سے سرفراز ہوں گے۔ جو لوگ ان احکام کی تعمیل سے سرتابی کرتے ہیں وہ دوزخ کی دردناک اذیتوں اور عذابوں میں جھونکے جائیں گے۔

مبعوث ہونے کے بعد حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہی قبیلہ کو اسلام کا پیغام سنا کر انھیں پند و نصیحت کے ذریعہ رشد و ہدایت کی طرف بلایا وہ آپ کا مذاق اڑاتے اور آپ کی باتوں کو ہنسی میں اڑانا چاہتے تھے آپ لوگوں کو جنت کی بشارتیں دیتے اور دوزخ کے عذاب سے ڈراتے تھے اور اپنے سننے والوں کو روزِ قیامت کے سر پر پہونچ جانے کا خوف بھی دلاتے تھے۔ لیکن ابتدائی وحی جتنی موثر اور مختصر تھی اتنے ہی کم لوگ اسلام قبول کر رہے تھے۔ آپ کی بیوی، خدیجہؓ، آپکے چچا زاد بھائی علیؓ اور ایک رشتہ دار ابوبکرؓ نے آپ کی رسالت کو تسلیم کیا اور آپ پر ایمان لے آئے مگر قریش کے بااثر لوگ آپ کے راستہ میں پہاڑ بنے رہے۔ تاہم آہستہ آہستہ اور لوگ بھی ایمان لانے لگے۔ اور مسلمانوں کی صفیں بڑھنے لگیں۔
۶۱۵ء میں تراسی مسلمانوں نے ہجرت کی ان مہاجروں کو نصرانی نجاشی کی سلطنت حبشہ میں پناہ ملی۔ نجاشی نے ان لوگوں کو مکہ کے ظالموں کے حوالہ کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ قریش کی زیادتیوں اور ایذا رسانیوں کے اس تاریک دور میں اتنے مسلمانوں کے شہر مکہ سے باہر چلے جانے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذرا بھی ہراساں نہ ہوئے۔

اس کے بعد ہی عمر بن الخطاب طاعت الٰہی کے پیغام میں باندھے گئے انکی قسمت میں اسلامی مملکت کے قیام میں نمایاں حصہ لینے کی سعادت مقدر کی جا چکی تھی۔ اسی زمانہ میں معراج کا حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آن واحد میں بیت اللہ سے بیت المقدس پہونچے اور وہاں سے ساتوں آسمان پر تشریف لے گئے۔

معراج کے واقعہ کے دو سال بعد ۷۲ آدمیوں کے ایک وفد نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ میں سکونت اختیار کرنے کی دعوت دی۔ مدینہ میں یہودی ایک مسیحا کے ظہور کا انتظار کر رہے تھے اور اس مسیحا کی پذیرائی کے لئے انھوں نے اپنے مشرک ہموطنوں کو ہموار کر لیا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو کالاوں کو قریش کی نظر بچا کر خاموشی کے ساتھ اپنی والدہ کے شہر مدینہ چلے جانے کی اجازت دیدی۔ اس کے بعد آپ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور ۲۴ ر اگست ۶۲۲ء کو مدینہ پہونچ گئے۔

یہ شہرۂ آفاق ہجرت جس کو محض فرار کا مترادف قرار نہیں دیا جاسکتا۔ نقل مکان کا ایک ایسا منصوبہ تھا جس پر دو سال سے بڑی احتیاط کے ساتھ غور کیا گیا تھا۔ اس واقعہ کے سترہ سال بعد حضرت عمر رض کی تقویم ہلالی (آغاز ۱۶ ر جولائی) کی بنیاد رکھی گئی۔ جس میں ہجرت کو اسلامی عہد کے سرکاری نقطۂ آغاز کی حیثیت دی گئی۔

ہجرت نبوی سے مکی دور ختم اور مدنی دور شروع ہوتا ہے۔ یہ واقعہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں ایک نقطۂ انقلاب ثابت ہوا۔ آپ نے اپنے مولد مکہ کو ایک ایسے نبی کی حیثیت سے خیر باد کیا جس کی ان لوگوں نے کوئی قدر نہ

لے مراد انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ زبان انکی عبرانی تھی۔ اسی وجہ عبرانی کہا گیا ہے۔

پہچانی اور اپنے وطن ثانی مدینہ میں ایک ایسے سردار کی حیثیت سے داخل ہوئے جسے لوگوں نے اپنے سر آنکھوں پر لیا یہاں سے آپ کی ریاضت کا دور پس منظر میں چلا جاتا ہے اور منصب نبوت میں عملی سیاست اپنے جوہر دکھلانے لگتی ہے

مدینہ پہونچ کر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ کے مسلمانوں اور مہاجروں کے درمیان بھائی چارہ "اخوت" قائم کیا، مدینہ کے انصار اپنے دینی بھائیوں کے لئے زندگی کے اسباب مہیا کرنے کے بارے میں پریشان تھے۔ اتنے میں خبر لگی کہ ایک قافلہ شام سے مکہ کی طرف واپس جا رہا ہے مسلمانوں نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قیادت میں اس قافلہ کو روک لیا اس سے شہر مکہ کی تجارتی زندگی کے سب سے طاقتور بازو پر مسلمانوں کا نہایت ہی کامیاب وار پڑا۔ قافلے کے سردار کو مسلمانوں کے عزم اور ارادہ کا پہلے ہی سے حال معلوم ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی مدد کے لئے مکہ کی طرف آدمی دوڑائے مکہ سے بہت جلد کمک پہونچ گئی اور مسلمانوں کے ساتھ مکہ والوں کا مقابلہ ہوا۔

اس مقابلہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فیض اثر قیادت کی بدولت تین سو مسلمانوں کو ہزار مکہ والوں پر پوری پوری فتح حاصل ہوئی۔

نظم و ضبط کی اسپرٹ اور موت کے خوف سے ناآشنائی کا جو مظاہرہ اس اولین مسلح لڑائی میں ہوا وہ بعد کی اس سے بڑی فتوحات میں ایک امتیازی خصوصیت ثابت ہوا۔ یہ سچ ہے کہ دوسرے ہی سال مکہ والوں نے اپنی شکست کا انتقام لے لیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے رسول خداؐ کو زخمی تک کر دیا لیکن ان کی یہ کامیابی کچھ دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ اسلام پھر سنبھلا اور اس نے بتدریج مدافعانہ نوعیت سے جارحانہ حیثیت اختیار کر لی۔ اور اب اس کی اشاعت اور اس کی ترقی یقینی ہو چکی تھی۔ اس وقت تک اسلام کی حیثیت ریاست کے

اندر ایک دین کی سی تھی مدینہ میں اس کی حیثیت سرکاری دین سے بھی بڑھ گئی تھی۔

اسی مدنی دور میں اسلام کو خصوص عربی یا قومی مزاج عطا ہوا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودیت اور نصرانیت دونوں سے اپنے تعلقات منقطع کر لئے۔ سبت کا بدل جمعہ کا دن مقرر ہوا۔ ناقوس اور گھنٹوں کی جگہ اونچے مینار سے اذان دینے کا حکم ہوا رمضان روزہ رکھنے کا مہینہ قرار دیا گیا۔ نماز کے لئے بیت المقدس کی بجائے کعبہ کی سمت اختیار کی گئی۔ حج کعبہ اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے ..... (اور یہ زمانہ قبل اسلام کا عقیدہ ہے) احکام صادر ہوئے لے

۶۲۸ء میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ اپنے مولد مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں وہ معاہدہ (صلح حدیبیہ) طے فرمایا جس کی رو سے اہل مکہ اور مسلمانوں کو مساوی حقوق حاصل ہوئے۔ دو سال بعد جنوری ۶۳۰ء کے ختم پر (۸ھ) میں مکہ پوری طرح فتح ہو گیا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہر کے سب سے بڑے حرم میں داخل ہوئے۔ آپ نے یہاں کے تمام بت توڑ ڈالے۔ ان بتوں کی تعداد ۳۶۰ بیان کی جاتی ہے آپ

جاء الحق و زھق الباطل حق آیا اور باطل چلا گیا۔

فرماتے جاتے تھے اور بتوں کو توڑتے جاتے تھے۔ لیکن خود شہر کے لوگوں کے ساتھ آپ نے بڑی فراخ دلی برتی مفتوحہ شہر میں اس شان کے ساتھ کسی فاتح کے داخل ہونے کی مثال اس سے پہلے کبھی نہیں ملتی۔

لے اشارہ اسی طرف ہے کہ مسلمانوں نے ان امتیازات کو اختیار کر کے ایک ممتاز ملت کی پوزیشن کرلی

غالباً اسی زمانہ میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کعبہ کے اطراف کی زمین کو مقدس اور حرمت والی قرار دیا اور قرآن کی ایک سورت بھی نازل ہوئی جسکی بعد میں یہ تفسیر کی گئی کہ اس سورت میں تمام غیر مسلموں کو حرم کعبہ میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے آیت کا مقصد بظاہر یہ تھا کہ حج کے موقعوں پر بت پرست اور مشرکوں کو کعبہ کے قریب آنے سے روکا جائے لیکن جو تفسیر اوپر بیان کی گئی ہے اس پر اب تک عمل ہوتا ہے۔ جن نصرانی فرنگیوں کو ان دو مقدس شہروں کے دیکھنے اور اپنی جان سلامت لیجانے میں کامیابی ہوئی انکی تعداد ۱۵ سے زیادہ نہیں ہے پہلا نصرانی فرنگی بولنگنا واقع اطالیہ کا تھا جس نے ۱۵۰۳ء میں مکہ اور مدینہ کی سیر کی اور آخری شخص انگریز ایلڈن رٹر تھا ان تمام سیاحوں کی داستانوں میں سر رچرڈ برٹن کی داستان سب سے دلچسپ ہے۔

ہجرت کے دسویں سال حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دینی صدر مقام مکہ میں حج بیت اللہ کی بڑی شان کے ساتھ قیادت فرمائی یہ آپکا آخری حج تھا اسی لئے اس حج کو حجۃ الوداع کہا گیا ہے۔ مدینہ واپس آنے کے تین مہینہ بعد آپ یکایک بیمار ہو گئے۔ اور آپ کو سخت درد سر اور بخار لاحق ہوا اسی علالت میں ۸ جون ۶۳۲ء کو آپ نے انتقال فرمایا۔

دیار عرب و شام میں بعض ایسی قدیم وضع کے مٹی کے گھر اب بھی نظر آتے ہیں جن میں چند کمرے ہوتے ہیں جو ایک دالان میں کھلتے ہیں اور اسی دالان سے کمروں تک رسائی ہو سکتی ہے۔ ایسے ہی مٹی کے بنے ہوئے ایک گھر میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انتہائی عروج پر پہونچنے کے باوجود ظاہری نمود و نمائش سے پاک زندگی بسر فرمائی۔ اپنے کپڑوں کو آپ اکثر خود ہی سی لیا کرتے تھے آپ تک ہر شخص کو ہر وقت رسائی حاصل ہو سکتی تھی۔ ہوگارتھ کہتا ہے آپ کے ہر قول و فعل نے خواہ وہ معمولی ہو یا اہم شرعی حکم کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ دنیا کے کروڑوں آدمی آج

بھی پورے شعور کے ساتھ ان احکام کی پابندی کرتے ہیں۔ نسل انسانی کے کسی حصہ نے کسی کو اسطرح انسان کامل مان کر اس کی اتنی زیادہ تقلید نہیں کی ہے۔

مدینہ کی دینی جماعت کے افق سے اسلامی ریاست کا آفتاب طلوع ہوا۔ مہاجرین اور انصار کی یہ جماعت "امت" یا اللہ کی جماعت دین کی اساس پر قائم کی گئی تھی یہ تاریخ عرب میں سماجی تنظیم کی پہلی کوشش تھی جسکی بناء خونی رشتوں کی جگہ دینی تعلقات پر رکھی گئی تھی۔ مملکت کا مقتدر اعلیٰ اللہ کو مانا گیا تھا اور اللہ کا رسول عرصہ کیلئے زمین پر اسکا حقیقی اور حکمران اعلیٰ قرار دیا گیا تھا اسی طرح حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے روحانی اقتدار کیساتھ ساتھ بالکل ویسا ہی دنیوی اقتدار استعمال فرمایا جو کسی مملکت کا مقتدر اعلیٰ استعمال کر سکتا تھا اس جماعت کے سارے افراد اپنے قبائلی حسب و نسب اور قدیم مذہبی عقائد کا خیال کئے بغیر کم از کم اصولی حیثیت سے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی قرار دیئے گئے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اعلیٰ درجہ کا بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس کے الفاظ ہیں :۔

> لوگو! میری باتوں کو دل لگا کر سنو۔ جان لو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اب تم سب کا تعلق ایک ہی برادری سے ہے اسلئے تم میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی کسی چیز کو اسکی اجازت کے بغیر اپنے قبضہ یا استعمال میں لائے۔

اسطرح عربوں کے تعلقات یعنی قبائلی رشتہ داری کی گرہ ایک ہی وار میں کٹ گئی اور اسکی جگہ ایمان کی مضبوط گرہ لگا دی گئی ملک عرب کیلئے ایک طرح کی اسلامی برادری قائم کر دی گئی۔ اس نئی جماعت میں نہ تو کسی قسم کا کاہنی نظام تھا نہ مذہبی پیشواؤں کی حکومت تھی نہ کوئی مرکزی دینی عدالت تھی اسکی مسجدیں مشترک عبادت کا مقام ہونے کے علاوہ عام اجتماعی اور فوجی تربیت کا مقام بھی ہوتی تھیں مسجد میں امام عبادت کے موقعوں پر مسلمانوں کی قیادت کرنیکے سوا میدان کارزار میں اسلامی فوجوں کا سپہ سالار بھی ہوا کرتا تھا اور تمام مسلمانوں کو یہ ہدایت تھی کہ وہ ساری دنیا کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی امداد و حفاظت کریں۔ (ہسٹری آف دی عرب)

۲- جارج کونسٹان ورزیل

جارج کونسٹان ورزیل ۱۵ ستمبر ۱۹۱۶ء میں رومانیہ کے شہر روسمان میں پیدا ہوا۔ اسکو بچپن ہی سے مذہبی کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ بخارست کی یونیورسٹی سے مذہبی فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد جب حالات ابتر ہوگئے تو وہ فرانس منتقل ہوگئے انھوں نے چند کتابیں تصنیف کیں اور آخری کتاب "پیغمبر اسلام" ۲۲ سال میں اس طرح لکھی کہ برسوں عرب کی بادیہ نشینی اختیار کی اور وہاں کی بودوباش اور طرزِ معاشرت کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اور آخر میں حلقہ بگوش اسلام ہوگئے ان کی کتاب کا ترجمہ مولانا وارث علی صاحب ایم اے فاضل دیوبند نے کلکتہ سے شائع کیا۔ اس کے چند اقتباسات اس جگہ پیش ہیں۔

آغازِ رسالت زمانہ نبوت میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک نبی تھے لیکن جب سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی تو آپ رسول ہوگئے۔ نبی وہ شخص ہوتا ہے جو اطلاع یا بشارت دیتا ہے اور رسول وہ شخص ہوتا ہے جو لکھے ہوئے قوانین انسانوں کے لئے لاتا ہے مغرب کے اہلِ علم حضرات نے نبی اور رسول میں گذشتہ زمانہ میں کوئی فرق نہیں کیا اور دونوں کو ایک ہی معنیٰ میں رکھا ہے۔ لیکن اسلامی عالموں نے ان دونوں میں فرق کیا ہے وہ نبوت ایسے دَور کو سمجھتے ہیں جو رسالت سے پہلے ہو اور کہتے ہیں کہ نبی وہ شخص ہے جو اطلاع یا بشارت

دیتا ہو۔ لیکن رسول وہ شخص ہے جو خدا کے لکھے ہوئے احکام لوگوں کو پہنچاتا ہو۔

سورۂ والضحیٰ جو زمانہ فترت کے بعد حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی ہے خوشی بخشنے والی اور خدا اور رسول کی محبت کو بیان کرنے والی ہے خدا جانتا تھا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زمانہ فترت میں غمگین تھے اور کبھی کبھی تردّد میں پڑ جاتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا نے منہ موڑ لیا ہو۔ لہٰذا سورۂ والضحیٰ میں بڑی محبت سے محمل نوازش قرار دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورہ کے شروع ہی میں پیغمبر کیلئے قسم کھا کر کہا ہے۔

والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ — قسم ہے دن کے نمودار ہونے کی اور رات کے ڈھانپ لینے کی۔

اس قسم کی۔ قسم کھانا مصر کے مذہبی ادب اور ہندوستان کے مذہبی ادب (وید) کے سوا جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے چار پانچ ہزار سال پہلے کا ہے اور کہیں نہیں پایا جاتا۔ مذہبی کتاب وید کی قسمیں قرآن شریف کی قسموں جیسی زیبائی اور سادگی اور فصاحت نہیں رکھتیں۔

یہاں خدا نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے دو چیزوں کی قسم کھائی ہے ایک سورج نکلنے کی اور دوسری رات آنے کی۔ یہ دونوں قسمیں بہت لطیف ہیں۔ اور جس وقت انسان اس آیت کو پڑھتا ہے تو اسطرح محسوس کرتا ہے جیسے وہ موسم بہار کی صبح کو ایک سبزہ زار میں شگفتہ پھولوں کے ساتھ طلوع آفتاب کا مشاہدہ کر رہا ہو۔ ایک مغربی علم داں جو عربی سے ناواقف ہے والضحیٰ کا فقط طلوع خورشید سے ترجمہ کرتا ہے لیکن عربی زبان میں والضحیٰ کے صرف یہی معنی نہیں ہیں بلکہ مجازی معنی بہت وسیع ہیں عربی زبان میں والضحیٰ کے معنی یہ ہیں۔ قسم اس موقع کی جب آفتاب کی شعاعیں

افق سے نکلتی ہیں اور رفتہ رفتہ پھیلتی ہیں یہاں تک کہ ساری دنیا آفتاب کے نور سے روشن ہو جاتی ہے اور پھر آفتاب کی خیرہ کرنے والی روشنی سارے عالم پر چھا جاتی ہے

واللیل اذا سجیٰ جو اس سورت کی دوسری قسم ہے یہ بھی پہلی قسم کی طرح وسیع مجازی معنیٰ رکھتی ہے۔ اس قسم سے جو مفہوم ایک عربی سمجھتا ہے ایک یوروپی کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ ایک مغربی جب چاہتا ہے کہ اس قسم کو کسی زبان میں ترجمہ کرے وہ اس طرح ترجمہ کرتا ہے: قسم ہے رات کے وقت کی جب وہ ساری جگہ کو گھیر لیتا ہے۔ (فاضل مصنف نے کافی دُور تک لکھنے کے بعد لکھا ہے)

اجتماعی اور اقتصادی تحریک نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کے پیشوا تھے عربوں کو اس طرح متحرک کیا کہ ہجرت کی ابھی نصف صدی بھی نہیں گذری تھی کہ عربوں نے پرانی دنیا کی تین بڑی حکومتوں (ایران مصر، شام) کو اسلامی حکومت کا جزو بنالیا، اور وہاں کے باشندوں کو مسلمان بنا دیا۔ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ملتا جس نے اس قدر جلد اتنی وسعت اختیار کی ہو۔ اگر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائے ہوئے قوانین صرف مذہبی ہوتے تو اس قدر جلد وسعت نہ پاتے۔ جو چیز اسلام کی اس تیز رفتاری کا سبب بنی وہ اجتماعی اور اقتصادی تحریک تھی۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجتماعی تحریک میں ایک اصل پائی جاتی ہے اور آج کل کے مفکر جس کو زبان پہ لاتے ہیں وہ اصل نوع انسانی کی وحدت ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ نوع انسان ایک واحد ملت

ہے دنیا کی قوموں میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں وہ ظلم و فساد اور بے انصافی سے وجود میں آئے ہیں جو آیت اس معنی کی حامل ہے وہ سورہ بقرہ آیت ۲۰۹ ہے

کان الناس أمة واحدة لوگ ایک امت تھے۔

اس کے بعد فاضل محقق نے بہت دور کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

میں نے بیان کیا کہ قرآن شریف بتدریج ۲۳ سال میں نازل ہوا اگر زمانہ فترت کو بقول بعض علماء چند روز یا چند مہینہ[۵۱] ہے ایسا ہی شمار کریں تو باستثنائے اس سورت کے جو غار حراء میں نازل ہوئی ہے قرآن کے نزول کا زمانہ بائیس سال ہوتا ہے۔

آج جبکہ ہم عرب قوم کی تاریخ کا مطالعہ کر رہے ہیں اور جان رہے ہیں کہ عرب بادیہ اسلام سے پہلے کس طرح زندگی گذارتے تھے قرآن کی آیات کے تدریجی نزول ہونے کے لئے قدما (پہلے زمانے والے) سے بہتر راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ اگر چھ ہزار دو سو انتیس آیتیں (کُل آیتیں ۶۶۶۶ ہیں) ایک مرتبہ نازل ہوتیں تو جاہل بے خبر سادہ عرب ایسے مبہوت اور پریشان ہو جاتے کہ کوئی چیز نہ سمجھ سکتے۔ یہاں تک کہ آج بیسویں صدی عیسوی ہے اور اقوامِ عالم کے تعلقات کی وسعت کے باعث فکر انسانی کی بہ نسبت چودہ سو سال پیشتر سے بہت بلند ہو گئی ہے ایک حکومت جو تازہ تازہ وجود میں آتی ہے تو وہ اپنی قوم کے لئے سینکڑوں قوانین یکبارگی نہیں بنا سکتی۔

معراج قوت جاذبہ کا اثر جسے نیوٹن نے نکالا ہے ساری دنیا میں فوری ظاہر ہوتا ہے اسی طرح قوت جاذبہ کے ردّ عمل

---

[۵۱] زمانہ فترت بروایت صحیح ڈھائی سال ہے۔ ابن کثیر

کی سرعت بھی آتی ہے۔ اسلامی مورخوں کی روایت کے مطابق حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آسمانی سفر کی رفتار نور کی رفتار سے بھی بڑھی ہوئی تھی پس اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیداری کی حالت میں اپنی روح کے ساتھ آسمانوں پر پرواز کی ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کیا جسم نور کی تیز رفتاری کو جو تین ہزار کلو میٹر فی سکنڈ ہے برداشت کر سکتا ہے۔ علم طبیعیات بتاتا ہے کہ مادہ تین ہزار کیلومیٹر کی تیز رفتاری کو اس صورت میں برداشت کر سکتا ہے۔ جبکہ نور میں بھی تبدیلی آجائے۔ لیکن تین ہزار کیلومیٹر سے زیادہ تیز رفتاری کو نور بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن بعض اسلامی مورخ کہتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی جسم خاکی کے ساتھ نور سے زیادہ تیز رفتاری پر بھی قادر تھے اور اپنا سفر ایسی سرعت کے ساتھ کر سکتے تھے جو قوت جاذبہ کے ردعمل کے مثل ہے اگرچہ علم طبیعیات اسکو قبول نہیں کرتا لیکن چونکہ میں مسلمانوں کے مذہبی عقائد کا احترام کرتا ہوں اسلئے مذہبی نظر سے اسے قبول کرتا ہوں ہم لوگ عیسائی بھی اپنے مذہبی معتقدات میں ایسے مسائل رکھتے ہیں جنھیں علم طبیعیات تسلیم نہیں کرتا لیکن مذہبی عقیدہ کی بناء پر ہم اُسے تسلیم کرتے ہیں۔

۳۔ نپولین بونا پارٹ

نپولین بونا پارٹ کے بارے میں بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ اس کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات اور قرآنی ہدایات اور سیرت پاک سرور کائناتؐ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا تھا چنانچہ اس نے اپنے قرآن کے نسخے پر "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" خود اپنے قلم سے لکھا تھا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تھا وہ لکھتا ہے :۔

میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے دین پر ایمان رکھتا ہوں اور ایک ایسی مملکت قائم کرنا چاہتا ہوں جو قرآن کے سچے اصول پر قائم ہو۔

ایک جگہ وہ لکھتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم امن اور سلامتی کے ایک عظیم شہزادہ تھے آپ نے اپنی عظیم شخصیت سے اپنے فدائیوں کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا صرف چند سالوں میں مسلمانوں نے آدھی دنیا کو فتح کر لیا۔ جھوٹے خدا کے پجاریوں کو مسلمانوں نے اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا۔ بت پرستی کا خاتمہ کر دیا۔ کفار اور مشرکین کے بتکدوں کو صرف پندرہ سال کے عرصے میں ختم کر کے رکھ دیا موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کے پیرؤوں کو اتنی بڑی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے عظیم انسان تھے اور اس قدر عظیم انقلاب کے بعد اگر کوئی دوسرا ہوتا تو خدائی کا دعویٰ کر دیتا۔

جہاں قادسیہ کی جنگ میں فتح سے مسلمانوں نے دجلہ اور فرات کے کناروں سے لے کر چین کی دیواروں تک پیغمبر اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے، وہاں یرموک اور رجنادین کی فاتحانہ یلغاروں سے شام اور مصر مسلمانوں کے قدموں میں آ رہے لیکن اگر یہ عظیم فتوحات مسلمانوں کو

حاصل نہ ہوتیں۔ اگر اسلام کے خالد اور ضرار اور عمرو بن عاص دشمنوں سے شکست کھا کر عرب کے صحرا میں دھکیل دئے جاتے تو غربت اور افلاس کے سوا دنیا میں عربوں کا نام بھی نہ ہوتا تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور حضرت عمر کے ناموں سے کسطرح آشنا ہوتی۔

اس کے بعد ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:۔

المنصور۔ ہارون الرشید اور مامون الرشید نے علم و ادب اور سائنسی علوم میں عظیم کارنامے دنیا کے سامنے پیش کئے۔ ان کے عہد میں ریاضی، علم کیمیا اور علم طبیعیات میں بڑی ترقیاں ہوئیں۔

ایک تیسری جگہ لکھتا ہے:۔

مجھے امید ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب دنیا کے تمام ملکوں کے دانشمندوں اور علماء کو جمع کروں گا اور دنیا میں ایک ایسی عالمگیر عدل پرور مملکت قائم کروں گا۔ جس کی بنیادیں قرآن پاک کے قوانین پر ہوں گی۔ اسی میں انسانیت کے لئے نظامِ حیات ہے[1]

۴۔ برنارڈ شاہ | میرا یقین ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر یورپ کا اگر کوئی مذہب ہوگا تو وہ اسلام ہوگا۔

---

[1] الجماعت کراچی بابت جولائی ۱۹۶۵ء ماخوذ بونا پارٹ اور اسلام از شیرفل بیرس ص ۱۰۵ تا ۱۲۵

میں نے ہمیشہ ہی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو عزت اور عظمت کی نظر سے دیکھا ہے۔ دین اسلام میں ایک بہت بڑی روحانی قوت ہے، اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ہر دور اور ہر زمانہ کی رہنمائی کی اہلیت رکھتا ہے۔ میں اس سے پہلے بھی پیش گوئی کر چکا ہوں کہ سو سال کے بعد اگر یورپ کا کوئی مذہب ہوگا تو وہ صرف اسلام ہوگا یہ ایک ایسا دین ہے کہ وہ کل بھی اسی طرح مقبول اور محبوب ہوگا جس طرح وہ آج کل بھی یورپ میں اپنی مقبولیت کی راہیں نکال رہا ہے۔ ہمارے قرون وسطیٰ کے عیسائی پادریوں اور مذہبی پیشواؤں نے یا تو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یا افسوسناک تعصب کی وجہ سے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جلیل القدر شخصیت اور آپ کے مذہب اسلام کو نہایت ہی تاریک شکل میں پیش کیا ہے۔

ان لوگوں نے یہ بھی غلط فہمی پھیلائی اور خود بھی غلط فہمی میں مبتلا ہوئے کہ پیغمبر اسلام جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف تھے یا دشمن تھے۔ لیکن میں نے اس عظیم اور کامل انسان کے حالات کا پوری طرح مطالعہ کیا ہے میں پوری بصیرت کیساتھ اس حقیقت کا اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مخالف نہ تھے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ وہ نسل انسانی کے ہادی اور نجات دینے والے تھے بلکہ میں تو کھلے اور صاف الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر آج دنیا کی

حکومت اور ڈکٹیٹر شپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انسان کامل کے سپرد کر دی جائے تو آپؐ اس کرۂ ارض کے تمام مسائل حیات اور مشکلات کو اس طرح حل کر دیں گے کہ تمام دنیا امن اور راحت سے بھر جائے گی ہر طرف مسرتوں اور خوشحالیوں کا دور دورہ ہوگا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین یورپ میں اپنی قبولیت کے دروازے کھول رہا ہے۔ اور یورپ کے لوگ اسلام سے قریب آنے لگے ہیں۔ مجھے یہ پختہ یقین ہے کہ اگلی صدی میں یورپ اپنے لاینحل مسائل کو حل کرنے کے لئے اسلام کی ہدایت تلاش کرے گا۔ اسلام کے اصول ہی یورپ میں مقبول ہوں گے۔ میری اس پیشین گوئی کا مقصد یہی ہے جو میں کہتا ہوں کہ ایک سو سال کے اندر اگر کوئی مذہب باقی ہوگا تو وہ صرف اسلام ہوگا۔

جس طرح اس وقت دنیا میں افراتفری پھیلی ہوئی ہے اس سے بدتر حالت دنیا کی اُس وقت تھی جب آفتابِ اسلام طلوع نہیں ہوا تھا۔ میرا یقین ہے اور میں بار بار اسے دہراتا ہوں کہ دنیا کے سب سے بڑے پیغمبروں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہایت ممتاز اور نمایاں ہے۔ بلا شبہ وہ انسانیت کے سچے ہمدرد اور مصلح تھے اور وہ ایسے صبر آزما اور مشکل دور میں کامیاب ہوئے اور وحشیوں کو اخلاق کا معلم بنا دیا۔ جس مرحلے پر بہت سے پیغمبر کامیاب نہ ہو سکے تھے اور مجبور ہو کر انھوں نے خدا سے اپنی قوموں کی تباہی کی دعا مانگی تھی مگر یہ حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات تھی کہ انھوں نے ہر قسم کی بے سروسامانی کے باوجود اپنا کلمہ پڑھوالیا اور بگڑی ہوئی عادتوں اور خونریزی کے جذبات کو مٹاکر اپنی قوم کو انصاف اور امن کا علمبردار بنالیا [1]

۵۔ مسز اینی بیسینٹ

جو شخص بھی حضرت محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلیل القدر پیغمبر کی حیاتِ مقدسہ اور آپ کے عظیم کردار اور عمل کا مطالعہ کرتا ہے اور جو شخص بھی یہ جانتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے کسطرح اپنی پاکیزہ زندگی بسر کی اس کے لئے اس کے بغیر چارہ ہی نہ ہوگا کہ وہ اس عظیم اور جلیل پیغمبر کی عظمت اور جلالت اپنے دل میں محسوس نہ کرے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسولوں میں بڑی ہی عزت والے تھے۔ میں جو کچھ آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں آپ میں اکثر اصحاب شاید اس سے واقف بھی ہوں لیکن میری تو یہ حالت ہے کہ میں جب بھی آپ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتی ہوں تو میرے دل میں عرب کے اس عظیم اور لاثانی نبی کی نئی عظمت اجاگر ہوتی ہے [2]

۶۔ جان ڈیون پورٹ

میرے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت

---

[1] الجماعت کراچی جولائی ۱۹۶۵ء از برنا ڈشاہ۔

[2] الجماعت کراچی ماخوذ سیرت اور تعلیمات محمد ﷺ مطبوعہ ۱۹۳۴ء

یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ پر سب سے پہلے وہی لوگ ایمان لائے
جو آپ کے جگری دوست اور آپ کے اہل خانہ تھے جو کہ آپ
کی زندگی کے ہر اندرونی گوشہ سے واقف تھے۔ اگر آپ نے
یونہی سب کچھ فرضی اور دکھاوے کیلئے کیا ہوتا اور آپ کے دعویٰ
میں خلوص اور صداقت نہ ہوئی ہوتی تو یہ لوگ سب سے پہلے
کبھی بھی آپ پر ایمان نہ لاتے۔ اگر آپ کی پرائیویٹ زندگی
میں صداقت اور خلوص نہ ہوتا تو ظاہر داری کے فریب میں
آپ کے گھر والے اور سالہاسال سے محبت کرنے والے دوست
کبھی آپ کی رسالت پر ایمان نہ لاتے۔

مکہ میں آپ کی ولادت ہوئی لیکن ساری دنیا کے اندر جس
انسان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت اور عقیدت کا اظہار کیا
گیا تو وہ آپ ہی کی مبارک ذات تھی اور آپ کی عظیم شخصیت سے
بڑھ کر نسل انسانی پر دوسرے کسی شخص کا اثر و اقتدار قائم
نہیں ہو سکا۔ پیغمبر اسلام کی شخصیت میں کچھ ایسی دلآویز باتیں
تھیں جس سے دنیا بھر کی سلطنتوں کے نقشے تبدیل ہو گئے
آپ نے نسلِ انسانی کی اصلاح و تعمیر کے سلسلہ میں بے مثل
خدمات انجام دیں آپ نے صفائی، طہارت، پاکیزگی، عبادت، روزہ
رکھنے۔ زکوٰۃ دینے کا ایک ایسا نظام قائم کیا جس نے ساری
قوم میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔ آپ نے خدائے
واحد کی عبادت کا دین جاری کیا۔ جس سے نسلِ انسانی میں
وحدتِ خیال پیدا ہوتی ہے۔ آج آپ دنیا کا نقشہ اٹھا کر

دیکھیں تو آپ کو کرۂ ارض کے ہر گوشہ میں اسلامی سلطنتیں اور کروڑوں حلقہ بگوشانِ اسلام نظر آئیں گے۔ (معاذاللہ) یہ کسی جھوٹے نبی کا ہرگز کارنامہ نہیں ہو سکتا آج دنیا کے تیسرے حصہ سے زیادہ آبادی اسلام میں داخل ہو چکی ہے (ہمارا خیال ہے نصف سے بھی زیادہ انسانی آبادی مسلمان ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اسلام قبول کرنے والوں نے اسلام کے نام پر عظیم مملکتیں اور بادشاہتیں قائم کیں۔ جو سب پیغمبرِ عرب صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ماننے والے تھے۔ آج دنیا کی تمام اسلامی حکومتوں کے فرمانروا آپ ہی کے نام لیوا ہیں۔ کروڑوں انسانوں کی روزمرہ کی زندگی میں آپ ہی کے دین کی رہنمائی کو دخل ہے۔ اگر ایسے پاکباز انسان کو رسول اللہ کا خطاب دیا گیا ہے تو یہ ایک صداقت ہے آپ اس کے پوری طرح حقدار ہیں کہ آپ کو خدا کا رسول اور پیغمبر کہا جائے[1]

۷۔ پروفیسر ایچ جی ویلز

اگر انسان میں خوبیاں نہ ہوں تو وہ کس طرح اپنے دوستوں کے دلوں میں گھر کر سکتا ہے۔ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے کہ جو آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے وہی آپ پر پہلے ایمان لائے۔ حضرت خدیجہؓ سے بڑھ کر آپ کو

---

[1] الجماعت کراچی جولائی ۱۹۶۵ء ماخوذ جان ولیم ڈریپر کی کتاب یورپ کے دینی ارتقاء کی تاریخ مطبوعہ لندن ۱۸۷۵ء

کون زیادہ جانتا ہوگا۔ وہی سب سے پہلے ایمان لائیں۔ حضرت خدیجہؓ تو خیر آپکی رفیقہ حیات تھیں حضرت ابوبکرؓ سب سے بڑی شہادت ہیں جو ساری زندگی پیغمبر اسلام کے فداکاروں میں شامل رہے۔

حضرت ابوبکر جیسے فداکار جاں نثار کا آپ پر ایمان لانا جو ساری عمر آپ پر ایمان رکھتے رہے پیغمبر اسلام کی صداقت کا بہترین ثبوت ہے کہ آپ نے اپنا سب کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربان کردیا تھا۔ پھر حضرت علی رضؓ کرم اللہ وجہہ نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر آپ کی صداقت کا ثبوت پیش کیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز جھوٹے مدعی نہیں تھے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام میں بہت بڑی خوبیاں اور باعظمت صفات موجود ہیں۔ پھر حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ اپنی رحلت سے ایک سال پہلے پیغمبر اسلام ؐ نے آخری حج پر جو خطبہ دیا جو تاریخ کی یادگار چیز ہے۔ اس سے اسلام کے نام کی عظمت آپ نے قائم کردی وہ اسلام جس پر ایمان لانے والے آج کروڑوں انسان زمین پر موجود ہیں۔

اس خطبہ میں انسان کے خون اور حرمت کی حفاظت کا اعلان کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ آج کے دن سے تمہارا خون تمہارا مال اور دولت تمہاری عزت ایک حرمت والی چیز ہے اس طرح دنیا میں امن اور سلامتی کا پیغام دیا گیا۔ قتل اور خونریزی کو اسلام کی سوسائٹی میں سخت ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

اس خطبۂ حج میں ایسی پرکشش باتیں ہیں جن سے کہنے والے کے دل کی فیاضی، حسن معاملہ، انسانیت کا احترام سب کچھ ظاہر ہوتا ہے آپ نے

اس خطبہ میں نسلِ انسانی کی مساوات کا اعلان کیا۔ ایک کالے حبشی کو خلیفۃ المسلمین کے برابر جگہ دی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفّاکی کا خاتمہ کیا گیا۔ اس سے پہلے امن اور سلامتی کا پیغام اس سے بڑھ کر کسی نے پیش نہیں کیا۔ اور نہ ہی ایسی پاکیزہ سوسائٹی پیش کی[۱]

۸۔ پروفیسر گب

اسلام کا تمام نسلِ انسانی پر بہت بڑا احسان ہے اور کسی دوسرے مذہب یا سوسائٹی کو اس قدر عظیم کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ تمام نسل انسانی میں مساوات اور برادری ہر ایک کو ترقی کے برابر کے مواقع زندگی کے معیار اور ہر بات میں اسلام نے مساوی حقوق کا درجہ دیا ہر ایک کو اپنی سعی وعمل کے نتائج کی برابر ضمانت دی، اسلام کے نظامِ حیات میں کالے اور گورے میں امتیاز نہیں۔ اسلام تمام نسلِ انسانی کو ایک ہی کنبہ کے افراد تصوّر کرتا ہے۔ افریقہ۔ انڈونیشیا حتّٰی کہ جاپان تک ہر قوم اور ہر نسل کے انسانوں قوموں اور نسلوں میں جس میں بے شمار اختلافات بھی موجود ہیں انہیں مصالحت، موافقت اور وحدتِ خیال کے سلسلہ میں اسلام نے بہت عظیم پارٹ ادا کیا۔ مغرب اور مشرق کی تہذیبوں میں جو آج کل تصادم ہے میرا یقین ہے کہ دونوں کے درمیان اسلام اور صرف اسلام ہی مصالحت موافقت اور تعاون کی راہیں کھول سکتا ہے[۲]

---

[۱] ماخوذ آؤٹ لائین آف ہسٹری مطبوعہ لندن ۱۹۲۰ء

[۲] اسلام کا مستقبل مطبوعہ لندن ۱۹۳۲ء

قرآن مجید پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تصنیف تھی تو پھر دوسرے لوگ بھی اس کی مثال لا سکتے سارے قرآن مجید کی مثل تو چھوڑیئے صرف دس آیات بھی قرآن مجید کے مقابلے میں کوئی آج تک نہ لا سکا۔ (جیسا کہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے) اور یہ حقیقت ہے کہ آج تک اس چیلنج کو ساری دنیا میں کسی نے بھی قبول نہ کیا پھر سب دنیا کو یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ یہ قرآنمجید کا معجزہ ہے کہ جس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔[1]

۹- اسٹینلے لین پول

فتح مکہ کا دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم کامیابی کا دن تھا۔ دشمنوں پر بھی فتح تھی اور اپنے اوپر بھی فتح تھی۔ آپ نے تمام قریش کو معاف کر دیا۔ حالانکہ قریش نے آپ کو ساری زندگی مصیبتوں اور مشکلات میں مبتلا رکھا اسی طرح آپ نے تمام مکہ والوں کو عام معافی دیدی۔ آپ اور آپ کے ساتھی فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے ہر طرف امن اور سلامتی کا پیغام سنایا جا رہا تھا۔ کسی گھر کو نہیں لوٹا گیا۔ حالانکہ سب دشمنوں کے گھر تھے جنھوں نے ساری عمر آپ کو انتہائی اذیتیں پہونچائیں۔ اور ایک لمحہ آرام سے نہ بیٹھنے دیا کسی کی عزت یا آبرو خطرے میں نہیں ڈالی ہاں صرف ایک چیز ضرور برباد کی گئی۔ جب آپ خانہ کعبہ یعنی اللہ کے گھر میں داخل ہوئے تو وہاں ۳۶۰ بت رکھے تھے آپ نے اپنے عصا سے بتوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

جاء الحق وزھق الباطل	سچائی آگئی اور باطل
ان الباطل کان زھوقا	بھاگ گیا۔

---

[1] دین محمد از پروفیسر گب مطبوعہ لندن ۱۹۵۳ء۔

قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ کے ساتھیوں نے بتوں کو توڑ کر پھینک دیا۔ اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آبائی شہر میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ آپ کے جانی دشمن جو آپ کے خون کے پیاسے تھے آپ نے سب کو معاف کر دیا۔ یہ ایسی فتح تھی اور ایسا پاکیزہ فاتحانہ داخلہ تھا جس کی مثال ساری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالٰی نے عجیب ملکوتی تصورات اور صفات سے نوازا تھا آپ کی روحانی بلندی اور عظمت کا کوئی حساب نہیں آپ کے احساسات بے حد پاکیزہ تھے۔ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بھی آپ زیادہ باحیا تھے۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو آپ کے پاکیزہ اخلاق کے متعلق کہے جاتے ہیں۔ آپ نے کبھی کسی چھوٹے یا بڑے کو ساری زندگی میں جھڑکا۔ خواہ ان سے کوئی قصور ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔ آپؐ کے ایک غلام حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک حضور نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا اس تمام عرصہ میں آپ کی شفقت کا یہ حال تھا کہ آپ نے کبھی اُف کے الفاظ بھی مجھے نہ کہے۔

آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ بڑی ہی محبت اور شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ بچوں سے آپ کو بڑی ہی محبت تھی۔ آپ کا ایک چھوٹا سا بچہ آپ کے سینے پر لیٹے ہوئے فوت ہوا۔ جب آپ لڑکے کی نرس کے گھر میں تھے جو لوہار کا کام کرتے تھے۔ آپ بچوں سے بےحد محبت اور شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ گلیوں میں بچوں کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور ان کے

سروں پر اپنے ہاتھوں سے پیار کرتے۔ آپ نے ساری عمر کبھی کسی کو نہیں مارا، گفتگو میں سب سے زیادہ سخت الفاظ اگر کبھی ہوئے تو وہ بھی سُن لیجئے :-

"اس شخص کو کیا ہو گیا ہے، اس شخص کی پیشانی خاک آلود ہو۔"

جب دشمنوں نے آپؐ کو حد سے زیادہ تنگ کیا تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان پر بددعا کیجئے۔ اس کے جواب میں آپ کے الفاظ کس قدر رحمت کی جھلک لئے ہوئے تھے :-

"میں لوگوں پر لعنت بھیجنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔"

آپ بیماروں کی مزاج پرسی کو تشریف لے جاتے، جنازے میں شریک ہوتے، اگر کوئی غریب اور مسکین غلام بھی آپ کو کھانے کی دعوت دیتا تو شوق سے قبول کرتے۔ آپ کے اخلاق کی عظمت کا یہ حال ہے کہ آپ اپنے جوتوں کی مرمت اپنے ہاتھوں سے کر لیا کرتے تھے۔ جب کبھی آپ کسی سے مصافحہ کرتے تو کبھی اپنا ہاتھ پہلے دوسرے آدمی کے ہاتھ سے نہ نکالتے تھے۔ کبھی کسی کی طرف سے پیٹھ نہ پھیرتے۔ جو بھی آپ کی پناہ میں آیا یہ واقعہ ہے کہ آپ سب سے زیادہ اچھی پناہ دینے والے تھے۔

آپ کی باتیں بڑی پیاری اور میٹھی ہوتی تھیں۔ جو بھی آپ کی زیارت کرتا تو اس کا دل محبت اور احترام سے بھرپور ہو جاتا۔ جو بھی آپ کے نزدیک آتا آپ ہی کا ہو جاتا۔ اور آپ سے پیار و محبت کرتا۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ کا تذکرۂ جمیل بیان کرنے والے لکھتے ہیں :-

میں نے ساری زندگی میں آپ سے زیادہ محبوب شخصیت نہ
پہلے دیکھی اور نہ بعد میں دیکھی۔ آپ جب بات کرتے تو اس
قدر صاف اور دلنشین ہوتی کہ ہر شخص اسکو یاد کر لیتا۔[۱]

۱۰۔ باسورا سمتھ میں اس بات کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہوں کہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری سیرت اور
زندگی میں یکسانی رنگ پایا جاتا ہے۔ ایسا کسی مرحلہ پر نظر نہیں آتا کہ
پیغمبر اسلام نے حالات اور واقعات کے بدل جانے سے اپنے خصوصی
کردار کو تبدیل کر دیا ہو۔ صحرا کے ایک گلہ بان اور چرواہے کی حیثیت سے
یا شام کے ملک میں ایک تاجدار کی حیثیت سے غار حرا کی تنہائیوں میں
ایک مصلح اور معلم اخلاق کی حیثیت سے مدینے کی ہجرت ہو یا مکہ کا فاتح اعظم
ایران، یونان اور روم کے بادشاہوں اور فرماں رواؤں کی صورت میں
جس حیثیت سے بھی آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ
کرینگے آپ کو کسی قسم کا اختلاف قلب ونظر دکھائی نہیں دیگا۔ آپ نے جس
صداقت کے پیغام کو شروع کیا اس سے زندگی کے کسی مرحلہ پر ایک انچ
ہٹے ہوئے آپ کی زندگی نظر نہیں آتی۔ ہر شخص جس کے ظاہری حالات بدل
جائیں اس کے خیالات میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں لیکن پیغمبر
اسلام کی زندگی میں مجھے یکسانی طور پر خیالات کی وحدت نظر آتی ہے
کسی بڑے سے بڑے انقلاب نے آپ کی زندگی کے مقاصد کو تبدیل
نہیں کیا۔[۲]

---

[۱] سیرت مقدسہ پر تقریر سٹینلے لین پول۔ مطبوعہ لندن

[۲] محمد اور محمڈن ازم مطبوعہ لندن ۱۸۷۴ء

۱۱۔ ڈاکٹر ہنٹر اسلام کی یہ کیا ہی شان اور عظمت ہے کہ اسلام میں یہ کوئی ضروری نہیں کہ عبادت کے لئے مندر یا عبادتگاہیں ہاتھوں سے تعمیر کی جائیں بلکہ یہ شرف صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ اسلام کے ماننے والے خدا کے آسمان کے نیچے اور زمین کے کسی بھی حصہ پر اپنے معبود اللہ کی عبادت کر سکتے ہیں [۱]

۱۲۔ واشنگٹن ارونگ پیغمبر اسلام ؐ بڑی ہی دل آویز شخصیت کے مالک تھے آپ کے تبسم میں ایک ایسی حلاوت اور لطافت تھی جو دلوں کو موہ لیتی تھی عام عربوں سے بہت زیادہ خوش شکل اور خوبصورت تھے صاف اور سرخ رنگ تھے۔ جب آپ کسی وقت خاص جذبہ اور خلوص بھرے جوش سے بات کرتے تھے تو آپ کے چہرۂ مبارک پر ایک عجیب چمک اور روشنی نمودار ہو جاتی تھی۔ جو آپ پر ایمان لانے والوں کے خیال میں نور ایمان کی جھلک تھی آپ کی غذا بالکل سادہ ہوتی تھی ۔ اکثر آپ روزہ رکھتے۔ بہت کم آپ نے خوبصورت اور شاندار لباس زیب تن فرمایا آپ معاملات میں ہمیشہ سچے اور انصاف پسند تھے۔ اپنے دوستوں ، نو واردوں۔ امیروں غریبوں ، طاقتوروں کمزوروں سب کے ساتھ مساویانہ سلوک ہوتا تھا آپ ہر ایک کی بات بڑی توجہ سے سنتے تھے اور ان کا پر خلوص استقبال کرتے تھے ۔ یہی وہ صفات حسنہ تھیں جن کی وجہ سے ہر ایک آپ سے محبت کرتا تھا اور سب لوگ آپ کے گرویدہ تھے۔

---

[۱] ہندوستانی مسلمان از ہنٹر۔

کتنی بڑی فتوحات آپ نے حاصل کیں لیکن کبھی آپ نے فخرادر غرور نہ فرمایا۔ اگر آپ نے کسی ذاتی مقصد کے لئے فتوحات حاصل کی ہوتیں تو ضرور ایسا ہوتا جب آپ کو بہت بڑی قوت اور طاقت حاصل ہوئی تو پھر بھی آپ ویسے ہی سادہ دل اور سادہ اطوار رہے جس طرح اپنی مشکلات اور مصائب کے وقت تھے۔ آپ نے اپنے لئے کبھی ظاہری شان وشوکت کو پسند نہ فرمایا۔ اگر آپ کے صحابہ آپ کے تشریف لانے پر عزت اور احترام کے لئے کھڑے ہوجاتے تو آپ اسکو بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ اگر آپ کی زندگی کا مقصد اور نصب العین ساری دنیا کی بادشاہت تھا تو وہ صرف دین کی بادشاہت کا پاکیزہ مقصد تھا۔ اگر آپ کا مقصد اپنا اقتدار ہوتا تو آپ حکومت اور اقتدار کو صرف اپنے خاندان والوں کے لئے مخصوص فرماتے لیکن اقتدار کو آپ نے اپنے اہل بیت اور خاندان والوں کے لئے ہرگز مخصوص نہ فرمایا اور نہ ہی کوئی ایسا اقدام کیا لہ۔

۱۳۔ گاڈفری ہگنس گبن صاحب کہتے ہیں کہ چاروں خلفاء کے اطوار یکساں اور صاف ضرب المثل تھے۔ ان کی سرگرمی۔ دلدہی۔ اخلاص کے ساتھ تھی۔ ثروت پاکر بھی انھوں نے اپنی زندگی مذہبی اور اخلاقی فرائض ادا کرنے میں گذار دی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو پیغمبر کے اقتدار پانے سے اول بھی جبکہ وہ آزاد تھے ان پر ایمان لائے۔ اس سے ان کی راستبازی

لہ محمد اور آپ کے جانشین مطبوعہ لندن ۱۹۵۹ء

ثابت ہوتی ہے۔ اور دنیا کی سرسبز سلطنتوں کے مسخر کر لینے سے اُن کی لیاقت ثابت ہوتی ہے۔

عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہے کہ محمد صاحب کے مسائل نے اس درجہ نشہ ان کے مریدوں کے دل میں پیدا کر دیا تھا کہ جس کا عیسے کے ابتدائی پیرؤوں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ آپ کا مذہب اس تیزی سے دنیا میں پھیلا کہ جس کی دین عیسوی میں نظیر نہیں چنانچہ (نصف صدی سے بھی کم میں اسلام بہت سی عالیشان) اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا تھا جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے ان کا دینی نشہ جاتا رہا اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں چھوڑ کر بھاگ گئے اگر بالفرض ان کو حفاظت کرنے کی ممانعت تھی تو آپ کی تسلی کے لئے تو موجود رہتے اور استقلال سے آپ کے اور اپنے ایذا رسانوں کو دھمکاتے برعکس اس کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو ان کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ کے لیے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر ان کو کل دشمنوں پر فتحیاب کیا۔

پھر گبن صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب شکوک اور شبہات سے پاک ہے مکہ کے پیغمبروں نے بتوں انسانوں، ستاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کر دیا کہ جو فانی اور طلوع و غروب کرنے والا ہے وہ قابل پرستش نہیں نہ اس کو ہستی کی کسی بات پر اقتدار حاصل ہے اس نے بانیٔ کہا کہ بات کا ایسا

وجود تسلیم کیا کہ نہ جس کی ابتداء ہے اور نہ انتہا ہے، نہ وہ کسی شکل میں محدود ہے اور نہ کسی مکان میں موجود، نہ اس کا کوئی نظیر ہے کہ جس سے تشبیہ دیجائے۔ ان بڑے بڑے حقائق کو پیغمبر نے ظاہر کیا اور اُن کو اُن کے پیرؤوں نے تسلیم کیا اور مفسروں نے دلائل سے اس کی تشریح کی جن کی نسبت بڑے سے بڑا حکیم یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ہمارے موجودہ قوی اور عقل سے بھی بالا تر ہے۔ اس لئے ان کے پیرو ہندوستان سے لیکر مراکش تک موحدین کے لقب سے ممتاز ہیں۔ اور بتوں کو حقیر سمجھ کر ہمیشہ کے لئے بت پرستی کا خطرہ مٹا دیا وہ اصول جن کی بنیاد عقل اور الہام پر ہے محمد کی شہادت سے استحکام کو پہونچے۔

۱۴۔ روا وڈویل | محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سب کام نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کو جہالت اور ذلت بت پرستی سے چھڑائیں۔ اور ان کی بڑی خواہش یہ تھی کہ امر حق یعنی توحید الٰہی جو اُن کی روح پر بدرجۂ غایت مستولی تھی اشتہار کریں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ایک عجیب نمونہ اس قوت و حیات کا ہے جو ایسے شخص میں ہوتی ہے جس کا خدا اور قیامت پر اعتقاد کامل ہوتا ہے۔ اب اس میں سے جو کچھ نتیجے پیدا کئے جائیں ان کی ذات کریم اور سیرت صداقت مشحون کے سبب ان کو ان لوگوں میں تصور کرنا چاہیئے کہ جن کو ایمان اور اخلاق اور ابنائے جنس کی تمام حیات پر کامل اقتدار حاصل ہوتا ہے۔ جو حقیقت میں بجز اولوالعزم کے

اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ [1]

۱۵۔ لارڈ ولیم میور یہ بہت متعصب عیسائی ہے کہتا ہے۔ ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام نے ہمیشہ کیلئے اکثر توہمات کو معدوم کر دیا اسلام کی جنگ کے روبرو بت پرستی مٹ گئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور قدرت کاملہ کا مسئلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معتقدوں کے دلوں میں جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہوگیا جیسا کہ خاص اسلام کے معنی میں ہے — کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہئیے

بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں چنانچہ مذہب اسلام میں ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں برادرانہ محبت رکھیں یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کریں غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آئیں نشہ کی چیزوں کی ممانعت ہے۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں [1]

۱۶۔ مہاتما گاندھی آج کروڑوں انسانوں کے دلوں پر جس عظیم اور جلیل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی ہے اور میں ان کی سیرت پاک کی بابت زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں میرے دل کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ اسلام کی فتوحات کا راز ہرگز تلواروں میں نہیں تھا یہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی، سادگی اور حسنِ اخلاق کی تلوار تھی جس نے ساری دنیا کے دلوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا آپ کے عہد و پیمان کی پابندی اپنے صحابہ

---

[1] مقدمہ تفسیر حقانی از سیرت محمدیہ

اور اپنے جاں نثاروں سے محبت اور خلوص راہ حق میں آپ کی بے خوفی اور ثابت قدمی اور اللہ تعالیٰ پر کامل ترین ایمان اور اپنے سچے مشن پر سچا یقین یہی وہ صفات تھیں جس سے اسلام دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گیا آپ کے راستے میں ہزاروں مشکلات اور مصائب آئے لیکن آپ نے اسلام کی فتوحات کے لئے راستہ ہموار کر دیا جب مجھے مولانا شبلی نعمانی کی مشہور کتاب سیرت النبی کے مطالعہ کا موقعہ ملا اور دونوں جلدیں میں ختم کر چکا ہوں تو میرے دل میں بہت ہی افسوس ہوا کہ کاش اس باعظمت زندگی کے مطالعہ کے لئے مجھے کچھ اور جلدیں ایسی ہی مل جائیں لہ

۱۷۔ مسز سروجنی نائیڈو اسلام سب سے پہلا دین ہے جو جمہوریت کا علمبردار ہے اسلام کی تعلیم میں عملی جمہوریت کارفرما ہے۔ آپ ذرا دیکھیں تو سہی مسجد کے میناروں سے اذان کی آواز بلند ہوتی ہے سب نمازی مسجد میں جمع ہوجاتے ہیں یہ ایسا دل کشا اور روح پرور منظر ہوتا ہے کہ جب ایک ادنی غریب کسان اور ایک بادشاہ کاندھے سے کاندھا ملا کر اللہ کے حضور میں جھکتے ہیں اور سب کی زبان پر اللہ اکبر (خدا سب سے بڑا ہے) کی صدائیں ہوتی ہیں میں تو اسلام کی اس دلکش وحدت اور مساوات سے حیرت زدہ ہو کر رہ جاتی ہوں جو انسانوں میں برابری اور اخوت کے مناظر پیش کرتی ہر سچی جمہوریت کا یہ عملی نمونہ دن میں پانچ دفعہ اسلام نے پیش کیا ہے اسلام نے نسل انسانی میں وحدت خیال برادری اور اخوت کا ایسا نمونہ پیش کیا ہے اگر لندن میں ایک مصری یا الجزائری ہندوستانی یا ترک آپس ملیں تو ان کا

لہ اخبار ینگ انڈیا ۱۹۲۴ء

وطن خواہ کوئی بھی ہو سب ایک اسلامی اخوت کے رشتے میں منسلک نظر آتے ہیں۔

عدل اور انصاف اسلام کا طرۂ امتیاز ہے کیونکہ جب میں قرآن مجید پڑھتی ہوں تو مجھے زندگی کے انقلاب آموز اصول نظر آتے ہیں۔ ایسے اصول جو فرضی اور خیالی نہیں بلکہ حقیقی اور عملی ہیں ہاں ایسے پاکیزہ اصول جو ساری دنیا کے لئے زندگی کی فلاح و کامرانی کے رہنما اصول ہیں [1]

۱۸۔ ڈاکٹر اتریکو انسابا

اسلامی شریعت کو اپنے بہت سے مسائل میں مغربی قوانین پر فوقیت حاصل ہے بلکہ وہ دنیا کو سب سے زیادہ مستحکم اور پائیدار قانون عطا کرتی ہے [2]

۱۹۔ ڈاکٹر فارس الخوری

بہت بڑے اور مشہور عیسائی لیڈر ہیں دمشق میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی بہت بڑی شخصیت ہیں زمانہ ان کا ہمسر پیدا نہیں کر سکا انھوں نے جو مذہب پیش کیا وہ مذاہب عالم میں سب سے زیادہ مکمل ہے۔ یہ پاکیزہ شریعت چار ہزار سے زیادہ علمی سماجی اور قانونی مسائل کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا انصاف پسند قانون دانوں کو ان کی اس شریعت کے محاسن کا اعتراف کرنا پڑا جس کی بنیاد اللہ کے نام پر رکھی گئی ہے یہ شریعت ترقی یافتہ نظام اور علمی حقائق کے عین مطابق ہے۔

---

[1] آئیڈیلز آف اسلام مطبوعہ مدراس ص ۱۶۷ [2] الازہر ج ۸

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کی قسم یادگار منار ہے ہو دنیا کی عظیم ترین شخصیت تھی انھوں نے بکھرے ہوئے عربوں کو متفق کر دیا انھوں نے ایک متحد قوم بنایا جس نے تمام دنیا کو فتح کر لیا انھوں نے ایسے عظیم ترین مذہب کی بنیاد ڈالی جس نے لوگوں کے حقوق اور فرائض اور اصول معاملات کو دنیا کے بہترین اور مکمل ترین نظام کی بنیادوں پر قائم کیا [۱]

۲۰۔ پروفیسر سپرل

وائنا یونیورسٹی کے پروفیسر سپرل نے ۱۹۳۷ء میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

عالم انسانیت کو یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسی شخصیت اس سے منسوب ہے۔ انھوں نے اُمی ہونے کے باوجود ایسی شریعت تیرہ سو سال پہلے پیش کی۔ اگر ہم اہل مغرب دو ہزار سال کے بعد بھی اس کی اونچی چوٹی پر پہونچ جائیں تو ہم اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوش نصیب سمجھیں گے۔ [۲]

۲۱۔ ڈیلی ایکسپریس لندن

اگر کسی مرد عظیم کے بلند پایہ پیغام کے جانچنے کا پیمانہ تقدیس و تعظیم کے وہ جذبات جو اس کے الفاظ ان لوگوں میں پیدا کرتے ہیں جو اُن کی آسمانی نوعیت پر یقین نہیں رکھتے ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار عظیم ترین ہستیوں میں یقیناً ہونا چاہیے [۳]

۲۲۔ ایڈورڈ گبن

آپ کے مذہب کی جو چیز واقعی حیرت انگیز ہے وہ اس کی اشاعت نہیں بلکہ اس کا ثبات و استحکام اور

---

[۱] مجلہ ھدی السلام ۲۰ محرم ۱۳۵۶ھ [۲] فقر الاسلام ص ۵۶۷ [۳] ۱۰ نومبر ۱۹۲۵ء

اس کی شان ودام ہے۔ جو صاف اور سادہ نقش آپ نے مکہ اور مدینہ میں کندہ کئے وہ بارہ صدیوں اور بحالت موجودہ ۱۴ صدیوں کے بعد آج بھی قرآن کے ہندی، افریقی اور ترکی اور انڈونیشیائی وغیرہ معتقدوں کے پاس اسی طرح محفوظ ہیں۔

۲۳- فراق گورکھپوری

میرا اٹل ایمان ہے کہ حضرت محمد پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہستی بنی نوعِ انسان کے لئے ایک رحمت تھی، پیغمبر اسلام نے تاریخ وتمدن، تہذیب اخلاق کو وہ کچھ دیا ہے جو شاید ہی کوئی بڑی ہستی دے سکی ہو۔

پیغمبر اسلام کے لئے پرستانہ جذبات رکھنا، ان کا دل سے احترام کرنا ہر انسان کا فرض ہے بلکہ ہر انسان کے لئے سعادت ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں

تفرقوں سے پاک ہیں آنسو محبت کے فراق

رباعی

انوار ہیں بیشمار معدود نہیں — رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تمھیں محمد کا مقام — وہ امتِ اسلام میں محدود نہیں

۲۴- گوپی ناتھ امن

وزیر محاصل و قانون صوبہ دہلی فرماتے ہیں:-

شفیعِ امم رحمتِ عالمیں ہے — فقط وہ متاعِ مسلماں نہیں ہے
ترے میکدے کی رہے خیر ساقی — یہ کاسہ ہے میرا یہ میری جبیں ہے

۲۵- لالہ بشن داس

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میرے جیسے ناچیز ہیچمداں کا گذارش کرنا یا عرض

کرنا سراسر گستاخی اور بے ادبی ہے، چھوٹا منھ بڑی بات ہے کیونکہ حضرت ولیوں کے ولی، پیروں کے پیر، آسمانِ نبوت کے سورج، ہادیانِ مذہب کے سرتاج، رہنمایانِ دین کے رہبر تھے جس طرح آفتابِ عالم تاب کو کسی چراغ یا لیمپ کی ضرورت نہیں اسی طرح کسی خاکی انسان کی مدح سرائی ان کی عظمت کو بڑھا نہیں سکتی۔ دینی بزرگی، دنیوی عظمت ان کے حضور میں ہاتھ باندھے کھڑی ہیں۔

حضرت کے ظہور کے وقت عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی فحاشی اور بدچلنی کا رواج عام تھا خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے نام سے لوگوں کو چڑ تھی۔ بیٹی سے شادی کر لینے میں باپ کو کوئی عار نہ تھا۔ گھر، گلی، کوچے معبد بتوں سے بھرپور تھے۔ لوگ سوشل برائیوں کا شکار بن چکے تھے اور مذہبی توہماتِ باطلہ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ایسے کفر کے زمانے میں تن تنہا خدائے واحد لاشریک لہٗ کے نام کا وعظ لوگوں کے کانوں تک پہونچانا اسی شیر خدا کا کام تھا[1]

۲۶۔ پروفیسر چیتن دت

اے پاک محمد۔ اے حضرت محمد مصطفےٰ
اے عرب دیش کے برگزیدہ یوگی

قربان جاؤں میں تیرے قدموں پر اگر نہ ہوتا تیرا وجود تو کس طرح رحمت کا نزول ہوتا قبائلِ عرب پر حقیقت میں تو تھا ایک رحمت من الرحمٰن سرزمینِ عرب پر بلکہ تمام جہانوں کے واسطے اے نبی نامدار اور امین شاندار میں صدقے جاؤں تیرے میٹھے اور پیارے نام کے جب تیرا پیارا نام میری زبان پر آتا ہے تو شہد کی مٹھاس سے بڑھ کر حلاوت پیدا ہو جاتی ہے[2]

---

[1] [2] رسالہ از مولانا امام الدین صاحب رام نگری

۲۷- سردار گردت سنگھ | آپ بیرسٹر ہیں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات لکھی ہے وہ فرماتے ہیں:-

"ایک صاحب کمال آیا جس نے جلوۂ حق دکھایا جس کسی نے اسے پریم کی انکھڑیوں سے دیکھا اس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی۔ جس کی نگاہ شوق اس پر پڑ گئی اسے منھ مانگی مراد مل گئی۔ جس بشر کو اس من موہن نے اپنا درشن دیا اس کے جنم بھر کے پاپ کٹ گئے"۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بہ ما کنند

اے وہ کہ جس کی ایک نظر نے خاک کو کیمیا بنا دیا کیا کبھی ایسا بھی ہوگا کہ وہ گوشۂ چشم سے میری جانب نظر فرمائیںگے۔

اے عرب کے رہنے والو! کیا ہی اچھے ہونگے تمھارے بھاگ۔ اور کیا ہی نیک ہوں گے تمھارے بخت جو تم خود نے (رسول) خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حبیب خدا کو اپنی آنکھوں سے تکا تمھارے وقت پر کل یگ کا پہرہ نہ تھا[1] وہ ست یگ کا سماں ہی ہوگا۔ اے عرب والو! تم کوئی عارف باللہ ہو گئے یا ہو گے کوئی دیوی دیوتا۔ ورنہ عام انسان کے بس میں یہ کہاں۔ اس بھگوان کے درشن یہ بڑا درلبھ ہے[2] یہ کہاں ممکن ہے؟

---

[1] ہندوؤں کا مشہور عقیدہ ہے۔ اس کے بارے میں لکھا جا چکا۔

مگر اے زمین عرب آج وہ دن ہے کہ تیرا نام وردِ زبانِ جہان ہے اور خلق خدا تیرا ذکرِ خیر کرتی ہے۔ کونسی آنکھ ہے جو تیرے درشن کو نہیں ترستی وہ کونسی نین ہے جو تیری تمنا نہیں کرتی۔ وہ کون سا ملک ہے کہ جس نے تیرے شاہ کا سکہ نہیں مانا۔ اور وہ کون فرماں روا ہے جس نے تیری حشمت اور دبدبہ کو نہیں جانا۔ اے عرب تو نے نیا جنم پایا ہے جو تجھے رسول خدا ہاتھ آیا۔ تو فخرِ دین رشکِ ملت ہے۔ تجھے ہر ناز روا ہے۔

تمھیں ناز ہو نہ کیوں کر لیا ہے داغ کا دل
نہ یہ جنس ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا[۱]

۲۸۔ جناب ڈاکٹر شنکر داس مہرہ

جناب ڈاکٹر شنکر داس مہرہ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ دہلی کا ایک طویل مضمون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے بارے میں الجمعیۃ فروری ۱۹۷۸ء میں قسط وار شائع ہوا تھا۔ مضمون کافی طویل ہے اس لئے اولاً اس کی ذیلی سرخیاں درج کی جاتی ہیں اور اس کے بعد اس کے چند اقتباسات

حضور کی صداقت	انسانی پریم
حضرت محمد کا عزم	حضرت محمد کا ایثار
حضور کی امن پسندی	حضور کی زندگی کا مشن

---

[۱] رسالہ از مولانا امام الدین صاحب

خوشبو اور عورت

اب اس طویل مضمون کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں :-
حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بردباری ، انسانی پریم کا کتنا جذبہ تھا اس کا پتہ اس چھوٹے سے واقعہ سے ہوتا ہے حضور ہر صبح نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے تھے. راستہ میں ایک بوڑھی عورت کوڑا ڈال کر حضور کے کپڑے خراب کر دیتی تھی مگر حضور نے اس پر کبھی عتاب ظاہر نہیں کیا بلکہ خاموشی سے برداشت کرتے رہے. ایک دن پرماتما کا کرنا یہ ہوا کہ وہ بڑھیا چند دن کے لئے بیمار ہو گئی جب آپ پر چند روز تک کوڑا نہ پھینکا گیا تو حضور نے لوگوں سے بڑھیا کے بارے میں پوچھا پتہ لگا کہ وہ بیمار ہے حضور فوراً اس بڑھیا کے گھر مزاج پرسی کو تشریف لے گئے اس سے بڑھیا بہت متاثر ہوئی۔

مدنی زندگی میں حضور کو اور آپ کی آل کو کس قدر فاقوں سے گذرنا پڑا ۔ اس کا حال ہم تسبیح فاطمہ کی وجہ سے جان سکے حضرت فاطمہ رضؓ کے گھر کھانے کو نہ تھا ۔ انھوں نے حضور سے شکایت کی ۔ حضور نے ان کو ایک منتر (دعا) پڑھنے کے لئے دیا اس کو تسبیح فاطمہ کہتے ہیں لیکن حضور نے اس مال و دولت میں سے جو اُن کے پاس آتا تھا اپنی اولاد کو کچھ دینا

پسند نہ کیا۔ یہ چھوٹا سا واقعہ بتاتا ہے کہ آپ دنیاوی چیز سے کس قدر بے نیاز تھے۔ آپ تپ اور تیاگ کی مورتی تھے اگر آپ چاہتے تو ہر وقت اپنے کنبے کو مالا مال کر سکتے تھے مگر انھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔

حضور کی امن پسندی کی سند صلحنامہ حدیبیہ ہے جب مکہ والوں سے صلح کی بات چیت ہوئی تو یہ تین شرائط طے ہوئیں

۱۔ جو مسلمان بھاگ کر مکہ سے مدینہ میں پناہ گزیں ہوگا حضور اُسے واپس کر دیں گے اور جو مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ والوں کے پاس پناہ گزیں ہوگا وہ واپس نہ کیا جائے گا۔

۲۔ اس سال حج کو نہیں جائیں گے۔

۳۔ اگلے سال حج کے موقعہ پر اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھینگے۔

حضور نے تینوں شرطوں کو منظور کر لیا جب معاہدہ لکھا جانے لگا تو حضور کو محمد رسول اللہ لکھا گیا۔ دشمن نے اعتراض کیا۔ حضور نے یہ الفاظ مٹوا دیئے اور محمد بن عبداللہ لکھوا دیا۔

ربوبیت کو ایک مانتے ہوئے ضروری ہو جاتا ہے کہ انسان کو ایک سمجھا جائے۔ انسان اور انسان میں تمیز

حرام ہو جاتی ہے۔ اگر رہ جاتی ہے تو صرف نر اور مادہ کی، ذات پات، چھوت چھات سب حرام۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نسلِ آدم کو ایک مانتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدا کی قسم انسان بھائی بھائی ہیں۔ اس میں کوئی تفریق ناجائز ہے۔ جب کوئی تمام انسانوں کو بھائی بھائی مانے تو ضروری ہے کہ وہ حق کو بھی ایک مانے اس سے سماج میں سمانتا یا مساوات پیدا ہوتی ہے۔ سیاسی مجلسی قانون ایک ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص کو حق ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی طاقت، لیاقت، علم یا فن سے کسی درجہ پر پہونچ جائے۔ اس میں کسی ذات پات کی پابندی ناجائز ہو جاتی ہے وہ دنیا کی نعمت میں برابر کا شریک بن جاتا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ کتاب "آخری رسول محمد رسول اللہ"
اختتام پذیر ہوئی۔

سیرت رسالت مآب	۶۰/-
امام اعظم ابوحنیفہ	۲۰/-
اسلامی دستور	۱۶/-
اصحاب النبی	۱۸/-
تقصیرات تفہیم القرآن	۱۶/-
تاریخ الاحکام	۲۲/-
تذکرہ مولانا یوسف رح	۱۵/-
مخدوم صابر	۳/-
تفسیر رشیدی	۳/-
انفاس قدسیہ	زیر طبع
ترجمہ بستان ابو اللیث سمرقندی	زیر طبع
تذکرہ شیخ الہند	نایاب
تذکرہ مشائخ دیوبند	نایاب
وصایا	نایاب
محبت والے	نایاب
سیرت خیر العباد ۴ حصے	ترجمہ زاد المعاد